أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

یہ کتاب مستطاب

تحفۃ المرشد

احوال — اردو — وسوانح

غوثِ زمان قطبِ دوران حضرت جیو صاحب
شاہ فضل احمد سرہندی پشاوری قدس سرہ

حسبُ الارشاد

حضرت عبداللہ جان فاروقی مجددی حنفی نقشبندی

سجادہ نشین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

ملنے کا پتہ

ادارہ نقشبندیہ، گڑھی حضرت خیل (تھانہ) ملاکنڈ ایجنسی

نام کتاب ——— تحفۃ المرشد

مصنف ——— سید نظام الدین بلخی مزاری

موضوع ——— تصوف۔

مترجم ——— ابوالفتح مولانا صغیرالدین

کاتب ——— عبدالرحمٰن غمگین

اشاعت ——— ماہ رجب سنہ ۱۴۱۴ھ

مطبع ——— تاج پریس پشاور

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ——— ۳۵ روپے

ادارہ نقشبندیہ محلہ حضرت خیل تھانہ ملاکنڈ ایجنسی

ایضاً

خانقاہ نقشبندیہ عیدک تحصیل میرعلی شمالی وزیرستان

فہرست ابواب تحفۃ المرشد

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	دیباچہ		۱
۲	باب نمبر۱	سلسلۂ نسب شریف کا ذکر	۴
۳	باب نمبر۲	سلسلۂ طریقت کا بیان	۷
۴	باب نمبر۳	حضرت جیو رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے احوال	۱۷
۵	باب نمبر۴	اُن کے بشارتوں کا بیان جو آپ کو ملیں	۲۲
۶	باب نمبر۵	عادات شریفہ، معمولات اور عبادات کے بیان میں	۳۰
۷	باب نمبر۶	آپ کے سلوک اور طریقہ علیہ کے بیان میں	۶۴
۸	باب نمبر۷	نفل نمازوں کا معمول	۷۶
۹	باب نمبر۸	ختمات معمولہ کے بیان میں	۸۸
۱۰	باب نمبر۹	بزرگان دین کی ارواح کو ایصال ثواب	۹۵
۱۱	باب نمبر۱۰	حضرت قدس سرہ کے نصائح و وصایا	۱۰۰
۱۲	باب نمبر۱۱	بعض کلمات قدسیہ کا بیان	۱۱۰
۱۳	باب نمبر۱۲	بعض واقعات، خرق عادات	۱۲۱
۱۴	باب نمبر۱۳	کیفیت وفات آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۲
۱۵	باب نمبر۱۴	آپ کے فرزندوں اور اولاد کے بیان میں	۱۵۵
۱۶	باب نمبر۱۵	حضرت قدس سرہ کے بعض خلفاء	۱۶۹
۱۷	باب نمبر۱۶	آپ کے بعض دوسرے خلفاء کا حال	۱۷۳
۱۸	باب نمبر۱۷	آپ کے بعض صالح مریدوں کے مختصر حالات	۲۰۰
۱۹	باب نمبر۱۸	کاتب الحروف کا مختصر حال	۲۰۴
۲۰		حضرت کے بعض کامل خلفاء و مریدین کے احوال کا ذکر	۲۱۵

تمہید

یہ کتاب "تحفۃ المرشد" سیّد نظام الدّین بلخی مزاری کی تصنیف ہے جن کی مادری زبان فارسی ہے۔ فارسی زبان ایک علمی، ادبی حیثیت رکھتی ہے عربی زبان کی طرح مذہبی تعلیمات کی بھی حامل ہے جو تاریخی لحاظ سے عربی زبان کے ساتھ دوش بدوش چلی آرہی تھی۔

سابق مصنّفین نے بہت سی مذہبی کتابیں فارسی میں لکھی ہیں۔ مذہبی روایات کے مطابق یہ علمی اور مذہبی زبان قرار دی جارہی ہے فارسی میں عربی الفاظ کا بہت ہی ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ فارسی زبان کے ماہرین بہترین فاضلوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اسلامی علوم کے چودہ فنون میں یہ ایک فن رہا ہے۔

بدقسمتی سے زمانہ کے انقلابات سے فارسی تعلیم اب روبہ زوال ہونے لگی ہے آج کل اُردو ادب روبہ ترقی ہے۔ اسلئے فارسی کی بجائے اُردو کی طرف خصوصی توجّہ دی جارہی ہے عربی فارسی تصنیفات کے تراجم اُردو میں شروع ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ قوم فارسی آدب سے منہ موڑ کر اُردو کو اپنا رہے ہیں۔ مثلاً اگر اس زمانہ میں کسی کو فارسی کی بہترین کتاب بطور تحفہ مل جائے تو وہ اس کیلئے باعث دلچسپی نہ ہوگا۔

بلکہ اسکا مطالعہ بھی نہ کرے گا۔ لہٰذا موجودہ دور کے احساس کے مطابق "تحفۃ المرشد" کا اُردو ترجمہ کردیا گیا جس کو مولانا پروفیسر ڈاکٹر ابُو الفتح صغیرالدّین صاحب نے کافی دنوں کی محنت سے اس کتاب کا عام فہم اور سلیس بامحاورہ اُردو میں ترجمہ فرمایا جن کا میں بے حد ممنون ہوں۔ جزاکُمُ اللہ احسنَ الجزاءِ۔

ممنونِ احسان ابُوالامداد حضرت عبداللہ جان فاروقی نقشبندی

تعارف

نحمدُہٗ ونصلّی علٰی رسُولہِ الکریم

یہ کتاب "تحفۃ المرشد" مصنفہ سیّد نظام الدّین بلخی مزاری ایک مشہور ولی حضرت جیو صاحب شاہ فضل احمد قدّس اللہ سرہٗ کے سوانح حیات میں ہے۔ جو وہ اپنے نانا حضرت شاہ محمد رضا سے سلسلہ نقشبندیہ میں اور حضرت میر سیّد عبداللہ بخاری سے سلسلہ قادریہ اور چشتیہ میں فیضیاب ہوئے۔ کچھ مدت سرہند شریف میں مسند دعوت وارشاد پر رونق افروز ہوکر طالبانِ حق کو تعلیم وتربیت باطنی سے سیراب فرماتے رہے۔

شہر سرہند شریف آپ کے آبائی وطن تھا۔ جس وقت ہندوستان میں اسلامی سلطنت مغلیہ روبزوال ہوئی۔ اس وقت پنجاب کے ملک پر سکھوں کا قبضہ ہونے لگا۔ انہوں نے یہاں کے مسلمانوں پر ظلم وتعدّی شروع کیا۔ مسلمانوں نے مجبوراً ان کا سخت مقابلہ کیا۔ جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔

شہر سرہند جو امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرّہٗ کے خاندان کے سرہندی حضرات مختلف شہروں میں متفرق ہوئے۔ کوئی ہند کے شہروں رامپور، دہلی وغیرہ بعض عربستان اور خراسان کو ہجرت کر گئے۔ حضرت جیو صاحب قدس سرہٗ نے ۱۱۸۵ھ اپنے قبیلے کے ساتھ سرہند شریف سے ہجرت کرکے براستہ چچھ ہزارہ پشاور شہر کو تشریف لے آئے۔ انہوں نے کاکا جمعدار داروغہ کچہری میں اقامت اختیار کی۔ اس محلہ کی مسجد میں صوفیوں اور مریدوں کے ساتھ ذکر وفکر میں مصروف رہے۔ جس میں استغراق کامل رکھتے۔ روز بروز حلقہ ذکر میں توسیع ہوتی رہی۔ اس شہر کے بہت سے علماء وفضلاء مثلاً حافظ دراز محمد حسنؒ اور مولوی محمد عظیمؒ وغیرہ داخل طریقت ہوکر فیضیاب ہوئے۔ حضورِ اقدس قدس سرہٗ کی ذات گرامی اور توجہات عالی سے نسبت نقشبندیہ صوبہ سرحد میں پھیل گئی۔ بلکہ افغانستان وبخارا بھی ان کے فیوضات سے سیراب ہوئے

یہاں کے جید علمائے کرام وسلاطین وقت امیر المومنین شاہ مراد غازی اور ان کے فرزند سلطان امیر حیدر بیع امراء آپ کے ہاتھ مبارک سے داخل طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ ہوگئے۔ ماوراء النہر میں ان کے وجود مسعود سے تازہ رونق پائی۔

"تحفۃ المرشد" ایک بہترین کتاب ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت قدس سرہ کے عقائد، اوصاف، تعلیمات، معمولات، خرق عادات اور مسائل تصوف پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ہمارے پسماندگان کیلئے ایک اچھا تحفہ ہے۔

حضرت اقدس قدس سرہ کے نواسے حضرت حاجی شاہ فضل غفار قدس سرہ نے اپنے خلفاء ومتوسلین کو وصیت ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ کہ "تحفۃ المرشد" میں جو معمولات فقیر کے جد امجد کے مذکور ہیں۔ وہ سب ہمارے معمول بھی ہیں۔ آپ بھی انہیں معمول بنائیں۔ اور ان کی پابندی لازمی سمجھے۔

"تحفۃ المرشد" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ آنحضرتؒ اپنے زمانے میں مجددی خاندان کے ایک بڑے بزرگ ایک بڑی ہستی تھی۔ ان کا مزار پرانوار شہر پشاور چوک ناصر خان کے قریب محلہ حضرت صاحبزادہ فضل حق قدس سرہ میں واقع ہے۔ یزاد و یتبرک بہ۔ شعرائے نامدار اُن کے اندوہ گین مرثیے وقطعات تاریخ تصنیف کئے ہیں۔ جن میں سے ایک قطعہ تاریخ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؎

قطب برحق امام ہر دو جہان — غوث یزدان وشیخ راہ نما
نام پاکش کہ فضل احمدؒ بود — منجذب بود از نور خدا
کرد رحلت چو زین دیار فنا — حشر برپا بشد بارض وسما
روز ہجرش ہمہ مریدان را — گشت یوم الحساب روز جزا
سال وصلش چو جستم از ہاتف — مظہر پاک ۱۲۱۱ احمدیؒ گفتا

(بندہ ہیچ مدان حضرت عبداللہ جان کان اللہ لہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

بے انتہا حمد وثنا اس خداوند مبدع کے لئے کہ صباح وجود کی ابتداء سے شام عدم تک جو کچھ ہے سب اسکی بادشاہی کی حدود میں ہے۔ بے حد شکر وسپاس اس احد موحد کے لئے کہ عقل کی بلندی سے طبع کی پستی تک جو کچھ ہے اس کے امر و نواہی کے تصرف کے تحت ہے۔ وہ فرد ہے کہ اس کی صنعت کے افراد فہم اور وہم میں نہیں آسکتے۔ احد ہے کہ اسکی نعمتوں کی اکائیاں عقل و نقل کی حدود میں نہیں آسکتے ہیں حتیٰ ہے کہ تمام کائنات کی حیات اس کے فیض رحمت کا ایک پھول ہے، عالم ہے کہ تمام معلومات اس کے دائرہ علم کا ایک نقطہ ہیں۔ قادر ہے کہ تمام مقدورات اس کے قبضہ قدرت کی مقدور ومقصود ہیں مرید ہے کہ تمام مرادات اس کی کتاب مشیت کا ایک رقم ہیں۔ سمیع ہے کہ لغات کا اختلاف اور دلوں کے خطرات بھی اس کے سامعہ میں ہیں۔ بصیر ہے کہ ایک چھوٹی چیونٹی تحت الثریٰ میں اس کی نظر کے سامنے ہے۔ متکلم ہے کہ اس کے اوامر و نواہی کی بجاآوری کا طوق زمین وآسمان کی تمام مخلوقات کی گردن میں طوعاً وکرہاً اس کے سحر گویائی کا نتیجہ ہے۔ مکون ہے کہ ایک بیچون وبیچگون امر کن کے ذریعے بغیر آلات واسباب کے اور اُن کے واسطے کے بغیر تمام مکونات موجود ہوگئے۔ کیونکہ لَا رَادَّ لِقَضَائِهٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

(اس کی قضا کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے حکم کو کوئی موخر کرنیوالا نہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔

مثنوی

در ہمہ کار در ہمہ حالت — کارگر بے توسط آلت
(سب کام میں اور ہر حال میں آلہ کے واسطہ کے بغیر کارگر ہے)

اثر او بہر عدم کہ رسید ہ　　　　رخت باخطۂ وجود کشید

(اسکا اثر جب عدم پر پہنچا　　　　تو ہستی کے خطہ کے پاس سامان کھینچا)

صلوات زاکیات اور درود نامیات اس صاحب لوائی اعظم سید ملوک و سلاطین عرب و عجم پر جو ابو البشر حضرت آدم علیہ و آلہ کی اولاد میں سب سے بہتر اور ان کے سردار یعنی محمد مصطفٰے و احمد مجتبٰی صلی اللہ تعالےٰ علیہ و جمیع الانبیاء المرسلین و بارک وسلم پر اور ان کے آل و اصحاب پر جو انوار ولایت اور آثار ہدایت کے منابع ہیں (بیت)

تا طفۂ خوش سرا عاجزِ مدح تو شد　　　　لاجرم آغاز کرد زمزمۂ اختصار

(خوش سرا ناطقہ تیری مدح سے عاجز ہے اس لئے مجبوراً مختصر راگ شروع کیا)

اما بعد مسکین نظام الدین بلخی مزاری بن میر محمد عزیز انصاری متوفی بن قاضی میر محمد امین انصاری متوفی بن حاجی الحرمین الشریفین میر محمد یعقوب انصاری متوفی روضۂ علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ عرض کرتا ہے۔

کہ یہ کتاب "تحفۃ المرشد" ہے جس میں پیر بزرگوار، مرشد عالی مقدار قطب الطریقہ غوث الحقیقہ، بدر الزہاد، شمس الاوتاد، معدن الخیرات، والبرکات، منبع المکارم والحسنات، اپنے جدِ امجد حضرت عمر رضی بن خطاب رض کی طرح ناطق بالحق والصواب بعض احوال اور اوضاع و اطوار کا ذکر ہے آپ کے شیخ کامل و مکمل، صابر متحمل، شاکر متجمل، مجدد وقت غوث الدہر عالم و عارف، جناب قطب العالمین، غوث المحققین برہان المتاخرین شیخ الاسلام والمسلمین۔ ارشاد الانبیاء والمرسلین ہیں یعنی سیدنا و شیخنا و قبلتنا و امامنا و مولانا حضرت شیخ فضل احمد معصومی معروف بہ حضرت جیو صاحب قدس سرہ العزیز اور آپ کی اولاد کبار اور خلفائے عظام کا بیان ہے۔ اللہ ان کی تعداد زیادہ کرے معلوم ہو کہ بارہا اس کمترین خادم کے دل میں خیال پیدا ہوتا کہ بقدر طاقت اس بارے میں بیان کیا جائے تاکہ آپ کے دوستوں اور مریدوں کے دل کی تسلی کا سبب ہو کثرت علائق اور ہجوم خلائق کے

باعث یہ اہم کام مؤخر ہوتا رہا لیکن کل امر مرہون باوقاتہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے کے مطابق اس امروز و فردا کی کیفیت ختم ہوئی۔

دوران مبارک ایام میں کہ ۱۲۴۰ھ ہے، اچانک جناب عمدۃ السالکین زبدۃ الکاملین، قدوۃ المحققین، اسوۃ المدققین۔ برہان الولایۃ المحمدیۃ، حجۃ الشریعۃ المصطفویۃ، مخدوم اکرم، شیخ اعظم صاحب الجود والکرم۔ جامع الکمالات، مستجمع الحسنات، موردِ جذبات الٰہیہ، مہبطِ عنایات الامتناہیہ، بحر تعرق و معقولات و منقولات کی موجوں کے غواص، تصوف، منطق اور الٰہیات کی باریکیوں میں غور و خوض کرنیوالے سیدنا و مولانا و مخدومنا و مطاعنا الکریم ابن الکریم ابن الکریم یعنی قطب برحق حضرت شیخ فضل حق جیو صاحب ملقب بہ حضرت میاں اولیاء (اعلی اللہ شانہ فی الکونین وسلمہم اللہ تعالےٰ سبحانہ عن الآفات والبلیات فی الدارین والملوین) جو حضرت قدس سرہ کے فرزند ارجمند اور جانشین ہیں حضرت خواجگان اور ماوراء النہر کے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے کیونکہ حضرت امیر المومنین سید امیر حیدر سلطان خلد اللہ ملکہ، و سلطانہ نے ان سے درخواست کی تھی کہ آپ کے ملاقات کا شوق اور دیدار کی آرزو ہے۔ حضرت ختم الخلافۃ، اور ام البلاد بلخ کے حضرات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ اسی اثنا میں اس فقیر کو ازراہ شفقت حکم دیا کہ یہ مقامات جو محل الہامات ہیں ادھورا نا تمام پڑے ہیں ان کو لکھو اور اس کے پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرو۔ اگرچہ اس ناکارہ حقیر کو اس کی مجال نہ تھی کہ اس اہم کام کا دم بھرے اور اس بے نظیر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے لیکن المامور معذور (مامور معذور ہے) کے مصداق بقدر امکان زیادتی اور کمی کے بغیر جو کچھ آپ کی صحبت میں مشاہدہ کیا تھا اور جو کچھ ثقہ حضرات سے سنا تھا سب کو احاطۂ تحریر میں لے آیا۔

انشاءاللہ آپ کا ذکر باغ سے بہتر اور مریدوں کے لئے اس عالی مرتبت کی گفتگو تمام چیزوں سے بہتر ہوگی۔ وباللہ التوفیق ؎

للہ الحمد ہر آن نقش کہ خاطر می خواست　　　　آمد آخر زپس پردۂ تقدیر برون

(اللہ کا شکر ہے کہ دل جس نقش کو چاہتا تھا وہ آخر پردۂ تقدیر سے باہر نکلا۔

پہلا باب
سلسلۂ نسب شریف کا ذکر

قطب عالم حضرت شیخ فضل احمد معصومی جو حضرت جیو صاحب (قدس سرہ) کے لقب سے ملقب ہیں آپ کا اصلی نام حضرت شاہ میاں غلام محمد ہے جنہوں نے بعد میں الہام ربانی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہا شفقتوں اور التفات کی وجہ سے فضل احمد کا خطاب پایا اور اسی نام اور لقب سے انس وجان کے درمیان شہرت پائی۔ ے

سر و گر ش ننویسم تخلص والقاب ۔۔۔۔ یہ ماہتاب چہ حاجت شب تجلی را

(اگر میں ان کا تخلص اور القاب نہ لکھوں تو پھر مناسب ہے کیونکہ تجلیؔ کی رات کے لئے ماہتاب کی ضرورت ہی کیا ہے۔)

آپ حضرت شیخ شہید اکبر عمدۃ الواصلین قدوۃ العارفین ابوداؤد حضرت شیخ نیاز احمد قدس سرہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور یہ قدوۃ المحققین، غوث السالکین حضرت میر صفر احمد بن سید العاشقین حضرت شیخ محمد فضل اللہ بن عامل الحسنات النوادر حضرت شیخ عبد القادر بن عارف الیقین حضرت شیخ محمد امین بن کاشف اسرار الخلاق حضرت شاہ عبد الرزاق (حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے بڑے بھائی) بن عارف باللہ الصمد حضرت شیخ عبد الاحد بن قدوۃ الواصلین حضرت شیخ زین العابدین بن سراج السالکین ومنہاج العابدین حضرت شیخ عبد الحی بن حضرت شیخ محمد بن شیخ الاسلام حضرت شیخ حبیب اللہ بن عارف الکامل حضرت شیخ امام رفیع الدین احمد بن شیخ الاسلام حضرت خواجہ نصیر الدین احمد بن قطب الاولیاء حضرت خواجہ سلیمان بن حضرت خواجہ یوسف بن حضرت خواجہ اسحاق بن حضرت خواجہ عبد اللہ فاروقی بن حضرت خواجہ شعیب فاروقی بن امیر الامراء والخافقین حضرت خواجہ شہاب الدین احمد الملقب بہ فرخ شاہ کابلی بن حضرت خواجہ نصیر الدین بن

حضرت خواجہ سلیمان بن حضرت خواجہ مسعود بن حضرت خواجہ عبد اللہ الواعظ الاصغر بن حضرت خواجہ عبد اللہ الواعظ الاکبر بن حضرت خواجہ ابو الفتح بن حضرت خواجہ اسحاق بن حضرت خواجہ ابراہیم بن حضرت خواجہ ناصر بن حضرت عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین)۔ بن خطاب بن فضیل بن عبد العزّی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

واضح ہو کہ آنجناب علیہ الرحمۃ والد کی طرف سے فاروقی اور والدہ کی طرف سے سید ہیں۔ اس لئے کہ حضرت خواجہ ناصر بن حضرت عبد اللہ بن عمر کی والدہ حضرت امام حسنؓ کی صاحبزادی ہیں اس طور پر کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بعض اسلامی ممالک میں اپنی ولایت کے زمانے میں حضرت امام حسنؓ کی ایک صاحبزادی کو لیکر اپنے عقد میں لیا تھا جس طرح ان کے والد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم کو لیا تھا اور زید نامی فرزند کی ولادت ان سے ہوئی اور ان زید کو کوفہ میں غلطی سے قتل کر دیا گیا اور ان کی والدہ اُمّ کلثوم بھی قتل ہو گئیں۔ یہ خواجہ ناصر والدہ کی جانب سے حسنی سید ہیں (رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی آرزو تھی کہ میری اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جائیں اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک صاحبزادی یعنی حضرت ام کلثومؓ کو اپنے نکاح میں لائے لیکن ان سے کوئی اولاد باقی نہ رہی اس لئے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت امام حسنؓ کی صاحبزادی سے نکاح کیا جن سے حضرت ناصرؒ کی ولادت ہوئی۔ چنانچہ نسب کے اسی قصہ کو فتاوی تاتارخانی نے خوب بیان کیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی اولاد کا سید ہونا ثابت کیا ہے چاہو تو سولہویں فصل دیکھ لو (جس کا عنوان ہے) اَلْوَصِیَّۃُ لِاَوْلَادِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی عبارت یہ ہے)۔

وسئل الفقيه ابوجعفر عن رجل اوصى لاولاد رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر ابونصير ابن يحيى كان الوصية لاولاد الحسن والحسين ولاتكون لغيرهما فاما العمريةؓ فهل يدخلون فى هذه الوصية قال نصير الى كل من ينسب الى الحسن والحسين وينظر بهما يدخل فى هذه الوصية لانه كان للحسن بنت زوجت من ولد عمر رضى الله تعالى عنه نقل من فتاوى تاتارخانى فى كتاب الوصايا۔

ترجمہ

فقیہ ابوجعفر نے کسی آدمی سے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے متعلق پوچھا۔ جس پر ابونصیر بن یحییٰ نے بیان کیا، کہ یہ وصیت حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کے لئے تھی۔ یہ ان دونوں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لیکن عمرؓ کی اولاد اس وصیت میں داخل ہو سکتی ہیں۔

پھر کہا۔ ہر وہ شخص کو جس کی نسبت حضرت امام حسن اور امام حسین علیہ السلام سے ہوتی ہے۔

ان دونوں کے لئے اس وصیت کی امید کی جا سکتی ہے۔

جب کہ امام حسن کی دختر زوجہ حضرت عمرؓ سے حضرت ناصرؓ کی ولادت ہوئی ہے۔

نیز ان عالی مرتبت حضرات کی رشتہ داریاں اور سادات عالی صفات کے ساتھ ان کے تعلقات بہت رہے ہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اسلاف ہوں یا اخلاف سبھوں میں یہ رشتہ داریاں پائی جاتی ہیں۔ حضرت جیو صاحب کی والدہ ماجدہ عارفہ صالحہ اور عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ اور ان کی وفات ۱۲۸۲ھ میں ہوئی جو شہر پشاور میں مدفون ہیں۔ یہ حضرت شاہ محمد رسا بن حضرت خواجہ محمد پارسا بن مروج الشریعت حضرت شیخ سعید اللہ بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی امام ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ احمد سرہندی بن حضرت مخدوم عبدالاحد بن حضرت شیخ زین العابدین قدس اللہ ارواحہم کی صاحبزادی ہیں۔

نیز حضرت جیو علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فقیر فضل احمد حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبند بن عروۃ الوثقیٰ حضرت شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کا بیٹا ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ فقیر عارف زکی حضرت شیخ محمد تقی بن دلیل اللہ حضرت شیخ عبدالاحد (ملقب بہ میاں گل) بن خازن الرحمۃ حضرت شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کی لڑکی کی لڑکی کا لڑکا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ ہمارے دادا حضرت شیخ میر صفر احمد قدس سرہٗ عروۃ الوثقیٰ حضرت شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بیٹی کے بیٹے ہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ میرے والد حضرت ابوداؤد دنیاز احمد، حضرت شیخ محمد صبغت اللہ (ملقب بہ قیوم زمان) بن عروۃ الوثقیٰ حضرت شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ (قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم) کی بیٹی کے بیٹے ہیں۔

دوسرا باب

سلسلہ طریقت کا بیان

حضرت شاہ فضل احمد معصومی رحمۃ اللہ ابتداء ہی طریقت نقشبندیہ میں اپنے نانا قطب عالم حضرت شاہ محمد رسا قدس سرہ کے مرید تھے۔ اور شب و روز ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور اس قدر آداب ملحوظ رکھتے تھے کہ ان کے سامنے بیٹھتے بھی نہ تھے اور نہ کسی اور طرف التفات کرتے تھے۔ اور آپ کی کام خدمت گزاری مثلاً وضو کے لئے پانی کا اہتمام اور اس کے علاوہ دیگر کام اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ عشاء کی نماز ہائی رات میں جماعت سے ادا کر کے گھر چلے جاتے۔ اور تہجد کی نماز آپ کے ساتھ آکر ادا فرماتے۔ رات کو قیام میں اور دن کو روزہ کی حالت میں گزارتے۔

کثرت اسباب کے باوجود تمام ظاہری اسباب معیشت کو ترک کر دیا تھا۔ چوبیس ہزار کا خریدا ہوا ایک دیہات جو ترکہ میں ملا ہوا تھا علاوہ ازیں دیگر سامان سب کو چھوڑ چھاڑ کر مرشد کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ ان کی نیک بیوی نے پہلے تو بار بار کہتی رہیں کہ جب آپ کو اللہ تعالےٰ کی اس قدر محبت تھی تو مجھ سے عقد کیوں کیا تھا کسی وقت بھی آپ عبادت سے فارغ نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن آخر کار آپ کی ایسی کشش ہوئی کہ خود بھی ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگیں۔ اور اپنی اس بات پر مغفرت طلب کرتی تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ پیر کی محبت اس قدر غالب تھی کہ جب کبھی آپ لعاب دہن پھینکتے تھے تو جی کہتا تھا کہ اپنے منہ میں لے لوں میں نے بارہا اس آرزو کا اظہار کیا لیکن اجازت نہیں ملی۔

حضرت شاہ محمد رسا کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبداللہ بخاری ملقب بہ حضرت میر صاحب سے قادریہ و چشتیہ طریقہ کی تحصیل کی جو حضرت دلیل اللہ ابن عبدالاحد حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر نے میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خدمت بہت زیادہ کی ہے اور یہ ساری برکتیں مجھے حاصل ہوئی ہیں سب آپ ہی کی توجہ اور صحبت کا اثر ہے۔ اور جناب حضرت شاہ محمد رسا صاحب علیہ الرحمۃ اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد پارسا کے والد بزرگوار کے مرید تھے۔ اور انھوں نے اپنے والد شیخ عبید اللہ اور اپنے چچا حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ سے اجازت حاصل کی ہے۔ اور ان دونوں بزرگوں نے اپنے عالی مرتبت والد یعنی عروۃ الوثقیٰ حضرت شیخ محمد معصومؒ سے اجازت حاصل کی ہے۔ اور آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اجازت حاصل کی ہے۔

آنجناب کو طریقہ نقشبندیہ قادریہ اور چشتیہ میں ان مذکورہ بالا بزرگوں سے اجازت حاصل تھی۔ اور ساتھیوں کو ان تینوں طریقوں کو تعلیم دیتے تھے لیکن نقشبندیہ طریقہ کی تعلیم زیادہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس فساد کے زمانہ

میں اور عہد نبوت سے دوری کے باعث اس طریقہ عالیہ کی تعلیم دوسرے طریقوں کے اعتبار سے زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے۔ کیونکہ شریعت کی پابندی اور اتباع سنت اس طریقہ میں دوسرے طریقوں سے زیادہ کامل طور پر موجود ہے۔ اور معلوم ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ پیروی کرے گا اسی قدر اس کو کمال حاصل ہوگا اور جس قدر کم پیروی کرے گا اسی قدر کم کمال حاصل ہوگا اور جو شخص پیروی ہی نہیں کرے گا اس کو کوئی کمال حاصل نہ ہوگا۔ ؎

رُباعی

احکام شریعت است چوں شارع عام ٭ بیروں مرو از راہ شریعت یک گام
ہر کس کہ سر از حکم شریعت پیچد ٭ در مذہب اہل معرفت نیست تمام

(ترجمہ) احکام شرعیہ شارع عام کی طرح ہیں اس لئے راہ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہ رکھ جو شخص شریعت کے حکم سے سرتابی کرتا ہے وہ اہل معرفت کے مذہب میں کامل نہ ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پہلے طریقہ چشتیہ میں شیخ ہوئے ہیں اور حضرت شیخ رکن الدین غزنوی کے مرید تھے جنہیں طریقہ چشتیہ میں اجازت حاصل تھی انہوں نے حضرت شیخ محمد ابن شیخ محمد عارف سے اور انہوں نے اپنے دادا بزرگوار حضرت شیخ احمد بن شیخ الحق سے اور انہوں نے حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی سے اور انہوں نے حضرت شیخ علاء الدین علی ابن احمد صابر سے اور انہوں نے حضرت شیخ فرید الدین مسعود شکر گنج سے اور انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی دہلوی سے اور انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین السنجری چشتی اجمیری سے اور انہوں نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے اور انہوں نے حضرت حاجی شریف زندنی سے اور انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے اور انہوں نے حضرت شیخ احمد جی (ملقب بہ زندہ پیل) سے اور انہوں نے اپنے والد سید ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے اور انہوں نے حضرت شیخ ابو محمد چشتی سے اور انہوں نے حضرت شیخ ابو اسحاق شامی سے اور انہوں نے

شیخ علی دینوری سے اور انھوں نے حضرت شیخ ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے
حضرت شیخ حذیفہ مرعشی سے اور انہوں نے حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی سے
اور انہوں نے حضرت خواجہ شیخ فضیل بن عیاض کوفی سے اور انہوں نے حضرت
شیخ عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے امام التابعین حضرت شیخ حسن بصری سے اور
انہوں نے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ و امتہ وبارک وسلم سے اجازت حاصل کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ سلسلہ چشتیہ میں سلوک
کی تکمیل اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر کی اور اجازت حاصل کر کے طریقہ
قادریہ کو حضرت شاہ اسکندر قدس سرہ سے حاصل کیا اور ان سے رخصت و اجازت
ملی۔ اس طور پر کہ طریقہ قادریہ حضرت شاہ سکندر سے انہوں نے اپنے دادا اور
شیخ سید شاہ کمال کیتھلی سے اور انہوں نے اپنے شاہ فضیل سے اور انہوں نے
اپنے شیخ سید شاہ گدائے رحمٰن ثانی سے اور انہوں نے اپنے شیخ شمس الدین
ثانی عارف سے اور انہوں نے اپنے شیخ سید شاہ گدائے رحمٰن کبیر اول بن سید
شاہ ابوالحسن سے اور انہوں نے اپنے شیخ سید شمس الدین صحرائی سے اور انہوں
نے اپنے شیخ سید عقیل سے اور انہوں نے اپنے شیخ سید بہاء الدین سے اور
انہوں نے اپنے شیخ شاہ عبدالرزاق سے اور انہوں نے اپنے شیخ اور والد
بزرگوار حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم
اجمعین کے دست مبارک سے خرقہ پہنا۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو سلسلہ طریقت دو طریقوں سے حاصل
ہے۔ ایک اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ ابوصالح سید موسیٰ (ملقب بہ جنگی دوست)
سے اور ان کو اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبداللہ سے اجازت حاصل ہے اور انہوں
نے اپنے والد ماجد حضرت سید یحییٰ زاہد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت
سید داؤد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت موسیٰ سے اور انہوں نے اپنے

والد بزرگوار حضرت سید عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت سید
موسیٰ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت سید حسن مثنیٰ سے انہوں نے
اپنے عالی مرتبت والد بزرگوار حضرت امام حسنؓ سے اور انہوں نے اپنے والد
ماجد امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ
اور حضرت امیر و حضرت زہرا علیہم التحیۃ والثنا نے حضرت سید المرسلین و خاتم
النبیین علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات سے رخصت و اجازت حاصل کی ہے۔

دوسرا سلسلہ طریقت یہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ نے حضرت شیخ
ابوسعید مبارک بن علی مخزومی کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور اجازت حاصل
کی اور انہوں نے حضرت شیخ ابوالحسن بن محمد بن یوسف القرشی سے اور انہوں
نے حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی سے اور انہوں نے حضرت شیخ ابوالفضل
عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر شبلی سے
اور انہوں نے سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی کے دست حق پرست
سے اور انہوں نے حضرت شیخ سری السقطی کے دست مبارک سے اور
اور انہوں نے حضرت شیخ معروف کرخی کے دست مبارک سے۔ اور ان کا سلسلہ
نسب تصوف میں دو طرف سے ہے ایک حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا
رضی اللہ عنہ سے جن کا ذکر انشاء اللہ اس کے بعد ہوگا۔ دوسرے حضرت امام
داؤد طائی سے کہ انہوں نے حضرت حبیب عجمی کے دست حق پرست سے
خرقہ پہنا اور اجازت حاصل کی۔ اور انہوں نے امام التابعین حضرت شیخ حسن
بصری کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم
اللہ وجہہ کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے دست حق پرست سے اجازت حاصل کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کچھ دنوں کے بعد زیارت حرمین
شریفین زادھما اللہ تشریفاً و تکریماً) اپنے وطن مالوف سرہند سے دہلی پہنچے

اور انہوں نے حضرت خواجہ عارف ریوگری بخاری کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت خواجہ خواجگاں جہاں خواجہ عبدالخالق غجدوانی بخاری قدس سرہ اللہ تعالے ارواحہم کے دست مبارک سے حاصل کیا۔

حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس اللہ تعالے سرہٗ نے اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ بہاء الدّین نقشبند (قدس اللہ سرہ) کو طریقت میں حضرت شیخ طریقت خواجہؒ بابا سماسی سے فرزندی کی قبولیت حاصل ہے جو حضرت عزیزاں خواجہ علی رامتینی کے خلفا میں سے ہیں اور وہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے خلفاء میں سے اور یہ حضرت خواجہ عارف ریوگری کے خلفاء میں سے اور یہ حضرت خواجہ عبدالخالق کے خلفاء میں سے تھے (قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم) اور انہیں نسبت ارادت وصحبت اور آداب سلوک اور تلقین ذکر حضرت سید امیر کلاں کی خدمت میں ہوئی۔ جو حضرت محمد بابائی مذکور کے خلفاء میں سے ہیں۔ لیکن ہمارے خواجہ قدس اللہ تعالیٰ روحہ کی سلوک میں تربیت حقیقت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کی روحانیت سے ہے۔ جیسا کہ مختصراً بیان ہوا اور حضرت خواجہ عبدالخالق مذکور امام ربانی شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کے خلفا میں سے تھے۔ اور خواجہ یوسف ہمدانی کو تصوف میں انتساب شیخ طریقت حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسی سے ہے جو کبار مشائخ خراسان میں سے ہیں اور حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت علم باطن میں ان سے ہوئی۔ اور حضرت ابو علی فارمدی مذکور کو تصوف میں دو طرف سے نسبت حاصل ہے ایک تو شیخ بزرگوار حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی طوسی سے ہے جن کا سلسلہ مشائخ تین واسطوں یعنی شیخ ابو عثمان مغربی اور شیخ ابو علی کاتب اور شیخ ابو علی رودباری قدس اللہ تعالے اسرارہم کے ذریعے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے شیخ ابو علی فارمدی کو تصوف میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ سے نسبت حاصل ہے جو کہ اپنے زمانہ کے قطب اور مشائخ کے پیشوا

اور دہلی کے قریب کوٹلی فیروز نامی ایک مقام پر حضرت خواجہ محمد باقی نقشبندی احراری قدس سرہ کی ملاقات اور ارادت سے مشرف ہوئے۔ اور اس دربار عالی سے طریقہ سینہ نقشبندیہ سے نسبت حاصل کی۔ تین بار آپ کے بابرکت صحبت میں پہنچے۔ اور ان کی ہدایت و عنایت کے انوار کے آثار ادیسی ہونے کے باوجود حاصل کئے ہیں جو کچھ کہ حاصل کئے ہیں۔ (بیت)

کار نہ این گنبد گرداں کند ٭ ہر چہ کند ہمت مرداں کند

(یہ گنبد گرداں یعنی آسمان کا کام نہیں جو کچھ کرتا ہے ہمت مرداں کرتا ہے)

دامن مردے تو بہ مردی بگیر ... میر اگر گفت دراں دم بمیر

(کسی مرد کا دامن مردانگی سے پکڑ اگر وہ کہے کہ مرجا تو اسی دم مرجا)

تاکہ شوی زندۂ جاوید از آں ... باہمہ گاں قبلہ امید از آں

(تو اس کی وجہ سے زندہ جاوید ہو جائے گا اور سب ہوں کا قبلہ امید ہو جائے گا)

واضح ہو کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں مجاز و مرخص اور خلیفہ ہوئے ہیں۔ اور حضرت خواجہ محمد باقی الدہلوی البلخی السّمرقندی قدس سرہٗ کے دست حق پرست سے۔ اور انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگی الیکشی کے دست مبارک سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد درویش سے اور انہوں نے حضرت مولانا محمد زاہد وخشواری کے دست مبارک سے اور انہوں نے اپنے شیخ بزرگوار ناصر الملۃ والدّین خواجہ عبید اللہ احرار شاشی ثم سمرقندی کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت امام ہمام مولانا یعقوب چرخی غزنوی ثم حصاری کے دست مبارک سے اور انہوں نے خواجہ بزرگ بہاءُ الحق والدّین محمد بن محمد نقشبند بخاری کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت سیّد امیر کلال بخاری کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت خواجہ بابا محمد سماسی بخاری کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت عزیزان خواجہ علی رامتینی بخاری ثم خوارزمی کے دست مبارک سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی بخاری کے دست مبارک سے

تھے۔ چونکہ ان گذشتہ زمانوں میں دولت حقیقی کے مالک اور کاملین اور سالکین کثرت سے موجود تھے اور آخر زمانہ میں کبریت احمر سے بھی زیادہ کم اور قیمتی ہو گئے۔

ایک وقت تھا کہ طالبان صادق بزرگانِ دین اور مقتدائے اہل یقین میں سے کسی ایک کی صحبت و پیروی کر کے ان کی روحانیت کا مرغ بیضہ بشریت سے ان بزرگوں کے تصرفات کے ذریعے باہر آجاتا۔ اور بہت سے دیگر کامل اور مکمل بزرگوں سے تربیت حاصل کرتے اور ان کی خدمت کا شرف و سعادت کی دولت پاتے اور علوم و معارف کے انوار و احوال ان سے اخذ کرنے اور تصوّف و علم باطن میں ان کا انتساب روز افزوں ہوتا۔ شیخ شہید مجد الدین بغدادی نے اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ علم باطن کے سند میں واسطہ جتنا زیادہ وہ اسانید زیادہ عالی ہیں۔

اس لئے کہ مشائخ عظام قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم جو کہ انوار حقیقت کو مشکوٰۃ نبوت سے اخذ کرتے والے ہیں جس قدر ان کے بواطن کا اجتماع زیادہ ہوگا اسی قدر اس کے واسطہ سے طالب کے لئے راہ زیادہ روشن ہو گی کہ نورٌ علیٰ نور یہدی اللہ لنورہٖ مَنْ یَّشَاءُ (نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے)

اسی لئے تمام مشائخ رحمہم اللہ تعالےٰ کا اتفاق ہے کہ حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ کہ اکثر مشائخ کا سلسلہ ان سے ملتا ہے ان کو دو طرف سے نسبت باطنی حاصل ہے ایک حضرت امام داؤد طائیؒ سے کہ ان کو نسبت حضرت شیخ حبیب عجمیؒ سے ہے اور ان کو حضرت شیخ حسن بصریؒ سے ہے اور ان کو بلا واسطہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہے دوسرے اس علم میں حضرت شیخ معروف کرخیؒ کو حضرت امام علی رضا بن حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما سے نسبت حاصل ہے اور ان کا طریقہ اہل بیت کا طریقہ ہے کہ ابا عن جد متوارث ہے رضی اللہ عنہم) جیسے کہ مشہور ہے۔ اور کبار اقتت علم ظاہر و علم باطن کے لحاظ سے سلسلہ اہل بیت کو اس کی عظمت و شرافت اور نفاست کی بنا پر سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کو تصوف میں سلطان العارفین حضرت شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ سے نسبت حاصل ہے اور ان کی تربیت سلوک میں حضرت شیخ ابو یزیدؒ کی تربیت سے ہے۔ شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ ابو یزید کی وفات کے ایک زمانہ کے بعد ہو گئی۔ اور شیخ ابو یزید کو تصوّف میں نسبت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے اور ان کی بھی تربیت حضرت امام جعفر کی روحانیت سے ہوئی سے ہوئی اور نقل صحیح سے ثابت ہے کہ شیخ ابو یزید کی ولادت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو علم باطن میں نسبت دو طرف سے ہے۔ ایک اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور حضرت امام محمد باقر کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ہے اور امام زین العابدین موصوف کو اپنے والد بزرگوار سید الشہداء حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت حاصل ہے۔

دوسرے حضرت امام جعفر صادق کو علم باطن میں نسبت اپنے نانا قاسم بن محمد بن امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اور قاسم بن محمد کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں اور علم ظاہر و باطن کے ساتھ آراستہ ہیں۔ اور قاسم بن محمد مذکور کو علم باطن میں حضرت سلمان فارسیؓ سے نسبت ہے اور حضرت سلمان فارسیؓ کو باوجود اس کے کہ صحابیت کا شرف حاصل تھا اور باوجود اس کے کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَہْلَ الْبَیْتِ (سلمانؓ ہم اہل بیت میں سے ہے) کے شرف سے مشرف ہیں لیکن ان کو علم باطن میں نسبت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت صدیقؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہے اور اسی طرح تمام اہل تحقیق اس پر متفق ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے ان خلفا سے بھی جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے مقدم تھے نسبت باطنی کی تربیت حاصل کی ہے یہاں تک بغیر کمی بیشی کے رسالہ قدسیہ کی عبارت درج

کی گئی ہے جو برکت اور تائید کے لئے پیش کی گئی ہے واضح ہو کہ ہمارے حضرت جیو صاحب قدس سرہ کو تصوّف اور علم باطن میں ان عزیزانِ موصوف سے تربیت کے باوجود اپنے دادا بزرگوار حضرت مجدّد الف ثانی اور جناب عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم قدس سرّہ کی روحانیت سے بھی تربیت حاصل ہوئی ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جیسا کہ اس فقیر نے بارہا اس بات کو حضرت جیو صاحب علیہ الرحمۃ الرّضوان کے زبان مبارک سے سنا ہے۔ اسی لئے فضل احمد معصومی کا خطاب ملا ہوا تھا کیونکہ ایک تو نسب بھی ان سے ملتا ہے اور آپ کا سلسلہ طریقت بھی ان سے ملتا ہے جو عجوبہ روزگار تھے۔ (بیت)

تو بصد ناز ہر کوچہ برون می آئی	من بیک چشم کجا ایں ہمہ راہ گیرم

(تو سینکڑوں ناز کے ساتھ ہر کوچہ سے نکلتا ہے میں ایک آنکھ سے تیرا کون کونسا راستہ پکڑ لوں)

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ رحمۃً واسعۃً دائمۃً وسرمدیۃً

تیسرا باب

حضرت جیو قدس سرہ کے احوال

اجمالی طور پر جاننا چاہیئے کہ حضرت جیو صاحب قدس سرہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے کبار مشائخ روزگار اور اپنے زمانہ کے بزرگان عظام میں سے تھے۔ ابتدائی عمر سے آخر عمر تک شریعت پر استقامت اور اتباع سنت کی توفیق آپ کے شامل حال تھی جو کہ اس گروہ کے نزدیک سب سے بڑی کرامت ہے اس کار کثیر الاعتبار میں عظیم الشان کے مالک تھے۔ شریعت پر ثابت قدمی، سنت کی بجا آوری اور بدعت سے اجتناب اگرچہ حسنہ ہی ہو۔ آپ کے مثل اس زمانہ میں کم دیکھا گیا۔ حقائق و دقائق اور اس گروہ کے معارف و ظرائف میں بے مثل اور ضرب المثل تھے۔

توئی کان نمک ما و شور بختان	خدا ایں داد ما را و ترا آں
(تو نمک کی کان ہے اور ہم شور بخت ہیں	خدا نے ہم کو یہ دیا اور تم کو وہ)
ثنایت قوّتِ گفتار کس نیست	جمالت طاقتِ دیدار کس نیست
(تیری ثنا کسی کے قوت گفتار میں نہیں ہے	تیرے جمال کے دیدار کی طاقت کسی کو نہیں ہے)
ثنائے موٗت در عالم نہ گنجد	چہ جائے فہم و وہم آں نہ گنجد

(تیرے بال کی تعریف عالم میں نہیں سما سکتی کیونکہ وہاں فہم کی گنجائش بھی نہیں ہے) آپ القاب سے مستغنی اس درگاہ خداوندی کے ان بندوں میں سے تھے جن کو حضرت خداوندی کے خوف و خشیت اور ہیبت نے خاموش کر دیا تھا۔

اور بمصداق من صمت نجٰی (جو خاموش رہا اس نے نجات پائی) کلام اور

گفتگو سے باز رہتے تھے حالانکہ اللہ تعالےٰ کے متعلق کلام اور گفتگو میں فصحا و بلغا کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے اور اس کی بقا کے تصوّر سے اپنے آپ سے فنا ہو گئے تھے۔ اور فکر کے تیشہ کے ذریعے ظلم ہیشہ نفس کے پودے کو اپنے مبارک دل کے باغیچے سے اکھاڑ پھینکا تھا اور حق سبحانہٗ کا حضور دائمی حاصل تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا آپ کو کسی سے انس نہ تھا۔ اور آپ کے خُلقِ عظیم کا یہ حال تھا کہ بجز اللہ تعالےٰ سبحانہٗ کی ذات کے تصوّر کے اور کوئی تصوّر نہ تھا۔ اور اس کی صفات لی جہات کی فکر کے علاوہ اور کوئی فکر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کلّی رکھتے تھے اُس سے اُسی کو طلب کرتے تھے۔ بات اُسی کی کرتے تھے اُسی سے بات کرتے تھے اُس کے ساتھ رہتے تھے۔ اُسی کے ساتھ جینا تھا اور اُسی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

بیخود مست بوئیت سحر از جا خیزد　　ای گل سوری عاشق بتو فردا خیزد

ہوائے سحر تیری خوشبو سے مست بیخود اپنی جگہ سے اٹھے گا
اے اور گل سوری اس ہوا کی وجہ سے تجھ پہ عاشق کل اٹھے گا

آنجناب قدس سرہ کو اضطراب تھا بے سکون اور سکون تھا بے اضطراب، صحیح نظر کے مالک تھے بصر بینا کی قوت کے بغیر، زبان تھی فصیح بے ست زبان گویا عشق تھا کامل، شوق تھا بے اندازہ، فراست صادقہ حاصل تھی۔ کرامت بے حد استقامت اور طاعت وسعادت بے نہایت کے مالک تھے۔ اور دنیا والے اور مالدار لوگ آپ کی نگاہ بصارت اور چشم بصیرت میں بمصداق مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نہ نگاہ بہکی ہوئی اور نہ ہٹی) خوار و بے اعتبار تھے۔

اور آپ کی نظر حق بین میں ان میں اور ان سے کمتر لوگوں میں کوئی فرق نہ تھا بادشاہ و گدا، سلطان و دہقان کے درمیان آپ کے دربار عالی میں برابر تھے۔ آنجناب اہل محبت میں اشرف تھے اور حق تعالےٰ کی دوستی میں آلِ مودّت میں سے تھے اور آپ کو اس کی خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہے اور کون ہے؟

بیخبر زانکہ در نشیمن بود　　آدمی ہست و عالمی موجود

(اس سے بے خبر کہ نشیمن میں آدمی ہے اور ایک عالم موجود ہے)

"الخیر فی ما صنع اللہ" (اللہ جو کچھ کرے اسی میں خیر ہے) کے مطابق توکل پر آپ کا عمل تھا۔ "لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ" (میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے) کے رازدار تھے، کشفِ صریح، الہام صحیح، فراست کاملہ، کرامت شاملہ قوتِ باطن، استقامتِ ظاہر، معرفتِ نور، نورِ معرفت، سرِّ ظہور، ظہورِ سرّ، عینِ عیاں، عیانِ عین اور دیدۂ یقین رکھتے تھے جن کے معانی اہل رمز و معانی کے نزدیک الگ الگ ہیں۔

مختصر یہ کہ ہر متقی کو جو کچھ خیر و سعادت اور توفیق و استقامت اور حال و مقام حاصل تھے۔ وہ سب آپ میں بدرجہ کمال موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود تشنہ لب تھے اور "ہَلْ مِنْ مَّزِیْد" کہتے تھے اگرچہ ساتوں سمندر پی لیا تھا۔ اس لئے ہمیشہ حزن اور فکر میں مبتلا اور غمزدہ رہتے تھے۔

(بیت)

ہفت دریا در کشیدہ ایں نہنگ　　بازمی گوید نخوردم ہیچ آب

(ساتوں دریا پی کر یہ گھڑیال کہتا ہے کہ میں نے کچھ بھی پانی نہیں پیا)

اپنے اوقات شریف کو ہمیشہ وظائف و عبادات میں رسم و عادات کی آمیزش کے بغیر مصروف رکھتے تھے اور عزیمت کے سوا رخصت پر عمل نہیں کرتے تھے۔ مسائل میں ضعیف قول اور اختلافی فتوی پر عمل نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ دینی مسائل کی تحقیق اور عزیمت کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔

اور آپ کی خاص مجلس میں اکثر بلکہ ہمیشہ بڑے بڑے علماء (مثلاً حافظ دراز پشاوری، حافظ محمد عظیم واعظ پشاوری وغیرہ) حاضر رہتے، آپ کے ساتھ دینی علوم میں مباحثہ کرتے اور سنتے تھے۔ اور مشتاق رہتے۔ آپ خود بھی ان لوگوں سے گفتگو اور مناظرہ کرتے اور صحیح صورت معلوم کرنے کے لئے تحقیق کرنے کے اور علم و تقویٰ اور زہد و عمل خیر سے بلند درجات کے حصول

کے سوا آپ کا کوئی مقصد نہ تھا. ورنہ برسوں بیحد و بے انتہا اتنے مجاہدات سہئے تھے کہ اس وقت کے بزرگوں اور درویشوں کے بس کا نہ تھا کہ اس کا عشر عشیر بھی بجا لاتے اور کام کرتے بجز ان کے جن کو اللہ چاہیے ظاہر تقوٰی (جس سے مراد ہے تمام حدود اللہ کی محافظت) اور باطن تقوٰی (جس سے مراد ہے نیت اخلاص اور مجاہدہ و معاملہ اور مشاہدہ) آپ میں پورے طور پر موجود تھا. (بیت)

نماند ہیچ عبادت کہ کردی از سر صدق خدا جزا بدہد مر ترا بہشت و لقا

(کوئی عبادت نہیں رہ گئی جو آپ نے صدق سے نہیں ادا کی خدا آپ کو بہشت و دیدار عطا کرے)

بے شک و بے شبہ اللہ تعالےٰ نے جو کریم وہاب ہے آپ کو اس زمانہ میں مقام اعلیٰ اور کامل مرتبہ عطا فرمایا تھا. متفقہ طور پر آپ اس زمانہ میں قطب علی الاطلاق اور غوث بالاستحقاق تھے اور مشرق و مغرب کے باشندے ہند سے روم تک اور بلخ و بخارا و بدخشاں سے کاشغر، فرغانہ تک کابل، قندھار و ہرات سے بلوچستان و کردستان اور مصر و شام و حجاز و عراق و یمن تک بے چون و چرا آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین جانتے تھے. آپ کی صحبت کو تریاق اکبر اور آپ کے انکار کو زہر ہلاہل اور سمّ قاتل سمجھتے تھے. آپ کی ذات ستودہ صفات کی بابرکت دعاؤں کے امیدوار اور آپ کے غضب سے ہراساں و ترساں رہتے تھے

آپ مذہباً حنفی، نسباً فاروقی، حسباً نقشبندی اور مجدّدی المنصب اور معصومی اللقب اور محمدی المشرب تھے (محمدی المشرب سے مراد اصطلاح تصوف میں وہ سالکین ہیں جنہوں نے سیر لطیفہ اخفٰی کو کمال تک پہنچایا ہو)

نیز آپ بحر دیانت کا سفینہ، اہل امانت کا سکینہ، دین و ملت کی آبرو کرامات کے محافظ، آئینہ مقامات، عالمِ ارض و سما کے آفتاب جہانتاب تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو انس و جن کی پریشانی ظلم

کو دور کرنے کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ اور خاص و عام کے دلوں میں آپ کی مقبولیت و عظمت بٹھا دی تھی۔ قطبیت کبریٰ اور غوثیت عظمٰی کے مرتبہ پر فائز کیا۔ ولایت صغریٰ کے درجہ سے بلند درجہ پر لے گیا اور درمیانی درجہ کے ساتھ مخصوص آپ کو مخصوص کیا اور اس صفت کے ساتھ آپ کو موصوف اور اس اسم کے ساتھ مسمّی اور مرسوم بنایا۔ اور مسلمانوں کے مخصوص گروہ یعنی علماء و فقہا و فضلا، سلاطین و خواقین اور امراء و خوانین بلکہ تمام مسلمانوں کو خواہ فقراء و غرباء اور مرد عورت ہوں اس نو آسمان کے نیچے تمام باشندوں کو آپ کے دربار عالی کی طرف متوجّہ کر دیا۔ اور آپ کا مدّاح و ثنا خوان بنا دیا۔ اور خواص و عوام کے دلوں کو آپ کی ہیبت کا مسخّر کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ قطبِ وقت، سلطان وجود، امام العابدین حجّۃ الصّالحین، روحِ معرفت، قلبِ حقیقت، سرّ اسرار، خلف ابرار، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارثِ کتاب اللہ، نائبِ رسول اللہ، وجود بحت نور صرف سلطان الطّریق، اہل طریقت مجدّد زمان، عروۃ الوثقی و قیوم زمان معصومِ دہر محبّتِ حق، سیّد و سند اور اکمل کاملینِ زمان، اور افضلِ الثقلئے عصر اور صاحب تمکین ہو گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و عن آبائہِ العظام و امّہاتہِ الکرام الیٰ یومِ القیام (اللہ تعالےٰ آپ سے اور آپ کے آباء عظام اور امّہات کرام سے قیامت تک راضی ہو)

چوتھا باب

ان بشارتوں کا بیان جو آپ کو عالم غیب سے ملیں اور وہ بشارتیں جو آپ نے دوسروں کو دیں۔

حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو ایک مرتبہ الہام ہوا کہ

یا فضل احمد غفرت لک و
لمن توسل بک بواسطۃ او
بغیر واسطۃ الی یوم القیامۃ

یعنی اے فضل احمد میں نے تجھ کو بخش دیا اور اس کو جو تجھ سے وسیلہ پکڑیں واسطہ یا بغیر واسطہ کے قیامت تک۔

بندۂ ضعیف کاتب حروف عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ یہ بات حق ہے اور یہ بشارت بزرگوں کو اور ان سے دوسروں کو صحیح ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص تیرا وسیلہ اختیار کرے اس طور پر کہ تمہارے گفتار و کردار اور احوال کو علم و عمل اور اخلاص کے لحاظ سے پورے طور پر بجا لائے اور اس پر قائم رہے اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو تو یقیناً مغفور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا (بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے) اور آیت کریمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اس کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرا) اور اس قسم کی آیات اس قسم کی مغفرت پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ محض دخول اور توسّل طریقت ہے اور اس کی وجہ سے بہت زیادہ امیدوار اور بے خوف ہے تو یہ خیال باطل ہے۔

چنانچہ یہ بشارت آپ کے جدّ بزرگوار امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کو بھی ملی تھی جیسا کہ رسالہ مبدأ و معاد میں آپ نے تحریر فرمایا ہے تبرّکاً اس عبارت کو بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

مِنْہَا وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ
ایں درویش روزی در حلقۂ یاران خود نشستہ بود و نظر بر خرابیہائے خود داشت و ایں نظر غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بے مناسبت تام باین وضع می یافت دریں اثنا بحکم مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ایں دور افتادہ را از خاک مذلّت بر داشتند و ایں ندا در سرّ او در دادند کہ غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلیّ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ و بتکرار باین معنی نواختند بحدیکہ گنجائش ریب نماند وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ وَکَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ کَمَا یَجْرِیْ۔ بعد ازاں بافشائے ایں واقعہ مامور ساختند
اگر پادشہ بر در پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن
اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ۔

ترجمہ

اور جو کچھ تیرے پروردگار کا تجھ پر انعام ہو تو اسے بیان کر دیا کر۔ یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا یہ فکر اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ اپنے آپ کو درویشی کی اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا اسی عرصہ میں بمصداق مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (یعنی جو اللہ کے لئے انکساری کرتا ہے خدائے تعالے اسے اور بلند فرما دیتا ہے) کارکنان قضا و قدر نے اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا اور زیادہ بلند کر دیا اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ اور اسی مضمون کو اس حد تک بار بار دہرانے کی نوازش فرماتے رہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اس نعمت پر حق تعالے سبحانہٗ کی بے شمار

حمد و ثنا ہے ایسی حمد و ثنا جو پاکیزہ ہو جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو اور درود و سلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر ایسا درود و سلام جو آپ کے شایان شان ہو اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کر دوں۔ گر آئے پادشہ بڑھیا کے در پہ نہ کر عیب جو تاے خواجہ اس پہ یقیناً تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔

نیز حضرت جیو صاحب فرماتے تھے کہ بیس سال سے آگے بڑھا تھا کہ قطب ارشاد تھا اور اب بارہ سال ہو گئے ہیں کہ مقام امامت میں ہوں اور اب چھ سال سے مقام وراثت میں ہوں اور وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ بسط زبان اور طیّ لسان مجھ کو اس درجہ حاصل ہے کہ اکثر اوقات روزانہ بارہ مرتبہ قرآن مجید پورا ختم کر لیتا ہوں کہ لفظ و معنی اور وقف میں کوئی تغیر نہیں ہونے پاتا۔ دوگانہ نماز کبیر میں روزانہ بارہ سو مرتبہ سورہ یٰسین اور جمعہ کے دن پندرہ سو مرتبہ دوسری آیتوں کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں۔ اور ختم کبیر کے وقت حلقہ میں تنہا ایک لاکھ مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پڑھتا ہوں۔ اور جب مؤذن نماز کی تکبیر کہتا ہے اور لفظ اللہ اکبر سے کلمہ شہادتین تک نہیں پہنچنے پاتا کہ فقیر ایک مرتبہ سورہ تبارک الذی کو پڑھ لیتا ہے اور کپڑا پہننے کے وقت آستین پہننے تک ایک بار سورہ یٰسین پڑھ لیتا ہوں۔ اور اس قسم کا بسط زمان مجھ کو بہت ہوتا ہے۔ جس وقت پشاور سے بخارا پہلی مرتبہ میں آیا تھا جب شغر نیک خلم میں پہنچا تو وہاں سے تاش قورغان تک میں نے ایک ختم کر لیا جبکہ مسافت تخمیناً ایک فرسنگ تھی دوسری مرتبہ جب میں بخارا آ رہا تھا تاش قورغان سے باغات نو تک جسکی مسافت آدھ کوس تھی ایک بار قرآن ختم کر لیا۔ اور تیسری اور چوتھی مرتبہ

جب میں پشاور سے بخارا آیا تو تاش قورغان سے باغات تک جو آدھ کوس یا اس سے بھی کم ہے سترہ بار میں نے قرآن ختم کر لیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے بسط زمان اور طئ لسان اس فقیر کو روزانہ بڑھتا جاتا ہے اور یہ بات آدمی کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی سے حاصل ہوتی ہے اور جب روح قوی ہو جاتی ہے تو جو کام لوگ برسوں میں نہیں کر سکتے ایک گھنٹہ میں وہ کام کر لیا جاتا ہے۔ لیکن لوگ میری اس بات کو قبول نہیں کرتے اور نہ اس پر یقین کرتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ کام بہت ہی آسان ہے اور دوسرے ایسے کام درپیش ہیں کہ اس کے اعتبار سے یہ کام فضول اور بحث سے خارج ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ آپ کے طیّ لسان کا لوگوں نے کئی بار تجربہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک دن میر غلام معصوم معروف بہ میر جیو جو آپ کے داماد اور خلیفہ تھے اور ان کا ذکر خلفا کے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر ہو گا ایک روز ایک محفل میں آنجناب کے کرامات و خوارق عادات کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس دوران آپکے بسط زبان اور طیّ لسان کا ذکر آیا کہ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو یہ کرامت عطا فرمائی تھی کہ دوگانہ کلاں میں روزانہ ظہر کی نماز کے بعد عصر کے اوّل وقت تک بارہ سو مرتبہ سورہ یٰسین اور جمعہ کے دن پندرہ سو مرتبہ پڑھ لیتے تھے۔ ایک شخص اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ حضرت جیو صاحب کے بارے میں اور باتیں جو کہی جاتی ہیں وہ تو تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ سورہ یٰسین کا پڑھنا تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ اس قدر پڑھنا اتنے قلیل وقت میں محال ہے لیکن اگر حضرت جیو صاحب میرے سامنے بلند آواز سے پڑھیں اور میں سن کر اسے شمار کر لوں تو پھر تمہاری بات کو سچا سمجھونگا۔ اور اگر صرف دعویٰ ہے تو پھر میں بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں روزانہ ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کر لیتا ہوں۔ میر جیو مذکور اس کی بات سنکر خاموش ہو گئے۔ اور اس واقعہ کو حضرت جیو کی خدمت میں عرض کیا اور کہا کہ اب میں اس شخص کے سامنے نظر نہیں ملا

سکتا ہوں گا۔ اسی صورت میں کہ میرے حضرت اس شخص کے سامنے بلند آواز سے پڑھیں تاکہ وہ سن لے اور شمار کرے۔

آنجناب نے اس کے جواب سے پہلوتہی کی لیکن جب میر جیو نے اس شخص کے بہت زیادہ انکار کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص مجھ فقیر کا انکار کرتا ہے تم کو اس انکار سے کیا غرض؟ آنجناب جس قدر اس بات سے انکار کرتے میر جیو کا اصرار اور بڑھتا جاتا۔ چونکہ آنجناب پر میر جیو کا پیرزادگی کا حق تھا اس لئے مجبوراً منظور کر لیا اور فرمایا کہ اس شخص کو نماز عصر کے بعد مسجد میں دوستوں کی محفل میں لاؤ۔ میر جیو یہ بات سُن کر پھول کی طرح کھِل گئے اور اس شخص کو نماز عصر کے بعد تین سے زائد یاروں کی محفل میں لے آئے۔ آنجناب نے حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ تسبیح ہاتھ میں لیکر درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلِّمْ سَو بار بلند آواز سے پڑھیں اور خود آنجناب بلند آواز سے سورہ لیٓس پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

اس طرح کہ تمام اہل محفل سُن رہے تھے اور وہ انکار کرنیوالا آدمی بھی سن رہا تھا اور شمار کر رہا تھا۔ اِدھر قاری نے سَو بار درود شریف پڑھا اُدھر آنجناب سورہ لیٓس گیارہ بار پڑھ چکے تھے اس طرح کہ لفظ، اعراب، اور وقوف میں کوئی تبدیلی نہیں آنے پائی۔ وہ انکار کرنیوالا آدمی اس کرامت کو دیکھ کر شرم کے مارے نمک کی طرح گھلا جا رہا تھا۔ آپ کے فارغ ہونے کے بعد وہ نادم اور تائب ہو کر آپ کے مریدوں اور حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ (بیت)

مشرق و مغرب بود یک گام او ۔۔۔ باد جانِ من فدائی نام او

(ترجمہ) مشرق و مغرب ان کے لئے ایک قدم ہے میری جان ان کے نام پر فدا ہو) آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کا طریقہ شریعت کی ورزش سے اس

کے سوا کچھ نہیں، اور میں فضلی ہوں کسی نہیں ہوں۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ یہ فقیر خود سے اس دربار میں نہیں آیا ہے۔ بلکہ اس کو کشاں کشاں لایا گیا ہے۔ اور یہ مراد اللہ ہے مرید نہیں۔

من نہ باختیار خود میروم از قفائے او ۔۔۔ آن دو کمند عنبرین می بردم کشاں کشاں

(میں اپنے اختیار سے اس کے پیچھے نہیں چلتا ہوں وہ عنبرین کمند مجھے کشاں کشاں لے جاتی ہے) نیز فرمایا کرتے تھے کہ متقدمین کو جو کمالات مقطوعین کی جماعت کے بعد حاصل ہوئے ہیں فقیر کو ان کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور فرماتے تھے کہ جو شخص اس فقیر کو گم کرے تو کسی چیز کو نہ پائے اور جس نے اس کمینہ کو پا لیا تو سب کچھ پا لیا اگرچہ فی الحال کچھ نہ رکھتا ہو۔

گر طلب گاری مشو دور از کمال ۔۔۔ لَنْ تَجِیْ بَعْدِیْ وَلِیًّا مُّرْشِدًا

(اگر تو طالب ہے تو کمال سے دُور نہ ہو میرے بعد تو کوئی ولی مرشد نہ پائے گا) نیز فرماتے تھے کہ میرے مرید مقلد کو مقام قرب اور درجہ تحقیق سے حصہ اور حظ حاصل ہوگا۔ اور فقیر کے طریقہ میں محض داخلہ عیاشی سے خالی نہیں ہے۔

بہر ناقابلی از صحبت نیکاں مشو مہجور ۔۔۔ شود سیاہی چوں شود لائل از ابریشم دُور

(ہر ناقابل کے لئے نیک لوگوں کی صحبت سے دور نہ ہو سیاہی کس طرح رہ جائیگی جب میل کچیل ابریشم سے دور ہو۔

نیز فرماتے تھے کہ جس نے ہمارے ماموراتِ پر عمل کرتے ہوئے سب کو پورے طور پر ادا کیا وہ اکابر اولیا میں سے ہو جاتا ہے لیکن اس زمانہ میں مرید کم ہیں اور سب اپنے نفس کے مرید ہیں اور پیر کی پرواہ نہیں رکھتے ہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ اس فقیر کے طریقے میں تھوڑے علم و عمل کے باوجود کمالات بہت زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور جو شخص اس طریقہ کی پابندی کرتا ہے تو اس کو علم لدنّی حاصل ہوتا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ مرید مردود اور گمراہ بدحال کا میں ضامن ہوں کہ اگر میرے کردار کے مطابق کوشش کرے تو مردود مقبول ہو جائے۔

اور بدبخت نیک بخت ہو جائے انشاء اللہ تعالے۔

نیز فرماتے تھے کہ جس شخص کو کوئی سخت مہم درپیش ہو یا مجبور ہو جائے اور ظلم وگمراہی گناہ وغفلت اور شیطانی ولولہ اس کو گھیرے تو چاہیئے کہ اس فقیر سے رابطہ کی کوشش کرے وہ بلا دفع ہو جائے گی اور اس کا کام بن جائے گا۔ رابطہ کے معنی ہیں پیر کی صورت کو نظر اور خیال میں رکھنا اور اگر اس فقیر کو نہ دیکھا ہو تو اس فقیر کے فرزندوں یا اس کے کسی خلیفہ سے تعلق پیدا کرے اور محکم عقیدہ رکھے تو اس کا حکم بھی یہی ہے انشاء اللہ نیز فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خوشخبری دی گئی ہے کہ کل قیامت کے دن میرے تمام مرید میری شفاعت سے جنت میں جائیں گے اگرچہ گنہگار ہوں اور امید ہے کہ وہ دوزخ کو نہ دیکھیں گے۔

اور نہ جلیں گے اور اگر آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (تم میں سے ہر شخص وہاں داخل ہونیوالا ہے) کے مطابق وہ آگ میں جائیں گے بھی تو جلیں گے نہیں جس طرح کہ زبانیہ دوزخ آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ کہ نہ ان کو آگ کی خبر ہوتی ہے اور نہ آگ کو ان کی خبر ہوتی ہے اسی طرح ان مریدوں سے کہا جائے گا کہ اے مومن جلد گزر جا تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا دیا۔ چنانچہ یہ خوشی خوشی آسانی کے ساتھ اس پر فتور مقام سے گزر جائیں گے۔ نیز فرماتے تھے کہ مجھے خوشخبری دی گئی ہے کہ کل قیامت کے دن اپنے تمام مخلصوں اور دوستوں بلکہ اپنے زمانہ کے ایک تہائی مسلمان مردوں اور عورتوں کی شفاعت کرونگا اور وعدہ کیا ہے کہ ان کو باذن الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور متابعت نبوی کی بدولت بہشت میں داخل کرینگے۔

ثقات سے منقول ہے کہ جس وقت آنجناب بچپن میں گہواہ میں تھے کسی بے نمازی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ اور بہشتی اور دوزخی کی جوتیوں کو الگ کر دیتے تھے۔ کھیل اور فضول باتوں میں مشغول نہ ہوئے اور ابتدائے

بلوغ سے آخر عمر تک کوئی نماز قضا نہیں کی گناہ اور خلاف شرع باتیں قصداً نہیں کیں۔

کہتے ہیں کہ جب آپ گہوارہ میں تھے آپ کے نانا حضرت شاہ محمد رسا نے آپ کی والدہ سے جوان کی بیٹی تھیں فرمایا کرتے تھے کہ تیرا فرزند غلام محمد بزرگ ہوگا اور بہت عابد دہر و دیار میں مشہور ہوگا۔ اس سے کوئی گناہ کبیرہ بلکہ گناہ صغیرہ بھی قصداً سرزد نہ ہوگا انشاء اللہ وہ شیخ العالم ہوگا۔ اور اس کو میں نے دیکھا ہے اور دیکھتا ہوں کہ اکابر طریقت مثلاً خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور حضرت قیوم زمان، شیخ صبغت اللہ وغیرہم کی ارواح نے اس کی تربیت کی ہے اور تربیت کرینگی اور وہ اُویسی ہوگا اور اپنے زمانہ کا امام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوگا۔ نیز مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا فرزند شیخ بخارا ہوگا۔ اور دوسری جگہوں سے زیادہ وہاں نشو و نما پائے گا۔ آپ کی والدہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ محمد رساؒ سے عرض کیا کہ ہم تو سرہند میں رہتے ہیں یہاں سے بخارا تک راستہ بہت دور ہے ایسا کیونکر ممکن ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (یہ عزیز علیم کا اندازہ ہے) آخر کار وہی ہوا جو ازل میں مقدر تھا۔

(رُباعی)

ای آنکہ ترا بہ قرب حق است مکان — در شرع توئی ثابت و در راہ روان

ہم سر ازل گوئی و ہم راز ابد — ہم طیّ لسان داری و ہم بسط زمان

(اے وہ کہ قرب حق تیرا مکان ہے شریعت میں تو جما ہوا ہے اور راستہ پر چلنے والا ہے۔ تو راز ازل بیان کرتا ہے اور راز ابد بھی تو طے لسان رکھتا ہے۔ اور بسط زمان بھی)

رحمۃ اللہ تعالے علیہم اجمعین الی یوم الدین۔

پانچواں باب

عادات شریفہ اور روزانہ کے معمولات و عبادات اور حلیہ

ہمارے حضرت قدس سرہ کا عمل ہر جزئی و کلی میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ مقامات اور مکتوبات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے جو کچھ اقوال و احوال اور نسبتیں مذکور ہیں وہ پورے طور پر اور عمر بھی ہمارے حضرت قدس سرہٗ میں موجود تھیں بلکہ ان سے زیادہ تھیں کیونکہ نسبتیں اور فیض جو کچھ کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے زمانہ میں تھے حضرت خواجہ بزرگ بہاؤالدین نقشبند کے وقت میں اس سے زیادہ ہوگیا پھر حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے زمانہ میں اس سے اور زیادہ ہوا اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ہمارے حضرت کے زمانہ میں اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہوگیا اور لیکن اس لئے تھوڑے بہت حالات حضرت کے لکھے جاتے ہیں تاکہ مخلصوں کو اس سے حصہ ملے اور مریدوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔

واضح ہو کہ حضرت کی عادت باسعادت یہ تھی کہ جاڑے اور گرمی آدھی رات سے پہلے اُٹھتے اور اس وقت کی آیات مسنونہ مثلاً اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ اور اس موقع کی دعائے ماثورہ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْر وغیرہ پڑھتے اور وضو کی تیاری میں لگ جاتے۔ استنجا کر کے قبلہ رو ہو کر سُنن و آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ وضو کر کے نماز تہجد میں مشغول ہو جاتے۔

وضو کے وقت چادر اور بڑا رومال گردن میں ڈال لیتے اس احتیاط کے پیش نظر کہ وضو کے پانی کے قطرات کپڑوں پر نہ پڑنے پائیں کیونکہ

مستعمل پانی کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ وضو کے وقت ہر عضو کو اتنا ملتے تھے کہ خشک ہو جاتا تھا۔ اور تحیۃ الوضوء سمیت تہجد کی نماز بارہ رکعت ہوتی تھی۔ پہلی دو رکعت ہلکی پڑھتے تھے۔ اس میں سورہ قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ باقی میں سورہ یٰسٓ پڑھتے تھے۔

صلوٰۃ تسبیح صبح کے وقت صلوٰۃ الضحی کے ساتھ پڑھتے تھے اگر گرمی کی راتیں ہوتی تو نماز تہجد کے بعد مراقبہ میں مشغول ہو جاتے یا اس وقت جو صاحبان حاضر ہوتے ان پر توجہ فرماتے۔ اور اگر جاڑے کی رات ہوتی تو دوگانہ کلاں میں طلوع صبح صادق تک مشغول رہتے۔ اور کبھی صبح سے قبل فارغ کر دیتے تھے اور تھوڑی دیر اسی مصلے پر ہاتھ سر کے نیچے کر کے آنکھ بند کر لیتے اور سو جاتے تاکہ تہجد دو نیند کے درمیان واقع ہو جائے کبھی تو تازہ وضو کرتے اور کبھی اسی تہجد کے وضو فجر کی سنت گھر میں ادا کر کے مسجد روانہ ہو جاتے اور دوست و اصحاب جو آپ کے لئے دروازہ پر آکر بیٹھے رہتے وہ بھی آپ کے ساتھ ہو جاتے۔ راستہ میں کوئی شخص سلام کرتا تو اس کا جواب مرحمت فرماتے۔ چونکہ تمام حضرات منتظر بیٹھے رہتے تھے اس لئے آپ کے مسجد پہنچتے ہی مؤذن تکبیر کہتا اور آپ بہ نفس نفیس امامت فرماتے۔

طوال مفصل کی قرأت ترتیل کے ساتھ اس طرح کرتے کہ حروف کی ادائگی اور وقوف کی رعایت کا لحاظ رکھتے جب آپ سورت کی قرأت میں مشغول ہوتے تو مقتدیوں پر گریہ طاری ہو جاتا۔ قرآن مجید اس طرح آہستہ آہستہ پڑھتے کہ اگر کوئی شخص حروف کو گننا چاہتا تو گن سکتا اور اگر چہ ناخواندہ اور ان پڑھ ہوتا اس کے معنی اور مضمون کو سمجھ لیتا جب آپ کے عمر شریف ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی اور دندانہائے مبارک خصوصاً ثنایا گر گئے۔

یعنی سامنے کے دانت گر گئے تو اس احتیاط کے پیش نظر کہ کسی حرف ادائیگی میں کوئی نقص نہ رہ جائے مخدوم زادوں میں سے جو بڑی عمر کے

ہوتے ان کو امام بناتے ان میں سے ہر ایک عالم، حافظ اور قاری تھے اور ان کی عدم موجودگی میں اپنے خلفا میں سے کسی کو جو عالم باعمل ہوتے امام بناتے۔ نماز ادا کرنے کے بعد تین بار استغفار اور ایک بار اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلام پڑھ کر ہر ایک ساٹھ ساٹھ مرتبہ پڑھ کر اس جگہ بیٹھے بیٹھے کلمہ توحید دس بار اور اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ وَاللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِی وَزَوِّجْنِی بِحُوْرٍ عِیْنٍ پڑھتے پھر قوم کی طرف رخ کر کے دعا مانگتے۔ دعا میں بہت زیادہ دعائیں پڑھتے اور لمبی دعا کرتے خصوصاً اس وقت جب کہ اجابت و قبولیت کے اثر کا انتظار ہوتا۔

دعا سے فراغت کے بعد کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳ بار اور آخر میں ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط
پڑھتے۔ تمام حضرات الگ الگ آپ کو سلام کرتے اور آپ سبھوں کا جواب مرحمت فرماتے پھر اسی جگہ یاروں اور مریدوں کے ساتھ دو تین نیزہ کے بقدر آفتاب بلند ہونے تک مراقبہ کرتے۔ اس کے بعد خوش الحان قاری اور فصیح اللسان مقرر دو چوتھائی یا ایک چوتھائی قرآن پڑھتے پھر دعا فرماتے اور دوستوں کے ساتھ نماز اشراق میں مشغول ہو جاتے۔ نماز اشراق چار رکعت ادا کرتے دو رکعت تو اشراق کی نیت سے جس میں سورہ یٰسین پڑھتے۔ اور دوسری دو رکعت ہلکی پڑھتے یہ استخارہ کی نیت سے پڑھتے۔ اس کی قرأت تہجد کی دو پہلی رکعتوں کی طرح ہوتی۔

پشاور میں تو آپ کے حلقہ یاران میں بیسیوں حضرات ہوتے اور بخارا شریف میں سینکڑوں اور کبھی ہزاروں کی تعداد میں ہوتے۔ لیکن یہ ہزاروں اصحاب آپ کے بخارا تشریف لانے سے پہلے روز ہوتے تھے۔ اشراق سے فارغ ہو کر یہ حضرات دو رویہ دست بستہ کھڑے ہو جاتے اور اسلام کرتے۔ آپ فرزندوں اور خلفائے کبار کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتے اور سبھوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے فرزندوں، صاحبزادوں اور مخصوص خلفا کے ساتھ چلہ خانہ میں

میں داخل ہو جاتے۔ باقی حضرات چلہ خانہ کے دروازہ پر دو رویہ صف بستہ ہو کر بیٹھ جاتے۔ آپ ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے اور ہر ایک کی طرف خصوصی توجہ فرماتے۔ اور اپنے فیوض اور نسبت سے مشرف فرماتے۔ توجہ کے دوران ادعیہ ماثورہ اور دیگر اوراد پڑھتے۔ اور مخدوم زادوں، صاحبزادوں اور خلفا کی طرف توجہ نوبت اور باری سے نہیں ہوتی تھی۔ البتہ دوسرے حضرات جو چلہ خانہ کے دروازے پر بیٹھے ہوتے ان کی طرف باری میں سے توجہ فرماتے تھے چونکہ اہل توجہ کی کثرت ہوتی تھی اس لئے مخدوم زادگان آپ کی توجہ سے مستفید ہو کر دوسرے چلہ خانوں میں بیٹھ کر یاروں کی طرف توجہ دیتے تھے بخارا شریف کے اعیان و خواجہ زادگان میں سے ایک خاص شخص منصور خواجہ نامی اس کام پر متعین تھا کہ چلہ خانہ کے دروازہ پر بیٹھ جاتا اور ان دو صفوں میں سے دو ۲ دو ۲ آدمیوں کو ترتیب کے ساتھ باری باری اندر جانے دیتا جب وہ دو ۲ آدمی باہر آ جاتے تو پھر دوسرے دو آدمیوں کو اندر بھیجتا۔ جب کوئی باقی نہ رہتا اور سب فارغ ہو جاتے تو پھر یہ خود اندر جاتا اور توجہ حاصل کرتا۔

خواجہ مذکور کے فارغ ہونے کے بعد کوئی بھی شخص داخلہ کی اجازت چاہتا خواہ وہ امراء و علما اور اغنیا و خواجہ زادگان میں سے ہوتا۔ اور کوئی سا بھی عذر درس وغیرہ کا کرتا لیکن منصور خواجہ کسی کو اندر جانے نہ دیتا۔ حضرت امیر المؤمنین سلطان امیر حیدر غازی خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ کی عادت باسعادت یہ تھی کہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد مراقبہ میں بیٹھ کر اشراق سے فراغت کے بعد توجہ کے لئے حضرت کی خدمت میں آتے تھے۔ ایک دن ایک شخص کے توسط سے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرائی کہ یہ نیازمند مسلمانوں کی خدمت و حاجت میں مشغول ہے اس لئے اس مخلص کو بھی فرزندوں اور خاص خلفا کی طرح باری سے بغیر توجہ دی جائے۔ حضرت نے امیر کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ جب یہ خبر امیر کو ملی تو بہت خوش ہوئے اور دوسرے دن خوش

خوش آئے۔ ان کی عادت یہ تھی کہ مستی میں تیز چلتے تھے۔ جب خانقاہ میں داخل ہوتے تو توجہ کے منتظر لوگ ان کے امیر المسلمین اور سردار ہونیکی وجہ سے انکی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے۔ جب امیر اپنی عادت کے مطابق جلدی سے خانقاہ میں داخل ہوئے اور حاضرین امیر کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ امیر کو داخلہ کی اجازت مل چکی تھی اس لئے کہ منصور خواجہ دربان کی اجازت کے بغیر اندر جانا چاہا ادھر منصور خواجہ کو اس اجازت کی خبر نہ تھی اس لئے اس نے امیر کے سینہ پر ہاتھ مارا ان کا گریبان چاک کر دیا اور دھکے دیکر پیچھے کر دیا اور ان کو چلّہ خانہ میں جانے نہ دیا اور ترکی زبان میں کہا کہ بیٹھ گئے ارکان دولت اور دیگر حضرات یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے چونکہ گفتگو چلّہ خانہ کے دروازہ کے قریب ہوئی تھی اسی لئے وہ حضرات جو چلہ خانہ کے اندر تھے انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا امیر اندر آ جائیں۔

جب امیر چلہ خانہ میں داخل ہوئے تو امیر سے معذرت کی کہ منصور خواجہ کو اجازت کی خبر نہ تھی۔ امیر نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے اور رونے لگے اور خدا کا شکر بجا لائے اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے ہماری حکمرانی کے مبارک دور میں ایسے بزرگ اور کامل شیخ موجود ہیں کہ اس طرح کے سلطان ذیشان کو دربان ان کے آستانہ پر نہیں جانے دیتے ہیں ادھر حضرت درگاہ خداوندی میں شکر ادا کیا کہ خدا کا احسان ہے کہ ہمارے وقت میں ایسے ایسے بادشاہ طالب حق ہیں کہ فقراء کے غریب خانے کو عزت دارین سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ ایسے پیر کے لئے ایسا ہی مرید چاہیئے۔

الغرض جب حضرت مریدوں کی توجہات سے فارغ ہوتے اور جاڑے کا موسم ہوتا تو زوال کے قریب تک اور گرمی کا موسم ہوتا تو چاشت کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا توجہ سے فارغ ہونے کے بعد خانقاہ سے باہر تشریف لاتے اصحاب حرم سرا کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور

ہر ایک سلام کرتا اور آپ ہر ایک کو جدا جدا جواب مرحمت فرماتے جب سب، اصحاب پہنچ کر سلام کر چکتے تو آپ سب کو سلام سے رخصت کر کے مہمان خانہ میں تشریف لے جاتے۔ اور فرزندوں دوستوں اور خلفائے کیا آپ کے ہمراہ اندر داخل ہوتے اور وہاں صلوٰۃ الضحیٰ اسی صبح کے وضو سے پڑھ کر بیٹھ جاتے علماء و فضلا حاضر ہوتے، وعظ اور درس کی مجلس ہوتی کوئی شخص آپ سے فقہ تفسیر اور حدیث سبق لیتا اور کوئی سنتا اور کچھ لوگ خاموشی سے مراقب ہو کر بیٹھے رہتے اور آپ کے فیض اور نسبت باطنی سے حصہ پاتے۔ اس علم ظاہری کی مجلس سے فراغت کے بعد فاتحہ پڑھ کر حرم سرا میں تشریف لے جاتے۔ اگر گرمی کا موسم ہوتا تو بہنوں بیٹیوں اور مخلص عورتوں میں سے جو موجود ہو یعنی ان پر توجہ فرماتے اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو اندر جاتے ہی تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے اور گرمی میں مستورات پر توجہ کے بعد سنت کی ادائیگی کی نیت سے قیلولہ فرماتے۔ دن میں کھانا تناول نہ فرماتے اس لئے کہ صائم الدہر اور ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ چونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں پورے مہینے روزہ نہیں رکھتے تھے اس لئے حضرت ایک دن افطار کر لیتے اور وہ بھی پانی سے یا قلیل خوراک سے کیونکہ مخلص حضرات اس کے آرزو مند رہتے اس لئے آپ ان کی رضا جوئی کے خاطر اب کر لیتے۔

مؤذن جاڑے کے موسم میں زوال آفتاب کے بعد ہی اور گرمی کے موسم میں کچھ ابراد (ٹھنڈا کرنا) کی رعایت کر کے اذان کہتا اگر آپ لیٹے ہوئے ہوتے تو اذان کی آواز سنتے ہی بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور اگر کھڑے ہوتے تو چلنے لگتے قولاً و فعلاً اذان کا جواب دیتے جیسا کہ وارد ہے۔ اذان کی آواز سنکر اٹھتے اور بیت الخلا کی طرف جاتے اور اس موقع کی دعائیں پڑھتے اور آداب بجا لاتے۔ پھر وہاں سے نکل کر پورے طور پر

وضو میں مشغول ہوتے۔ پھر رومال کمر میں باندھ کر قبلہ رو ہو کر وضو کی دعائیں پڑھتے سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ وضو کرتے وضو میں مسواک استعمال فرماتے وضو سے فراغت کے بعد اَنّا اَنزَلنٰہُ وغیرہ پڑھ کر ریش مبارک میں کنگھا کرتے۔ ریش مبارک سے جو بال جدا ہو جاتے ان کو جمع کرنے کے بعد ہر شخص اس موئے مبارک تبرک کے لئے لے لیتا۔ اور اپنی حاجات و ضروریات میں ان کے واسطے سے مدد طلب کرتا۔ یہ موہائے مبارک اب تک مخلصین کے پاس موجود تھے۔ مخلصین متبرک دنوں میں زیارت کے لئے نکالتے ہیں اور پتہ بتاتے ہیں۔

تحیۃ الوضوء سے فارغ ہوتے ہی اسی جگہ پر بلا تاخیر درمیان میں کلام کے بغیر اٹھتے اور دستار مبارک سر سے اتار کر جس طرح کہ بندھا ہوتا اسی طریقہ پر پیچ پیچ کو جدا کر کے کھولتے پھر تہ کر کے قبلہ رو ہو کر باندھتے وقت درود شریف اور سورہ والضحیٰ پڑھتے پھر عصا ہاتھ میں لیکر مسجد مبارک کی طرف ان دوستوں کے ساتھ روانہ ہو جاتے جو دروازہ پر آکر آپ کی رفاقت کے منتظر بیٹھے رہتے تھے۔ گھر سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر نکالتے۔ اور گھر اور مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں پاؤں کو اندر کرتے اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے۔ تحیۃ المسجد پڑھ کر چار رکعت فئ زوال کی پڑھتے کبھی تو ہلکی قراءت یعنی چار قل پڑھتے اور کبھی طویل قراءت کرتے یعنی سورہ یٰسٓ پڑھتے۔ پھر چار رکعت قبل ظہر کی سنت پڑھتے اس کے بعد مکبّر تکبیر کہتا پھر خود بنفس نفیس امامت کرتے یا مخدوم زادوں میں سے کسی کو آگے بڑھا دیتے اس میں طوال مفصل کی قرائت کا حکم دیتے۔ پھر فرائض سے فارغ ہوتے ہی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ آخر تک پڑھتے دو تین بار کلمہ استغفر اللہ پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جاتے اس کے بعد چار رکعت اور بھی پڑھتے پھر حفظ ایمان کی سنت کے دو رکعت مزید پڑھتے کیونکہ اس دو رکعت کے

فضائل منقول ہیں کہ جو شخص یہ دو رکعت ظہر کے بعد اس نیت سے پڑھے تو اس کو اور اس کے ہمسایوں کو بخش دیا جائے گا۔ بعد میں قبلہ رخ میں دعا کرنے ہاتھ اٹھاتے اور کلمات سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ۳۳ بار پڑھ کر قوم کی طرف رخ کرتے حافظ و قاری سورہ اِنّا فتحنا پڑھتے اور کسی عالم و فاضل سے فقہ کی کوئی فارسی کتاب (اکثر صلوٰۃ مسعودی ہوتی) جو واضح اور آسان مسائل پر مشتمل ہوتی لوگوں کو سنانے کے لئے پڑھواتے۔ اس کے بعد امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی مکتوبات پڑھتے اس سے فارغ ہونے کے بعد دعا کر کے اٹھ جاتے۔ پھر دوست صف بستہ دو رویہ کھڑے ہوتے تھے آپ ان کے درمیان سے گزرتے اور بخارا شریف میں تو چلہ خانہ میں چلے جاتے اور پشاور میں سخت گرمی کے موسم میں زیر زمین تہ خانہ میں چلے جاتے جو اپنے واسطے بنا رکھا تھا اور سردی کے موسم میں اسی گھر کے حجرہ میں داخل ہو کر دوگانہ کلاں میں عصر کے وقت تک مشغول ہوتے، جمعہ کے دنوں میں اوّل وقت میں اصحاب کے ساتھ جامع مسجد تشریف لے جاتے۔ لیکن آخر عمر میں ضعف بدن اور مرض کے باعث چھوڑ دیا تھا۔ اور اس ترک کی ایک وجہ اور بھی تھی وہ یہ کہ پشاور کی جامع مسجد میں، خرید و فروخت، فقرا کے کثرت سوال قیل و قال اور لوگوں کی گردنیں پھاندنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ طالب علم بحث و مجادلہ بلکہ آپس کی مار پیٹ میں مشغول ہو گئے تھے اور بہ آواز بلند غزل خوانی اور رقص اور ناچ اور اس طرح کے غیر مشروع افعال کرتے تھے۔ نیز جامع مسجد کا خطیب علم نہیں رکھتا تھا۔ اور نماز میں مکروہات بلکہ اس سے بھی زائد کا مرتکب ہوتا تھا۔ اور بخارا شریف میں حضرت کی خانقاہ اندر اور باہر سے بڑی اور کشادہ تھی اور پشاور کی جامع مسجد بھی ایسی ہی تھی۔

الغرض دوگانہ کلاں سے فارغ ہونے کے بعد فرزندوں اور نیازمندوں میں سے جو لوگ وہاں موجود ہوتے دم کراتے تھے۔ پھر گھر میں تشریف

لاتے اور حافظ ہونے کے بعد دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے، تاکہ اس روایت کا ثواب الگ ملے۔ پھر اکثر تو اسی ظہر کے وضو سے اور اگر کبھی ضرورت ہوتی تو تازہ وضو کر کے دوگانہ تحیۃ الوضو ادا فرماتے اور مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے۔ مسجد میں داخلہ کے آداب بجا لاتے ہوئے دوستوں کے سلام کا جواب دیکر تحیۃ المسجد میں مشغول ہو جاتے پھر چار رکعت عصر کی سنت پڑھتے تو مؤذن تکبیر کہتا اس کے بعد نماز اسی طرح اوساط مفصل کے ساتھ ادا کرتے اس کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے۔ پھر اسی جگہ پر مغرب کے وقت تک دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرتے تھے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی ایک خادم کوٹا ہوا خرمہ ایک لکڑی کے ڈبے میں لا کر پیش کرتا اس سے آپ افطار فرماتے یا پشاور میں گرمی میں پانی سے افطار فرماتے تھے۔ پھر مؤذن اذان کہتا وہ اذان سے فارغ ہوتے ہی تکبیر کہتا نماز میں خود امام ہوتے یا فرزندوں میں سے کسی کو امام بنا دیتے فرض سے فارغ ہوتے ہی فوراً بلا فصل سنت کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور کبھی سنت سے پہلے اور کبھی سُنت کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتے، سنت سے فارغ ہونے کے بعد اسی جگہ پر اور اسی حالت میں دس بار کلمۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ آخر تک اور سات سات بار کلمات اللّٰھم ادخلنی الجنۃ واللّٰھم اجرنی من النار پڑھتے۔ اور قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے پھر اوابین وغیرہ نوافل میں مشغول ہو جاتے نوافل اور ادعیہ ماثورہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر پشاور میں ہوتے تو اہل و عیال کے لئے جو کچھ ناشتہ پکا ہوا ہوتا اس سے مسجد میں افطار کرتے پھر دوگانہ کلاں میں مشغول ہو جاتے اور اگر بخارا میں تشریف رکھتے تو نوافل مغرب سے فارغ ہو کر اسی گھر میں تشریف لا کر دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ تناول فرماتے پھر نوافل اور دیگر اوراد میں مشغول ہو جاتے۔

امیر المؤمنین سید امیر حیدر سلطان نے درخواست کی تھی اور یہ مقرر کیا تھا

کہ جو کچھ حضرت کا پس خوردہ تبرک بچا ہو وہ ہر شام مجھ کو بھیجدیں۔ ان کی یہ درخواست قبول ہوئی چنانچہ ہندوستانی یا ترکی کھانوں میں سے جو کچھ بھی آپ تناول فرماتے یا جو کچھ پکا ہوتا وہ بلا تکلف اپنے کسی ساتھی یا خادم کے ہاتھ بھیج دیتے حضرت امیر آپ کے خادم کو روزانہ پانچ طلائی اشرفی دیتے۔ دوسرے روز کسی اور خادم کے ہاتھ تیسرے دن صوفی کے ہاتھ غرض باری باری جس کو چاہتے اس کے ہاتھ تبرک بھیجدیتے صوفیوں نے باری کے لئے غلو کرنا شروع کیا تو تین اشرفی ہو گئی آپ نے جب صوفیوں کا جھگڑا دیکھا تو آپ نے خادم کو موقوف کر دیا اور امیر کو کہلا بھیجا کہ ملازمین سرکار میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیں کہ تبرک لے کر جائے چنانچہ امیر نے ایسا ہی کیا۔

خراساں کے بادشاہوں کی عادت تھی کہ زیارت اور توجّہ حاصل کرنے کے لئے شام کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے دن کو حشمت و جاہ کی وجہ سے انہیں شرم آتی تھی کہ کسی کے گھر جائیں۔ اور رات کو اپنے پیر کے علاوہ کسی اور کے گھر نہیں جاتے تھے شاہ محمود، شاہ زمان، شاہ شجاع الملک، شاہ ایوب، شاہ سلطان علی، شاہ زادہ جہاں، شاہ کامران ولد محمود شاہ اور دیگر شاہ زادے اور ترکستان کے بادشاہ مثلاً امیر معصوم، شاہ مراد غازی، سید امیر المؤمنین امیر حیدر سلطان روزانہ توجہ حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔

الغرض افطار اور توجہات سے فراغت کے بعد اسی وضو سے اور کبھی تازہ وضو کر کے خانقاہ روانہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے داخل ہوتے ہی تمام لوگ صف بستہ کھڑے ہو جاتے سب سلام کرتے اور آپ سبھوں کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے۔ چار رکعت عشا کی سنت پڑھتے تو مؤذن تکبیر کہتا اور آپ مخدوم زادوں میں سے کسی کو امام بناتے یہ اوساط مفصل پڑھتے بعد ازاں میں بار استغفار پڑھ کر کلمہ اللّٰھم انت السلام آخر تک پڑھتے پھر آیت الکرسی کبھی تو سنت سے پہلے اور کبھی سنت کے بعد پڑھتے۔ قیام اللیل کی چار رکعتیں پڑھتے۔

جن میں بڑی سورتیں مثلاً سورہ حم السجدہ، سورہ دخان سورہ ملک اور سورہ مزمل پڑھتے اس کے بعد تسبیحات ۳۳، ۳۳، ۳۴ بار پڑھتے اور آخر میں لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ آخر تک پڑھتے قبلہ رو ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے دعا کے بعد قوم کی طرف رخ کرتے قاری مختلف جگہوں سے ایک ایک رکوع قرآن پڑھتے اور دعا پڑھ کر گھر کی طرف روانہ ہو جاتے حاضرین میں سے ہر ایک الگ سلام کرتا اور آپ کے سامنے سے گزر جاتا آپ دروازے پر کھڑے ہوتے اور سبھوں کے سلام کا الگ الگ جواب مرحمت فرماتے جب سلام سے فارغ ہوتے تو آپ وعظ و نصیحت، بزرگوں کی کوئی حکایت یا تصوف کی کوئی بات دوستوں سے فرماتے آخر میں سلام رخصت کر کے حرم سرا میں داخل ہوتے صاحبزادگان اور بعض مخلص اصحاب و خدام اندرونی دروازہ تک ساتھ جاتے آپ پھر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر جاتے اگر کوئی حکم ہوتا یا ضرورت ہوتی تو بیان کر کے پھر دوسری بار سلام کر کے حرم مبارک میں داخل ہو جاتے۔ آپ کے داخل ہوتے ہی مستورات دست بستہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو سلام کرتیں۔ پھر اگر سردی کا موسم ہوتا تو بہنوں بیٹیوں اور مخلص خواتین کی طرف توجہ فرماتے تھے اور گرمی کے موسم میں روزانہ توجہات فرماتے تھے۔

توجہات سے فراغت کے بعد ساٹھ سال کی عمر تک تو کھڑے ہو کر اور جب ساٹھ سال کی عمر ہو گئی تو بیٹھ کر نوافل پڑھتے تھے لیکن بہت زیادہ پڑھتے رات دن میں پانچ سو ۵۰۰ رکعت تک نماز ہوتی۔ اور اسی وقت میں بہت پڑھتے تھے۔ پھر کھانا لایا جاتا تو اہل و عیال کے ساتھ تھوڑا تناول فرماتے پھر روزے کی نیت کر لیتے خوراک بہت کم تھی۔ بلوغ کے بعد روزہ اختیار کیا تھا عمر مبارک ۸۳ سال ہوئی ستر سال تک تو آپ کی خوراک آدھ پاؤ پشاوری تھی۔ آپ کی خوراک رات دن میں آدھ پاؤ پشاوری سے زائد نہ تھی۔ آدھ پاؤ پشاوری سے مراد گیارہ تولہ ہے جو ایک مثقال کے برابر ہے۔

پھر بستر پر تشریف لے جاتے اور سونے کی ماثورہ دعائیں پڑھ کر ہاتھ کو سر کے نیچے کر کے سو جاتے۔

واضح ہو کہ دوگانہ کلاں سے مراد یہ ہے کہ سالک کے تین درجے ہیں مبتدی (۱)، متوسط (۲) منتہی (۳)۔ مبتدی کے حق میں ذکر لطائف مفید ہے اور متوسط کے لئے نفی و اثبات بحبس دم زیادہ نافع ہے اور منتہی کے لئے مفید طویل قرأت والی نماز ہے اسی لئے ہمارے حضرت نے طویل قنوت والی نماز کا یہ طریقہ مقرر کر لیا تھا کہ دو ۲ رکعت نفل کی نیت باندھتے اور اس میں سورہ یٰسین کی قرأت کرتے اور اس سورہ کو بار بار پڑھتے یہاں تک کہ اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ روزانہ بارہ سو ۱۲۰۰ مرتبہ اور جمعہ کے دن ڈیڑھ ہزار مرتبہ پڑھ لیتے۔ اور رکوع اور سجدہ میں کلمہ تمجید ہزار ہزار بار پڑھتے اور یہ پڑھنا ایک ہی وقت میں نہیں ہوتا تھا بلکہ مختلف اوقات میں مثلاً نماز ظہر کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد اور صبح کے وقت اور گرمیوں میں مریدوں پر توجہات سے فارغ ہونے کے بعد بھی پڑھتے تھے۔ اگر ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو جاتے تو دوسری نماز کے وقت تک کھڑے رہتے۔ اور اگر رکوع میں جاتے تو مغرب سے عشاء تک رکوع میں رہتے اور اگر سجدہ میں ہوتے تو نصف شب سے صبح تک سجدہ میں ہوتے۔ مقدار اس طرح معلوم کرتے کہ اگر نماز کے باہر سورہ یٰسین نماز سے باہر ظہر سے دوسری نماز تک پڑھتے اور معلوم کرتے کہ اتنی دیر میں کتنی بار سورہ یٰسین پڑھی ہے اسی طرح نماز میں بھی اس کی تعداد معلوم کرتے۔ یا نماز سے باہر ایک گھنٹہ سورہ یٰسین پڑھتے اور اندازہ کرتے کہ کتنی بار پڑھی تو نماز میں بھی اسی پر قیاس کرتے۔

اور ایسا بھی ہوتا کہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو اس پر مامور فرماتے کہ ہم نماز سے باہر سورہ یٰسین پڑھتے ہیں اور تم کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تکرار کرو ادھر ایک ہزار بار کلمہ کا تکرار ہوتا ادھر آپ کئی بار سورہ یٰسین پڑھ

لیتے کلمہ طیبہ تکرار کرنے والا ایک ہزار بار پڑھ لیتا تو بتاتا ایک ہزار ہو گیا دو ہزار پر دو ہزار اور تین ہزار پر تین ہزار اور چار ہزار بار پڑھ لیتے پر بتاتا کہ چار ہزار ہو گئے آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اسی کے مطابق سورہ یٰسین کی تعداد کا اندازہ کرتے

اللہ بزرگ و برتر نے اپنے اولیاء کو طیّ لسان قوت عطا کی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت کو جو ایک ہزار پارہ پر مشتمل تھی اور ہر پارہ ہزار سورۃ پر ہر سورۃ ہزار آیتوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر آیت سورۃ البقرہ کے برابر تھی ایک رکاب میں پاؤں ڈالتے وقت شروع کرتے اور دوسرا پاؤں دوسرے رکاب میں ڈالتے وقت ختم کر چکتے تھے اس طرح کہ حاضرین ہر حرف کو جدا جدا سنتے تھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ سے تلاوت قرآن کے سلسلے میں یہی مقدار منقول ہے کہ دلدل پر ایک رکاب میں پاؤں ڈالتے وقت ابتداء کرتے اور دوسرا پاؤں رکھتے وقت ختم کر لیتے اس طرح کہ حاضرین ہر حرف جدا جدا سنتے حدیث نبوی بھی ہے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

ظاہری معاش میں مدد کے طور پر خراسان کے بادشاہوں کی طرف سے شروع سے ہی مبلغ تیس ہزار روپے مقرر تھے۔ بیس ہزار کی جاگیر ہے اور پشاور میں ایک دیہات میں مقرر کر دیا تھا جس کو اپنے فرزندوں کے نام بادشاہ کے سرکار میں کر دیا تھا اور مبلغ دس ہزار ڈیرہ غازی خان میں قوم کے صاحبزادگان، علماء و مخلصین اور آپ کے مرید کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس مبلغ بیس ہزار میں سے دس ہزار بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں نذر کر دیا تھا۔ اور دس ہزار شاہ محمود بادشاہ حضرت مخدوم زادہ فضل حق صاحب کی خدمت میں ہدیہ و نیاز کے طور پر مقرر کر دیا تھا۔

پشاور میں بیس ہزار روپے اور چند دیہات دیئے ہوئے تھے خالصہ میں، لاآلہ، کالہ، چکہا، جو مخنم کنڈئی، چحل پورہ، تخفیر کہری، ہنرہ، شکر پورہ،

درزیان، دھمان، رسول، اور دوآبہ میں بگرام، شریفی، ہترہ اور جو کچھ بادشاہ اور امرائے ترکستان نے دیا تھا۔ بخارا شریف میں زمین اور کسبی چند میں پار کال اور ام البلاد بلخ میں دہ نو اور حضرت مخدوم زادہ حضرت میاں فضل حق صاحب کو بھی بلخ میں امیر المومنین سید امیر حیدر سلطان نے قریہ بخت شاہ دیا ہے۔ اور جلال آباد میں مخدوم زادہ کلاں کو قریہ کنڈی باغ اور حضرت میاں فضل حق صاحب کے لئے قریہ ہدیہ خیل شنواری مقرر کیا تھا۔

واضح ہو کہ آپ بلند مرتبت، پاک طینت، فرشتہ خصلت تھے۔ قد درمیانہ تھا رنگ گندمی ناک بلند، ڈاڑھی لمبی، انگلیاں پتلی، ابرو کشادہ، آنکھیں سیاہ چہرے پُر ملاحت، جسم کی بناوٹ اچھی، اجزاء اور ہیئت میں اعتدال، کان بڑے منہ چوڑا ہاتھ لمبے جسم پر بال بہت کم شیر اندام اور متقارب القدم تھے ریاضت شاقہ کے سبب لاغر تھے دونوں مونڈھوں کے درمیان کشادگی تھی۔ آپ کا سر مبارک بہت معتدل تھا نہ چھوٹا اور نہ بہت بڑا، آپ کے پاؤں بھی درمیانہ تھے۔ رخسار بہت ہی صاف اور منور، پیشانی پر سجدے کا نشان ظاہر تھا اس طرح کہ سبھوں کو نظر آتا تھا۔ جوانی میں دانت بہت ہی سفید اور چمکدار اور خوش ترتیب تھے، کسی کو اس کی مجال نہ تھی کہ آپ کی نظر سے نظر ملا سکے۔

حلم اور تبسم کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ مختصر یہ کہ اس زمانہ میں کوئی شخص حسن و لطافت ملاحت و صباحت، فصاحت و بلاغت انوار و اطوار، خوبی و بے عیبی حسب و نسب اور دیانت و استقامت میں آپ کے مثل نہ تھا۔

؎ بود خوباں لبالم بی نہایت ولی مثل تو زیبا در جہان نیست

(یوں تو دنیا میں بے شمار حسین ہیں لیکن تجھ جیسا حسین دنیا میں نہیں ہے)

مصرعہ:۔ جملہ خوباں دیدہ ام اما تو چیزی دیگری

(میں نے سب حسینوں کو دیکھا ہے لیکن تو اور ہی چیز ہے)

سردی میں اکثر آپ کا لباس ململ یا سبز یا نکال یا سیاہ یا نیلا ہوتا اور گرمیوں میں ہمیشہ سفید لباس مسنون طریقہ پر استعمال کرتے تھے۔ آستین کا منہ کشادہ ہوتا اور عمامہ کو چھوٹا باندھتے تھے اور علما کے دستور کے مطابق پیچ پر پیچ رکھتے تھے اور شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔ ہمیشہ نعلین پہنتے تھے۔ سفر و حضر میں اور کبھی کبھی سردی میں سیاہ موزہ استعمال کرتے۔ سر مبارک پر چادر ہمیشہ سنت کے موافق رکھتے تھے۔ اور مریدوں کو اس کا شوق دلاتے تھے اور قمیص ہر وقت پہنتے تھے اور سر مبارک پر ٹوپی رکھتے جو سبز یا سفید ایک رنگ کا ہوتا ہے کلاہ نہیں پہنتے تھے پشمینہ کم استعمال کرتے تھے خصوصاً گرمیوں میں اور جب نیا لباس پہنتے تو پرانا فقیروں کو دیدیتے اور اکثر اپنا لباس اپنے خلفا اور مریدوں کو تبرک کے طور پر دیدیتے اور ایک کپڑا بہت دنوں تک استعمال کرتے تھے اور جلد ہی کسی کو انعام دے دیتے تھے اس لئے کہ آپ کریم تھے اور کریم کا کام ہمیشہ کرم ہوتا ہے۔ اور بات بہت کم کرتے تھے۔ اونچی آواز سے کبھی نہیں ہنستے تھے اور ہنسی آپ کی ہمیشہ مسکراہٹ تھی اور گفتگو رفق و نرمی کے ساتھ اور آہستہ اور فکر و ملاحظہ کے ساتھ مسنون طریقہ پر ادا کرتے تھے فحش گو، لعنت کرنیوالے، بیہودہ گو، بدخو، جنگجو، فضول اور لایعنی باتیں کرنیوالے نہ تھے خواہ قصداً ہو یا سہواً ہو بلکہ لوگوں کو ان باتوں سے بالکل منع فرماتے تھے پائے مبارک کو اگرچہ تنہائی میں ہوں کم دراز کرتے، مجالس میں آپکی نشست ہمیشہ تشہد کی نشست کی طرح ہوتی کیونکہ آپ ہمیشہ آداب کی نگرانی فرماتے تھے اور بے ادبی سے بالکل پرہیز فرماتے تھے۔ حرکات و سکنات اس طرح تھیں کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی بار خاطر اور ناگوار نہ ہوتیں اور فتوحات غیبیہ اور آمدنی میں سے اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ کو عطا فرماتا وہ سب مستحقین میں صرف کر دیتے خواہ وہ اپنے ہوتے یا بیگانے ہوتے اور ذخیرہ نہیں بناتے تھے۔ زندگی بھر کسی سے سوال نہیں کیا اور نہ کسی سے طمع رکھا اور دوستوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔

تھے۔ (بیت)

آنکسانیکہ حق شناختہ اند — ہرگز از کس طمع نہ ساختہ اند

(جن لوگوں نے حق پہچانا ہے انہوں نے کبھی کسی سے طمع نہیں رکھا ہے)

اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

گر طمع از در آں خالق منعم داری — بر در خانۂ مخلوق چرا می آئی

(اگر تو خالق منعم کے درگاہ سے طمع رکھتا ہے تو مخلوق کے در پر کیوں آتا ہے)

کبھی نامحرم عورتوں یا خوبصورت لڑکوں کی طرف قصداً نظر نہ اٹھائی، اور لوگوں کو اس فتنہ سے بالکل منع کرتے تھے اور فرماتے کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمَةٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ (نظر ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے) یعنی نامحرم کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

(بیت) بنامحرم نظر دل را کند کور — ز دولت خانۂ قرب افگند دور

سوئے بتان کم نگر تا نشوی کور دل — کور شود از نظر چشم سگی مسلخی

(نامحرم کی طرف دیکھنا دل کو اندھا کر دیتا ہے اور قرب کے دولت خانہ سے دور کر دیتا ہے حسینوں کی طرف کم دیکھو تا کہ دل کے اندھے نہ ہو جاؤ نظر سے کتے کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے)

آپ ہمیشہ روزہ دار اور ریاضت کناں رہتے خواہ سفر میں ہوتے یا حضر میں سخت گرمی کا موسم ہوتا یا سخت سردی کا موسم ہوتا۔ اگر کبھی بیمار بھی ہوتے تو آپ کا دل دن کے وقت کھانے کو نہ چاہتا اگرچہ اس وقت روزہ سے نہ ہوتے۔ سخت بیماری پر بھی جماعت کی نماز ترک نہ کرتے اور جمعہ کی جماعت کا خاص اہتمام کرتے اور کسی عذر سے اس کو ترک نہ کرتے، لیکن اگر کبھی سخت مرض کی وجہ سے یا سفر کی وجہ سے کہ شہر اور قریہ میں نہ ہوتے بلکہ

بیابان میں ہوتے اور اس کی وجہ سے جمعہ کی نماز مجبوراً چھوٹ جاتی تو اس پر بہت زیادہ افسوس کرتے تھے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کا آپ کو بہت شوق تھا۔ اگر کبھی جمعہ کی نماز اتفاقاً قضا ہو جاتی تو ظہر کی نماز تنہا ادا کرتے کیونکہ اس کی جماعت کو مکروہ کہتے تھے حالانکہ با جماعت نماز کا آپ کو بہت شوق تھا۔ تراویح میں ختم قرآن کبھی ترک نہ کرتے تھے بسا اوقات خود سامع ہوتے اور امام کو لقمہ دیتے تھے کیونکہ آپ حافظ قرآن تھے اور اکثر رمضان مبارک میں تراویح میں تین بار قرآن ختم ہوتا اور کبھی ہر رات کو سوا پارہ ختم ہوتا اور ۲۷ کی شب کو قرآن ختم ہو جاتا۔ آپ تراویح کی تسبیحات کو آہستہ پڑھتے تھے اور کسی کو بلند آواز سے نہ پڑھنے دیتے۔

اس لئے کہ آپ ذکر اعلانیہ نہیں کرتے تھے اور مریدوں کو اس سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کتب فقہ میں اس کو مکروہ لکھا ہے لیلۃ الرغائب کی نماز جو ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے۔ اور نماز براءت کہ پندرھویں شعبان کی رات میں پڑھی جاتی ہے تنہا پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کو مکروہ سمجھتے اور لوگوں کو اس سے سختی سے منع فرماتے تھے کیونکہ بہت کتب فقہ میں اس کو مکروہ لکھا ہے آپ نے فرمایا کہ فرض بے جماعت اور نفل با جماعت شیطانی فریب کا جال ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص ایسی عبادت کرے جو خلل سے خالی اور غلل سے عاری نہ ہو۔

قرأت لسانی کے علاوہ روزانہ قرآن دیکھ کر چند جزو تلاوت کرتے کہ اس کا ثواب الگ ہے۔ ختم احزاب، ختم کبیر اور ختم صغیر بھی بہت کرتے تھے اور دیگر اوراد و وظائف اور ادعیہ ماثورہ اور درود شریف سفر و حضر میں اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اس کا احاطہ دشوار ہے۔ نفل نمازیں اکثر دن رات میں پانچسو رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے اور نماز دوگانہ کبیر میں روزانہ گیارہ سو مرتبہ سورۂ یٰس

اور جمعہ کے دن پندرہ سو مرتبہ پڑھتے تھے اس کے علاوہ روزانہ پانچسو بار سورۂ یٰس ایک ہزار مرتبہ سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ اور حصن حصین قصیدہ بردہ قصیدہ امالی اور دیگر ماثورہ دعائیں پڑھتے تھے جن کو تفصیل کے ساتھ ہم آخر کتاب میں ذکر کرینگے اس کے علاوہ اور بھی وظائف تھے جو آپ الگ پڑھتے تھے اس بات کو ہم نے علمائے بخارا کی مجلس میں سنا ہے کہ کبھی وقوف کی رعایت اور تصحیح حروف اور ترتیل اور حضور و آگاہی سے آپ کے یہ وظائف خالی ہوتے تھے۔

کلمہ تمجید کو ہر نماز کی تسبیح اور ارکان کے بعد دس بار اور پہلے سجدہ میں ایک ہزار مرتبہ پڑھتے تھے۔ فرزندوں صوفیوں اور دوستوں کے ساتھ کھانا ایک جگہ کھاتے کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور درمیان میں یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ پڑھتے اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور درود شریف پڑھتے اور فرماتے تھے کہ کھانے میں ہاتھوں کی زیادتی سے برکت ہوتی ہے۔ لقمہ چھوٹے لیتے اور آہستہ آہستہ کھاتے۔ ایک دن آپ کو بہت جلدی جلدی کھاتے دیکھا تو تنہائی میں نے اس کا راز پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں کھانے میں مشغول رہوں اور مجھے موت نہ آجائے۔ کھانا تھوڑا کھاتے تھے۔ دن رات میں ایک بار سے زائد نہ کھاتے پیتے۔ اور لذیذ چیزیں اور میوے کبھی نہ کھاتے۔ کھانے پینے اور لباس میں کبھی تکلف نہ کرتے تھے بے پرواہ زندگی گذارتے تھے۔ آپ کا سونا بھی بہت کم ہوتا۔ بخار اور بیماریوں کے لئے تعویذ دیتے تھے لیکن آیت اور اسماء الٰہیہ کبھی نہیں لکھتے تھے بلکہ مشائخ کے اسمائے مبارک کو تعویذ کے لئے متعین کر لیا تھا۔ فرماتے تھے کہ شیخ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا اسم مبارک لکھ کر جس بیمار کی گردن پر باندھ دیا جائے انشاءاللہ صحت مند ہو جائے گی۔ خصوصاً جن زدہ کے لئے مجرب ہے۔

آپ ہمیشہ باطہارت رہتے کبھی بے طہارت نہ رہتے اور نہ بے وضو کبھی سوتے، وضو ٹوٹ جانے پر اسباب طہارت کے مہیا ہونے تک تیمم کرتے

اور وضو پورے طور پر کرتے۔ گردن پر کپڑا باندھ لیتے تاکہ مستعمل پانی بدن پر یا کپڑے پر نہ پڑے اور اس معاملہ میں آپ اور آپ کی اولاد بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے عمر بھر کسی کی برائی نہیں بیان کی اور نہ کسی کی غیبت کی۔ گناہ کبیرہ آپ سے کبھی صادر نہ ہوا بلکہ گناہ صغیرہ بھی قصداً آپ سے سرزد نہ ہوا اکثر لوگ آپ کو روئے زمین کا فرشتہ کہتے تھے۔ ایک دن بخارا میں اس حقیر نے علمائے کبار کی ایک مجلس میں اپنے بعض دوستوں سے خوش طبعی کی بنا پر کہا کہ اپنے پیر بزرگوار سے کہو کہ آسمان کے فرشتے جو آپ کے قریبی ہیں ان کے پاس جائیں وہاں قیام فرمائیں، عبادت کریں، کیونکہ جو شخص صورت کے لحاظ سے بشر ہو اور سیرت میں اس سے صفات بشریت ظاہر نہ ہوں تو وہ فرشتہ ہی ہے اور حالت یہ ہے کہ حضرت صفات بشریت سے مکمل طور پر نکل کر ملکی و روحی صفات میں داخل ہو گئے ہیں اس روئے زمین اس فساد کے زمانہ میں آدمیوں کے درمیان کیا کر رہے ہیں

ملک را با فلک زیبندگی ہست　　　زمین را با چنیں اقوام بدمست

(فرشتے کو آسمان میں زیب دیتا ہے اور زمین کے لئے یہ بدمست اقوام زیب دیتے ہیں)

سبھی دوست مسکرائے اور آخرکار یہ خبر آپ کے کانوں تک پہنچی ملاقات ہونے پر آپ نے مجھ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فلاں تو نے میرے متعلق ایسی ایسی بات کہی ہے حالانکہ میرے پاس گناہ، نامۂ تباہ کثیر گناہ غفلت و پریشانی، سہو و نسیان اور خطا و نسیان کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور تو نے کمال عقیدت کی بنا پر ہمارے حق میں نیک گمان کیا اور حسن ظن سے کام لیا۔ ظُنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا (مومنین سے حسن ظن رکھو) کے مصداق امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حق میں نیکی لکھیں گے اور امید ہے کہ ہم کو ان جسمانی قیود، ہوائے نفسانی اور شیطانی بہکاوے سے نجات مل جائے یہ کہا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس کے بعد یہ مصرعہ پڑھا۔ چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم (میں اپنے

ایمان پر بید کی طرح کانپتا ہوں)

آداب و مستحبات کا ترک آپ سے کبھی نہ ہوتا ہر کام میں آپ عزیمت کو، اختیار کرتے تھے۔ نماز کی دعائیں اکثر اوقات میں اور خصوصاً فجر کی نماز میں طویل کرتے اتنا کہ اشراق کا وقت آجاتا۔ ایک دن دوستوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت دام عزکم آپ دعا کو بہت طویل کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض دوستوں کو تکان ہو جاتی ہے، اگر دعا مختصر فرمائیں تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا اچھا اب دوستوں کی نسبت کے مطابق کرونگا جب صبح ہوئی تو پہلے سے بھی زیادہ لمبی دعا پڑھی چنانچہ پھر کسی نے جرأت کر کے شوخی کے ساتھ عرض کیا کہ یہ دعا تو پہلے سے لمبی ہو گئی آپ نے فرمایا مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے دعا مختصر پڑھی ہے جب اس معاملہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں حد سے بڑھیں، تو آپ تند لہجہ میں فرمایا جس شخص کو کوئی کام ہو تو میری دعا کا خیال کئے بغیر کیلئے دعا کر کے اپنے کام کو چلا جائے اور مجھ کو مناجات الٰہی کی لذت سے تمہارا روکنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کر رہا ہو اور ٹھیک انزال کے وقت جو لذت کا خلاصہ ہے کوئی اجنبی کہے کہ ہیں ایسا نہ کر۔ مرید کو چاہیئے کہ پیر کی رضا کے سوا اس کی کوئی مراد نہ ہو اور تم اپنی مراد کے پیچھے چلتے ہو اپنی خواہشات کے مرید ہو اس فقیر کے مرید نہیں ہو۔ پھر یہ شور کیا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ جو شخص کسی غیر کیلئے کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے تو اس کا محبوب وہ غیر ہی ہے۔ جب دوستوں نے آپ کی یہ نصیحت سنی تو سبھوں نے توبہ کی اور اپنی حرکتوں پر استغفار کیا اور نادم ہوئے۔ آپ دعاؤں میں ہمیشہ وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عموماً دعائے خیر کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نیز یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ رَحْمَةً عَامَّةً

مختصر یہ کہ دعا و مناجات میں بہت سی ماثورہ دعائیں پڑھتے تھے کہ اگر ان سبھوں کو بیان کروں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی اور مقصود رہ جائے گا۔ مناجات خفی میں دعا کے وقت محو اور مستغرق ہو جاتے۔ پوری تنظیم کے ساتھ بیٹھتے اور اکثر اوقات ہیبت الٰہی سے چہرہ انور کا رنگ متغیّر ہو جاتا۔ اور اس حالت میں آپ کی زبان رک جاتی اور زبان بے زبانی سے کلام فرماتے۔ کبھی ایسی حالت میں تبسم فرماتے۔ خدا جانتا ہے کہ اس مناجات میں آپ کو دربار خداوندی سے کیا لذّت حاصل ہوتی تھی ۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام

(ناتجربہ کار پختہ کاروں کے احوال نہیں جانتا ہے)

مختصر یہ کہ آپ ہر شخص کے خیر خواہ تھے کسی کی بدی یا بدخواہی کے روادار نہ تھے، لوگوں کے راز کبھی فاش نہ فرماتے، چغلخوری کو بُرا سمجھتے، سُنی کو ان سُنی اور دیکھی کو ان دیکھی سمجھتے۔ حیا، علم اور تواضع کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس سے زیادہ کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی کبھی خلوت میں فرماتے کہ اگر میں مغرب میں ہوں اور مشرق میں میرا کوئی مرید کوئی نامناسب کام کرے تو اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ مجھ کو اس کام کی اطلاع دیدے،

کیسی بات ہے کہ بعض دوست بہت زیادہ بے پرواہی کرتے ہیں بلکہ بعض وقت خلاف شرع باتیں ان سے صادر ہوتی ہیں اور بغیر توبہ و استغفار کئے ہوئے اسی بے باکی اور ناپاکی کے ساتھ اس فقیر کے پاس آتے ہیں اور فقیروں کے حلقہ میں بیٹھتے ہیں۔ تو جیسے لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فقیر ان کی اس بات سے واقف نہیں اور غیب سے مجھ کو اس کی اطلاع نہ مل گئی ہو ہرگز نہیں ہرگز نہیں بلکہ میں تو ان کے شامت اعمال کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔ اور ان کے اطوار خبیثہ کو ظاہر نہیں کرتا ہوں۔ ستاری کے پردہ میں مستور اور غفاری کے پردہ میں مغفور اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں تاکہ ان لوگوں کو توبہ و انابت کی توفیق حاصل ہو ﴿ہدیہ ۔۔﴾

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

(مصلحت نہیں ہے کہ پردہ سے راز باہر ہو۔ ورنہ رندوں کی مجلس میں کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس کی خبر نہیں ہے)

خواجہ حافظ کے اس شعر کو اسی معانی ملہ میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے دوستو! اللہ تعالےٰ سے ڈرو اس دن سے پہلے کہ وہ تم کو ڈرائے۔ اللہ تعالےٰ اور عباد اللہ کے متعلق اَدب سے زندگی بسر کرو کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا کیونکہ طریقت کی بنیاد اَدب پر ہے اَلطَّرِیْقَةُ کُلُّهَا اَدَبٌ (طریقت سارے کا سارا اَدب ہے) تمام بزرگوں کے نزدیک مسلّم ہے۔ ادب کے معنی یہ نہیں ہیں کہ فقیر کے نزدیک آکر سر جھکا کر بیٹھیں کہ یہ ایک دوسری بے ادبی ہے۔ بلکہ اَدب کے معنی اس معاملہ میں یہ ہیں کہ شریعت و طریقت کے حکم سے بغیر عذر شرعی باہر نہ نکلیں اور شرع کے خلاف بے باکانہ قدم نہ رکھو اور اللہ تعالےٰ کے عظمت و جلال سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (بے شک تیرے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے شرم کرو کہ وہ صبح و شام ہر حالت میں اور ہر وقت میں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جب امت کا کوئی فرد گناہ کا مرتکب ہوگا تو آپ غمگین ہوں گے۔ اس سے زیادہ بے ادبی کیا ہوگی کہ اپنے کمینہ نفس کی خاطر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کرے۔ اور انبیاء علیہم السلام و اولیاءؒ کی ارواح مقدسہ اور آسمان و زمین کے فرشتوں کے سامنے گناہ کرے اور شرم نہ کرے یہ تو کمال بے ادبی ہے۔ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ جو شخص ایمان کی شاخ کو درہم برہم کردے اور بیحیائی جو طغیان (سرکشی) کی دلیل ہے اختیار کرے تو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ باغی اور سرکش کو دوزخ میں لے جائے گا۔ اور عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ثواب و فیوضات کی توقع تو کجا وہ شخص انتہائی احمق ہے۔ احیاء العلوم میں مذکور ہے کہ احمق ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے مغفرت کی تمنا کرتا ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقے

(اگر تو مراتب کا لحاظ نہیں کرتا ہے تو زندیق ہے)

آپ گفتگو میں کبھی من رہا لیعنی میں اور ہم کا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ فقیر نے کہا یا فقیر نے سنا۔ اور ولایت و کرامت، خرق عادت اور کشف کا اظہار مجلسوں میں نہیں فرماتے، بلکہ دعویٰ کے ترک اور کتمان احوال کی بے حد کوشش کرتے اور خاص و عام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے۔ کبھی کبھی کسی کو اشارتاً اس کے متعلق بتلاتے تو تاکید کرتے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کو پوشیدہ رکھنا۔

کوئی مسلمان کو آپ کو کھانے کی تکلف دیتا تو اس کے گھر تشریف لے جاتے اس کا کھانا کھاتے اور کسی شخص یا کسی چیز کی اہانت اور تحقیر نہ کرتے تھے۔ میزبان کو بلا کر اپنا پس خوردہ تبرک کے لئے اس کو دیتے اس کے کام اور اخلاص سے خوش ہو کر احسانمندی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے دربار میں اس کے اور اس کے فرزندوں کے حق میں برکت و رحمت کی دُعا فرماتے۔ کسی شخص پر یا کسی چیز پر برائی نہیں جتاتے۔ کسی کی اس کے سامنے تعریف نہ کرتے، انسان و حیوان میں سے کسی مخلوق کو نہ ستاتے تھے۔ جو شخص آپ سے خود ہی رنجیدہ ہوتا تو کوئی چیز اس کو دیکر اس کے سینہ سے کینہ کو دور کرتے تھے، اور اس آزار کو اس خدا بیزار شخص سے دفع کرتے تھے۔ اور حتی الامکان اس کو اپنے سے راضی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اہل قبور کی زیارت کے لئے ننگے پاؤں جاتے تھے اور جو دُعائیں احادیث میں منقول ہیں ان میں سے بہت سی دُعائیں پڑھتے تھے مراقبہ میں جاتے پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر قبلہ رو ہو کر پشت

کی جانب سے اس عزیز کے حق میں کھڑے کھڑے دعا فرماتے اور اس زمانہ میں وفات پائے ہوئے لوگوں کے لئے کھڑے کھڑے بہت زیادہ دعا مانگتے۔ پھر تعظیم کے ساتھ مسکراتے ہوئے اور بغیر بات کئے ہوئے قبرستان سے باہر نکل آتے، ہمیشہ متفکر، غمگین اور مستغرق رہتے تھے۔

ترکی عدد کا حساب نہیں جانتے تھے۔ حمام و بازار میں نہیں جاتے تھے۔ صحبت خلائق سے گریزاں تھے تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ مجاہدہ اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ تانبا، پیتل اور چاندی کے ظروف بے ضرورت استعمال نہ کرتے تھے، سفر میں ایک لوٹا ہمیشہ ساتھ رکھتے اور اسی سے وضو کرتے۔ بادشاہ و گدا، فقراء امرا، سلاطین و رعایا بندہ و خواجہ، اچھے برے سبھی آپ کے نزدیک برابر تھے کسی میں امتیاز نہ کرتے تھے ہاں سادات اور اہل علم اور مشائخ کو دوسروں سے مستثنیٰ کرتے اور اس جماعت کا احترام اور تعظیم بجا لاتے۔ راستہ چلنے میں اِدھر اُدھر بہت کم دیکھتے، کاموں میں سلب کو اختیار کیا تھا۔ اگر کوئی شخص کچھ کہتا تو اس کے راستہ پر چل پڑتے اور اس کا دل خوش کرتے، لوگوں کی ذات کو اپنی ذات سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، خوش خلق، خوش صورت، شیریں زبان، نرم گو اور عطر بو تھے۔ دانا دوستوں کے مشورہ کے بغیر اور متعدد بار استخارہ کے کوئی کام اختیار نہ کرتے تھے۔ مساجد، خانقاہوں، گھروں اور اہل اللہ کے مقبروں میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھتے۔ اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالتے، وضو خانہ، بیت الخلاء اور ظالموں جابروں کے گھروں میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کرتے اور نکلنے میں پہلے دایاں پاؤں نکالتے ننگے سر کھانا نہیں کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے بے طہارت یا بے تعظیم کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بے طہارت رہنے کو بُرا سمجھتے تھے، اگر کسی دن کئی بار وضو کرنا پڑا تو فوراً وضو کرتے اور دو رکعت نماز شکر وضو ادا کرتے تھے۔ اور نفل نمازوں اور ماثورہ دعاؤں کو سفر و حضر

میں، صحت و مرض میں قبض و بسط میں غرض کسی حال میں نہیں چھوڑتے تھے بلکہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ تسبیح کبھی ہاتھ میں نہیں لیتے تھے بلکہ تسبیحات اور ذکر و تہلیل انگلیوں کی بوروں پر شمار کرتے تھے۔ نفل نمازوں اور اوراد ماثورہ کے بہت شائق تھے، جنگ اور شہادت کو محبوب رکھتے اور ہمیشہ اسی فکر اور آرزو میں رہتے۔ کئی بار کفار ہند سے جنگ بھی کی تھی اور اسی نیت سے ملک سے یعنی سرہند شریف سے باہر بھی نکلے تھے۔ آپ کے والد ماجد شیخ اکبر و شہید اعلےٰ حضرت شیخ شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہوئے تھے۔ اور ہمیشہ اس کی آرزو تھی کہ شہادت نصیب ہو اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔ زیارت حرمین شریفین کی ہمیشہ آرزو رکھتے۔ اور اس کے متعلق گفتگو اور دوستوں کو ترغیب دیتے رہتے اور خود اس کے عدم حصول پر دل میں کڑھتے رہتے، فرزندوں اور مریدوں کی دلجوئی، اہل عالم اور بے شمار لوگوں کی وابستگی کے سبب اس مبارک سفر کو موقوف کیا تھا۔ اگرچہ بظاہر یہ اہم سعادت آپ کو حاصل نہ ہوئی لیکن باطنی طور پر ہزاروں حج اکبر آپ سے ظہور میں آئے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است ... بہتر ز ہزار کعبہ آمد یک دل
(تم کعبہ کو دل جاتے ہیں کسی دل کو پالے ایک دل ہزار کعبہ سے بہتر ہے۔)

آپ کی دعا ہمیشہ یہ رہتی تھی کہ یا اللہ تو اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور میری موت تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

آپ ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے اس کے وعدہ کے امیدوار اور اس کی وعید سے ترساں اور خائف رہتے تھے دلوں میں دوست اور دروازوں پر طبیب تھے، صدق و صفا حلم و حیا، اخلاص، وتقویٰ، جود و سخا، مہر و وفا کی صفات سے متصف تھے ان امور میں اپنے معاصرین سے مستثنیٰ اور بے نظیر و بے مثل تھے۔ اللہ تعالےٰ سے ہر حال میں راضی اور شاکر تھے۔ اور کبھی تقدیر کی شکایت کسی جوان یا بوڑھے

کے سامنے نہیں کرتے تھے اور تمام مصائب و مشکلات میں رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ کہتے تھے، قسمت پر قانع اور قضا پر راضی بلا پر صابر اور نعمتوں پر شاکر اور اس کے ذکر سے لذت حاصل کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ بندے کو کافی نہیں ہے) اور فرماتے تھے کہ مَنْ لَہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ (جس کا مولےٰ ہو اس کا سب کچھ ہے)

حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص تمام دنیاوی مہمات کو چھوڑ کر صرف ایک آخرت کی مہم کو اختیار کرے تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام دنیوی مہمات کو بھی کفایت کرتا ہے اور اس شعر کو اسی سلسلہ میں پڑھتے تھے۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ... کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند
(تو فقیروں کی طرح مزدوری کی شرط پر بندگی نہ کر کہ مالک بندہ پروری کا طریقہ خود جانتا ہے)

عمارت اور دنیا کی زینت کی طرف قطعاً التفات نہ کرتے تھے اور اس کو برا سمجھتے تھے اگر کوئی دوسرا کرتا تو منع نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا ویران ہو جاتی یعنی اگر احمق نہ ہوتے جو عمارت بناتے ہیں تو دنیا کی آبادی ویران ہو جاتی کیونکہ پست لوگ اس کی آبادی میں مشغول ہوتے ہیں، اور عقلمند لوگ ضرورت سے زائد کام نہیں کرتے ہیں، نیز فرماتے تھے کہ بعض درویش گمان کرتے ہیں کہ عمارت بری چیز نہیں ہے افسوس ایسا نہیں ہے جیسا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ دنیا کی عمارت کی تعمیر عمارت باطن کی تخریب کا ظاہری سبب ہے

ہر کہ در بند عمارت می شود ... ہر چہ دارد جملہ غارت می شود
(جو شخص عمارت کی فکر میں رہتا ہے اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ غارت ہو جاتا ہے)

پیران و مشائخ، استادوں، علماء و سادات کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے اور مریدوں اور دوستوں کو اس معاملہ میں بہت زیادہ تاکید

کرتے تھے۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کی، جھوٹ کبھی نہ بولے، مذاق میں بھی جھوٹ کبھی زبان پر جاری نہ ہوا بلکہ ہر کام میں سچائی اختیار کرتے تھے۔ حقیقت ہو یا مذاق ہر حال میں راست گفتار، راست رفتار اور راست کردار تھے۔ کبھی ریا، خود پسندی، حسد، تکبر، کینہ اور بخل آپ کے پاس نہ پھٹکے، صلہ رحمی آپ کی طرح کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اکثر خیرات و صدقات، نذر، تحفے اور ہدایا جو آپ کے پاس آتے تو اپنے دور اور نزدیک کے رشتہ داروں کو لوگوں سے چھپا کر دیتے تھے اور احسان نہیں جتاتے تھے۔ اور اس پر بڑا اور جفا نہیں کرتے تھے اپنے لوگ جس قدر جفا کرتے آپ اسی قدر زیادہ وفا و مروت، کرم و اکرام اور عطا و انعام سے نوازتے اور فتوحات کو بے موقع اور ریا و شہرت کے ساتھ صرف نہ کرتے تھے۔ اسراف، ریا اور شہرت سے بہت احتیاط برتتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ شرک خفی ہے دنیا کے مال میں سے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے اور نہ ڈھیر لگا کر رکھتے تھے۔ روزانہ جو کچھ آتا سب خرچ کر دیتے بچا کر نہ رکھتے اگرچہ بعض وقت سو روپے بلکہ ہزار، ہزار روپے آتے تھے کھانے پینے اور دیگر ضروریات میں کام آنے والی اشیاء آئیں آپ سب انعام میں دیدیتے اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ ضروری سامان کے سوا آپ کے ہمراہ کوئی چیز نہ ہوتی۔ بری چیزوں، برے دن، برے پڑوسی کاہل ساتھی سے ہر حال میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے اور اخبار و آثار میں علمائے کبار سے جو دعائیں اس معاملہ میں منقول ہیں بہت زیادہ پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ خود اس نبی کی ولایت ہو۔ اسی عقیدہ پر قائم رہے اور اسی عقیدہ پر دنیا سے رخصت ہوئے اور فرماتے کہ انبیاء علیہم السلام کی عقلیں اولیائے کرام کی عقلوں سے اور اولیائے کرام کی عقلیں دوسروں کی عقلوں سے بلند ہیں۔

ہمیشہ خوف خاتمہ سے خائف اور ہراساں رہتے اور دوستوں سے فرمایا

کرتے کہ ہماری بزرگی پر بھروسہ نہ کرو۔ اپنے عمل کو تھوڑا سمجھو استغفار بہت زیادہ کیا کرو شریعت کی خلاف ورزی اور طریقت کی بے ادبی سے دور رہو۔ فقر و فاقہ اور ریاضت و عبادت کو دولت سمجھو، اپنا بار دوسروں کی گردن پر نہ لادو بے ضرورت کسی کے مہمان نہ ہو، ہر کس و ناکس کی روٹی نہ کھاؤ، اپنی روٹی کسی کو دینے میں دریغ نہ کرو۔ لوگوں کا بوجھ احسان مندی کے ساتھ برداشت کرو۔ اس بیت کو اسی معاملہ میں پڑھتے تھے۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است — نازکی کی راست آید بارمی باید کشید

(عاشق کو اگرچہ دنیا کا نازنین ہو نزاکت کب مناسب ہے اس کو تو بوجھ اٹھانا چاہیئے)

ایک دن اس حقیر پر مہربان ہو کر فرمایا کہ بابو تو ہی اچھا ہے کہ کوئی سر و سامان دنیا کا تو نہیں رکھا ہے پھر یہ بیت پڑھا!

عاشق تو خوشی کہ سر نداری
مفلس تو خوشی کہ زر نہ داری

(عاشق تو اچھا ہے کہ سامان نہیں رکھتا ہے اور مفلس تو اچھا ہے زر نہیں رکھتا ہے)

ہر فقیر و نامراد اور بیچارہ و مجبور کو دوست رکھتے جباروں، متکبروں اور دنیاوی لحاظ سے بڑے لوگوں کو مستثنیٰ سمجھتے تھے۔

ایک دن بخارا میں آپ کے تخت رواں اٹھا کر ریگستان بخارا پر سے گزار رہے تھے۔ اس دوران بادشاہ و امراء اور ارکان دولت آپ کے استقبال کو پیادہ پا آئے اور سلام کیا وہاں ایک کھوچلانیوالا بھی جو معمولی لباس میں تھا آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب مسکراتے ہوئے مرحمت فرمایا یہاں تک کہ وہاں سے غائب ہو گیا آپ لطف و کرم سے روتے جاتے اور تب فرماتے گویا آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہاں بادشاہ کون تھا۔ اور غلام کون تھا۔ دوستوں سے فرمایا کرتے کہ ہوش در دم، نظر در قدم

سفر در وطن، خلوت در انجمن کو اپنے اوپر لازم پکڑو۔ نیز کلمہ یاد کرد، بازگشت اور یاد داشت جو اس قوم کے اکابر کی اصطلاحات ہیں ان کے التزام کی اپنے دوستوں کو تاکید فرماتے۔ نیز فرماتے کہ ہمیشہ اس کی یاد میں مشغول رہو۔ اگر کوئی شخص کہتا کہ فلاں شخص آپ کو بُرا کہتا ہے اور آپ کی اہانت کرتا ہے تو فرماتے کہ اس نے سچ کہا ہے یہ ساری بُرائیاں ہم میں موجود ہیں۔ بلکہ اس سے سَو گنا زیادہ بُرائیاں مجھ میں ہیں۔ اس معاملہ میں یہ رباعی پڑھتے ؎

از ہیچ کسی خویشتن باخبرم — از ہیچ سگی بہ نیم الا بترم
ہرچند بہ حال خویشتن می نگرم — یک حبّہ نیرزد ز قدم تا بہ سرم

(میں اپنے متعلق کسی شخص سے بھی زیادہ باخبر ہوں۔ میں کسی کتے سے بہتر نہیں ہوں، بدتر ہوں۔ میں جس قدر اپنے حال پر نظر کرتا ہوں اگر تو یہ پاؤں سے سر تک ایک حبّہ کی قیمت نہیں رکھتا) اس رباعی کو بھی اسی مفہوم میں رقت آمیز لہجہ میں پڑھتے ؎

فسق است و فجور ورد ہر روزۂ ما — پر شد ز حرام کاسہ و کوزۂ ما
می خندد روزگار می گرید عمر — بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

(روزانہ فسق و فجور ہمارا ورد ہے ہمارا پیالہ اور کوزہ حرام سے بھر گیا۔ زمانہ ہنستا ہے اور زندگی روتی ہے ہماری طاعت پر اور ہماری نماز اور روزوں پر)

یہ رباعی بھی پڑھتے۔

گر طاعت خود نہم بر وی نانی — وآن نانی بنہم پیش سگی بر خوانی
آن سگ صد سال گرسنہ در زندانی — از ننگ بر آن نان نہ زند دندانی

(اگر میں اپنی طاعت کو ایک روٹی کے مقابلہ میں رکھوں اور اس روٹی کو کتے کے سامنے دستر خوان پر رکھ دوں تو وہ کتا بھی شرم کے مارے اس روٹی کو دانت نہ لگائے اگرچہ وہ کتا سَو سال قید میں بھوکا رہا ہو)

ایک دن کاتب الحروف عفی عنہ نے یہ رباعی اپنی طرف سے کہکر آپکی نظر سے گزاری

ما ئیم کہ از بدان عالم بدتر — ما چوں خس روی آب مردم گوہر
ہر کسی دارد بروئی عالم ہنری — ما غیر گنہ دگر نداریم ہنر

(ہم تو دنیا کے بُروں میں سب سے بُرے ہیں ہم پانی پر تنکے کی طرح ہیں اور لوگ گوہر ہیں) ہر شخص اس دنیا میں کوئی ہنر رکھتا ہے ہم گناہ کے سوا کوئی ہنر نہیں رکھتے)

یہ بیت بھی اپنی طرف سے کہ کر پیش کی ؎

سخت بدکارم کہ اطوار اخص خاص من — در خور کردار مردار ا عم عام ہست

(میں بہت بدکار ہوں کہ خاص الخاص لوگوں کے طور طریقے عام اور مردار لوگوں کے کردار کے لائق نہیں)

آپ نے پسند فرمایا اور یہ مصرعے پڑھا کہ

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی (تو نے میرا وقت خوش کیا تیرا وقت بھی خوش ہو)

اس کے بعد اس فقیر کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس کی عنایت سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں تم کو ایک قسم کا فنائے نفس … اور ایک درجہ کی نیستی اور اس طائفہ علیہ کا کمال حاصل ہو گیا ہے

آپ اپنی ذات کو ہر شخص سے کمتر سمجھتے تھے، عجز و بیچارگی کو محبوب رکھتے اور جو شخص اس سلسلہ میں کارگزاری کرتا اس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اپنی طاعت و عبادت کو کبھی خاطر میں نہ لاتے حالانکہ بے انتہا عبادت کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم تو طفیلی ہیں اور آیت قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا (کہو سب کچھ خدا کے فضل و مہربانی سے ہے اور اس پر آپ کو خوش رہنا چاہیئے)

ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے امیدوار رہتے۔ یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ۔

اور یہ بیت پڑھتے تھے۔

ندارم ہیچ گونہ توشۂ راہ — بجز لَاتَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہ

(میں کسی قسم کا زادِ راہ نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں)

اس کے باوجود طاعات و عبادات اور عزائم امور میں سب سے زیادہ شائق اور سب سے زیادہ عامل تھے کہ ان امور میں کوتاہی کبھی راہ نہ پائی تھی۔

ایک دن یہ حقیر غفر اللہ ذنوبہ و ستر اللہ عیوبہ خلوت خاص میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں اور خود گنگنا رہے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر نظامی کی یہ بیت پڑھ رہے ہیں۔

نمی سازم بہ پیراہن نمی سازم بہ عریانی — جنونی کردہ ام پیدا نہ شہری نہ بیابانی

(نہ لباس سے اور نہ ہی عریانی سے میری موافقت ہے۔ میں نے ایک جنون پیدا کیا ہے شہر اور بیابان نہیں) (میں نے ایک ایسا جنون پیدا کیا ہے جو نہ شہری ہے نہ بیابانی)

اور یہ بیت بھی پڑھتے تھے۔

جنونِ عشق را پیدا نمی کردم چہ می کردم — چو مجنوں سر درین صحرا نمی کردم چہ می کردم

(عشق کا جنوں پیدا نہ کرتا تو کیا کرتا مجنون کی طرح سر اس صحرا میں نہ رکھتا تو کیا کرتا؟)

نیز یہ پڑھ رہے تھے۔

تقدیر بیک ناقہ نشانیدہ دو محمل — سلمائ حدوثِ تو و لیلائ قدم را

(تقدیر نے ایک ناقہ پر دو محمل بٹھا دیئے تیرے حدوث کے سلمیٰ اور قدم کے لیلیٰ کیلئے)

یہ بھی پڑھ رہے تھے۔

من از آں شہر کلانم نہ از آں دہ کہ توئی — با ہمہ خلق جہاں دار و مدارے دارم

(میں اس بڑے شہر سے ہوں نہ اس دیہات سے تعلق رکھتا ہوں جس سے تو رکھتا ہے میں تو تمام مخلوق سے تعلق رکھتا ہوں)

آخر میں یہ دو بیت پڑھی۔

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حسابِ کم و بیش را

نیاوردم از خانہ چیزی نخست — تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

(میں نے اپنی پونجی تیرے حوالہ کر دی اب کمی بیشی کا حساب تو جانے۔ میں گھر سے کوئی چیز لیکر نہیں آیا ہوں تو نے دی ہے میری ساری چیزیں تیری ہی ہیں)

اس کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر صدق و اخلاص کے ساتھ دعا فرمائی دعا سے فراغت کے بعد میری طرف متوجہ کر فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے بھی دعا کی ہے اور اس کی قبولیت کے آثار ہم پر ظاہر ہوئے اللہ تعالےٰ کی عنایت سے امید ہے کہ اس بابرکت دعا کی بدولت رحمت خداوندی اس بدکار کی دست گیری کرے گی۔ اور روزِ جزا میں پروردگار کی طرف سے اس کا فضل اس کمترین کے شامل حال رہیگا۔ (بیت)

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول — اے کہ در سفتۂ قطرۂ بارانی را

(اے بارش کے قطرہ کو موتی بنانیوالے ہوسکتا ہے کہ تو میرے آنسو کو حسن قبولیت بخشے)

آپ مسلمانوں میں سے خواص و عوام کی عیادت کے لئے اکثر تشریف لے جایا کرتے۔ بیمار کو دلاسا دیتے اور دل خوش کرنے والی باتیں کرتے، دست شفقت ہاتھ پر اور سر پر پھیرتے اور اس کے لئے دعا کرتے۔ شفا کے لئے، آیات قرآنی پڑھتے اور دوستوں کو بیماروں کی عیادت کی بہت زیادہ ترغیب دیتے تھے اور اس معاملہ میں بہت زیادہ تاکید کرتے تھے اور حدیث شریف اَیْنَ عَادُوْنَ الْمَرِیْض (مریض کی عیادت کرنے والے کہاں ہیں) کی بشارت سنایا کرتے تھے۔ اگر وہ یا اور کوئی مریض وفات پا جاتا اور آپ کو خبر ملتی تو آپ اس کے جنازہ میں شریک ہوتے اور نماز پڑھتے اور دعائے مغفرت فرماتے اور اس کے وارثوں اور رشتہ داروں کی دلدہی کرتے اور مصیبت زدگان کے لئے صبر و سلامتی کی دعا فرماتے۔ جب خوشبو آپ کی ناک تک پہنچی تو درود پڑھتے، بیوگان، یتامیٰ، قیدیوں اور مسلمان مسافروں کی خبرگیری کرتے۔

مگر ضروری کاموں میں اور ضرورت کے مواقع پر جلد بازی کرتے. رنج و بلا، بیماری اور مصائب میں کامل صبر کرتے بلکہ اکثر مواقع پر شکر ادا کرتے. اور فرماتے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کے کام ہیں اور اس کی مرضی یہی ہے اور مولے کی رضا سب سے اولےٰ ہے. اللہ تعالےٰ محبوب ہے. اور محبوب سے جو کچھ صادر ہو وہ بھی محبوب ہے. سال کے بارہ مہینوں میں اپنے پیروں سے جو کچھ اوراد وظائف تلقین ہوئے تھے ان کو پورے طور پر بجالاتے تھے اور کبھی ترک نہ کرتے. اور کبھی کبھار چھوٹ جاتا تو بہت زیادہ رنجیدہ اور غمگین ہوتے اور اس کی قضا کرتے تھے اور استغفار کرتے تھے. رجب کے مہینے میں روزانہ سو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ وَالْاٰثَامِ پڑھتے تھے.

اور دوستوں کو اس کے پڑھنے کی تاکید کرتے تھے. شعبان کے مہینے میں روزانہ سو بار درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ آلِہٖ وَسَلِّمْ پڑھتے تھے اور دوستوں کو بھی اس کے پڑھنے کا حکم دیتے. رمضان المبارک کے مہینے میں روزانہ سو بار سورہ اخلاص بِسْمِ اللّٰہِ کے ساتھ پڑھتے تھے. اور خود عمل کرتے تھے. فرماتے تھے کہ ماہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالےٰ سے استغفار بندہ کے لئے مناسب ہے اور ماہ شعبان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ ہے اس مہینہ میں خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کثرت سے درود بھیجنا زیادہ مناسب ہے اور وہ رمضان المبارک کا مہینہ حضرت پیغمبر آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کا مہینہ ہے اس لئے اس مہینہ میں سورہ اخلاص مناسب ہے تاکہ بندہ شرک و نفاق سے نجات پائے - اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے ماورائے انفس و آفاق پورا پورا بدلہ حاصل کرے اور کمال عبودیت اور مقام عبدیت تک پہنچے جو مقام رضا سے بالاتر مقام ہے -

بندہ چون صدق پیاورد بدرگاہ احد　　عاقبت ازرہ اخلاص زصدیقان شد

چون جفاجوئی منافق شد و کذاب و لئیم　　دررہ دین بیقین سائق زندیقان شد

بندہ نے جب درگاہ احد میں صدق پیش کیا تو اخلاص کی وجہ سے آخر کار صدیقوں میں سے ہو گیا اور جیسکوئی جفا جو منافق جوٹا اور کمینہ ہو گیا تو دین کے راستہ میں یقیناً زندیقوں کا قائد ہو گیا

مختصر یہ کہ آپ مظہر نور و انوار، مظہر ستر و اسرار، منبع سعادت، معدن استقامت سرچشمۂ وفا و حیا، عین العلم و حدت و صفا تھے. اور جو کچھ اعمال و اخلاق حمیدہ اور اوصاف مجیدہ سالکین اور واصلین کے تھے سب کو صبح و شام اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے پورے طور پر بجالاتے تھے. جس میں ریا و شہرت اور دنیوی خواہش اور زر و مال کے طمع کو دخل نہ تھا - اور جو کچھ برے اعمال اور اخلاق رذیلہ ہیں ان کو خداوند تعالےٰ کے خوف اور ڈر سے چھوڑ کر بالکل پرہیز کرتے تھے. چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ عین نور، نور عین جامع مقامات، لامع الہامات منبع کرامات معدن سیادت و سعادت، برہان سلف، سلطان خلف، صاحب ولایت اصلیہ مخزن اسرار الٰہیہ قدوۂ علمائے صالحین، زبدۂ کبرائے واصلین، مشرّف بہ مقام رضا و عبودیت، اوہام و خیالات سے مبرّا، کذب و غیبت اور چغلخوری سے معرّا اور اپنے زمانہ میں بقیۃ الصالحین اور نقبۃ المفلحین ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

آنچہ اسباب جمال است رخ خوب ترا　　ہمہ بروجہ کمال است کما لا یخفیٰ

جمال کے تمام اسباب آپ کے رخ زیبا کو مکمل طور پر حاصل ہیں جیسا کہ مخفی نہیں

چھٹا باب

آپ کا سلوک اور طریقہ علیہ

واضح ہو کہ آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے ایک رسالہ میں حمد و صلوٰت کے بعد لکھا ہے کہ ان چند سطور کے لکھنے کا باعث یہ ہے کہ بعض دوستوں نے درگاہ احد کے اس فقیر حقیر فضل احمد سے التماس کیا کہ طریقہ نقشبندیہ کے اسباق ترتیب کے ساتھ ابتداء سے انتہا تک لکھنا چاہیئے اگرچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور آپ کے فرزند ارجمند عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما اور دیگر خلفا نے اجمالاً و تفصیلاً اپنے رسائل و مکتوبات میں طریقت کا بیان تحریر فرمایا ہے کہ دوسروں کے لکھنے اور بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن التماس کرنے والے کے التماس کو منظور کرتے ہوئے چند سطریں نقشبندیہ طریقۂ مبارک کے متعلق تحریر کی جاتی ہیں تاکہ اس کا نفع سالکوں کے لئے عام اور زیادہ نفع بخش ہو۔

جب طالب شیخ کے پاس آئے تو چاہیئے کہ شیخ پہلے دو رکعت نماز استخارہ پڑھے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں الحمد کے سورۂ اخلاص ایک بار پڑھے اس کے بعد دعائے استخارہ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ آخر تک ایک بار پڑھے۔ اور سید الاستغفار اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ بھی آخر تک درود شریف کے بعد اور اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ سے پہلے پڑھے۔ اس کے بعد ذکر کی طرف متوجہ ہو۔ نیز برابر کی تمیز نہیں۔

جب اقبال طلب معلوم ہو تو مرید کے رو برو بیٹھے اور شیخ کامل کا محض اقبال قلب ہی استخارہ کے قائم مقام ہے اور اس کا ہاتھ مصافحہ کے طور پر پکڑے اور استغفر اللہ تعالےٰ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار پڑھوائے اس کے بعد مرید سے یہ کہلوائے کہ اے خدا! ہر گناہ سے جو دانستہ ہو یا نادانستہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو سب سے میں نے توبہ کی۔ میں خواجہ بزرگ حضرت بہاءُ الدین نقشبند مجدد الف ثانیؒ حضرت شیخ احمد سرہندی، عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد معصوم حجۃ اللہ حضرت محمد نقشبند، مروّج الشریعت حضرت شیخ عبید اللہ، حضرت خواجہ محمد پارسا، حضرت شاہ محمد رسا، حضرت شیخ عبد اللہ کے طریقہ میں فضل احمد کے ہاتھ پر داخل ہوا۔ اس کے بعد طریقہ ذکر کی تعلیم میں مشغول ہو۔ مرید کو بتلائے کہ بائیں پستان کے دو انگلی نیچے قلب کا مقام ہے مرید زبان کو تالوے سے چپکائے لفظ اللہ کو زبان دل سے کہے یعنی یہ خیال کرے کہ میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ اپنے قلب کو سالک کے قلب کی طرف متوجہ کرے اور اس کے قلب کی کشش، کرے خیال کے ذریعے اعضا و جوارح کی حرکت کے ذریعے سے نہیں چوتھائی پارہ یا نصف پارہ قرآن پڑھنے کے مقدار بیٹھے اور متوجہ ہو۔ بعض مرید تو ابتدائی توجہ ہی میں متاثر ہو جاتے ہیں بعض دیر میں متأثر ہوتے ہیں اور یہ دیر میں متاثر ہونا ان کی استعداد کی کمی کی علامت نہیں ہے کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پوری استعداد رکھنے کے باوجود اس حالت میں مبتلا ہوتے ہیں بہر حال شیخ ان لوگوں پر توجہات سے دریغ نہ کرے انشاء اللہ وہ بہرہ ور ہوگا۔ شیخ طالب کو حکم دے کہ وہ دن رات اس سبق میں اپنے آپ کو مشغول اور مقید رکھے۔ ذکر کی پابندی اس طرح کریں کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ ہو جائے جس طرح سمع سامع کی صفت اور بصر باصر کی صفت ہوتی ہے۔ اور تکلف کے ساتھ ذکر کو اپنے سے دور کرنا چاہیے تو دور نہ ہو۔

اور پوری استعداد رکھنے والے سالک کے متعلق امید ہے کہ وہ تین چلہ میں فنائے قلب کے ساتھ مشرّف ہو جائے گا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ تھوڑی ہی قدرت میں فنائے قلب کے ساتھ مشرف ہو جاتے ہیں اور یہ شعر ان کے حق میں صادق آتا ہے۔

اگر این لحظہ ممکن کار شب ہست ــــ ز بخت مقبلاں آں ہم عجب ہست

(اگرچہ اس تھوڑے وقت میں رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن خوش نصیبوں سے یہ بھی عجب نہیں ہے)۔

اور اس لطیفہ کی ولایت ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے زیر قدم ہوتی ہے۔ اور اس لطیفہ کا رنگ پورے لقیفہ کے بعد زرد رنگ میں سالک ارباب علم پر منکشف ہوتا ہے۔ اور اس سالک کو اس زمانہ میں آدمی المشرب کہیں گے، تین چلہ گزرنے کے بعد سالک کو لطیفہ روح کی تعلیم دے روح کی جگہ دائیں پستان کے نیچے قلب کے مقابل ہے چاہیئے کہ لطیفہ روح کے ذکر پر اسی طرح مداومت کرے اور اس لطیفہ کا نور یہ لقیفہ تام کے بعد سرخ رنگ میں سالک ارباب علم پر منکشف ہوگا۔ اور اس لطیفہ کی ولایت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زیر قدم ہوتی ہے اور اس وقت اس سالک کو ابراہیمی المشرب کہیں گے۔ ایک چلہ گزرنے کے بعد سالک کو لطیفہ سرّ کی تعلیم دے۔ اس کی جگہ سینہ اور قلب کے وسط کے درمیان ہے۔ سالک اس لطیفہ پر بھی بطریق سابق پابندی کرے۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔ اس لطیفہ کا نور تقیفہ تام کے بعد ارباب علم سالک پر سفید رنگ میں منکشف ہوگا اس سالک کو اس وقت موسوی المشرب کہیں گے۔ اس چلہ گزرنے کے بعد سالک کو لطیفہ خفی کی تعلیم دے اس لطیفہ کی جگہ وسط سینہ اور لطیفہ روح کے درمیان ہے اور اس لطیفہ کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔ اور اس لطیفہ کا نور لطیفہ تام

کے بعد ارباب علم سالک پر سیاہ رنگ میں منکشف ہوگا اور اس سالک کو اس زمانہ میں عیسوی المشرب کہیں گے ایک چلّہ گذرنے کے بعد سالک کو لطیفہ اخفیٰ کی تعلیم دے۔

اس لطیفہ کی جگہ وسط سینہ میں ہے۔ اور اس لطیفہ کی ولایت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نیچے ہے اس لطیفہ کا نور لقیفیہ تام کے بعد ارباب علم سالک پر سبز رنگ میں منکشف ہوگا اور اس سالک کو اس زمانہ میں محمدی المشرب کہیں گے۔ جب یہ لطائف پنجگانہ کما حقہ لقیفہ پا گئے تو سالک اس وقت دائرہ ولایت صغریٰ میں داخل ہوگا اور سیر الی اللہ بھی اسی زمانہ انجام کو پہنچے گا اور مرتبہ علم الیقین سے جا ملے گا، تجلی افعال کا ظہور ہوگا۔

فناء النفس کی ابتدا اسی مقام سے ہے چاہیئے کہ ذکر دل میں کرے اور دل سے کہے صدر سے نہ کہے تاکہ نتیجہ بخشے اس طرح کہ اللہ کے اسم مبارک کو بےچونی اور بے چگونگی کے معنی میں توجہات کے بعد بالکلیہ قلب سے دل میں گذارے اور معنی میں حاضر و ناظر تصوّر نہ کرے اور کوئی صفت ملحوظ نہ رکھے اور اسی اسم مبارک کو توجہ مذکور کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھے۔ سالک اپنی آنکھ کو کھلا رکھے سر اور گردن بھی خم نہ ہو کہ یہ مخلوق کے لئے اس کے ذکر سے مطلع ہونے کا سبب ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کو اس طرح ذکر کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت شاہ ولایت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے سر اور گردن کو پست کئے ہوئے تھا۔ فرمایا کہ اے سر اور گردن کے پست کرنے والے سر اور گردن اٹھا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے حال کو نہ جانے بلکہ اپنی نظر سے بھی چھپائے اس کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ یہ ذکر طریقت کا الف با ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ بہت زیادہ مشغولی سے مولوی طریقت ہو۔ یہ گمان نہ کرے کہ یہ کام آسان درجہ کا ہے۔ بلکہ سالک اس وقت جلال و جمال کی صفت

کا مظہر ہوگا کیونکہ عالم امر کے لطائف میں سے ہر لطیفہ کے ذکر کو عمل میں لانا دس ہزار سال کی راہ طے کرا دیتا ہے مشہور ہے کہ سیر الی اللہ کو پچاس ہزار سال کی راہ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے جو شخص عالم امر کے ان لطائف پنجگانہ کی کماحقہ سیر کرتا ہے تو کل آخرت کے دن جب کہ ایک دن پانچ ہزار سال کے برابر ہوگا وہ پچاس ہزار سال کی راہ اس پر آسان ہوگی ورنہ دشوار ہوگی۔

آنکس کہ نخورد از نی واز عشق نہ سوزد — بیچارہ مگر خِبِنش در تہ گور است

(جو شخص شراب نہ پئے اور عشق میں نہ جلے تو شاید اس کو گور میں جلنا ہوگا)

اس کے بعد شیخ اس سالک کو نفی واثبات کی تعلیم کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے سانس کو ناف کے نیچے روکے اور "لا" کو خیال میں ناف کے نیچے سے کھینچے اور سر کے اوپر تک پہنچائے اور "الٰہ" کو خیال میں سر کے اوپر سے دائیں مونڈھے پر پہنچائے اور "الا اللہ" کو خیال میں دائیں مونڈھے سے قلب پر ضرب لگائے پھر لا کو سر سے شروع کرے اور پہلے کی طرح پورا کرے، اور پھر از سر نو شروع کرے اور پہلے کی طرح تمام کرے اور پھر از سر نو شروع کرے اور پہلے کی طرح تمام کرے پہلے تین تین مرتبہ ہر سانس میں طاق عدد میں کہے۔

اس کو وقوف عددی کہتے ہیں یعنی ذکر کے عدد سے واقف ہوتا ہے اس کے بعد پانچ مرتبہ کہے اور اس کے بعد سات مرتبہ اسی طرح آہستہ آہستہ اکیس (۲۱) مرتبہ تک ہر حبس نفس میں پہنچائے اس کے بعد جس قدر خوشی کے ساتھ ممکن ہو زیادہ کرے تو بہتر ہے اگر ہر حبس کرنے میں بہت زیادہ مشقت ہو تو چاہیئے کہ اکیس (۲۱) ذکر پر کفایت کرے جو کہ نتیجہ کا محل ہے۔ بہر حال جس قدر اختیار اور زیادہ کرے تو چاہیئے کہ طاق پر ختم کرے اور ذکر کرنے میں حبس نفس شرط نہیں لیکن مفید ہے اور اس کے معنیٰ کا اس طرح لحاظ کرے کہ لا (نہیں) اللہ (کوئی مقصود) الا اللہ (اس پاک اور بیچون ذات کے سوا

اور جب سانس کو چھوڑے تو چاہیئے کہ زبان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کہے اور اس کے بعد کہے کہ "خدا یا تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا۔ پھر حبس نفس سے شروع کرے اور جس وقت سانس کو چھوڑے تو ان ہی کلمات مذکورہ کو کہے۔ اور چاہیئے کہ رات دن نفی و اثبات کو پانچ سو بار سے کم نہ کرے اگر اس سے زیادہ کہے تو بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے۔

تا بہ جاروب لا نروبی راہ — نرسی در سرائے الا اللہ

(جب تک لا کے جھاڑو سے تو راستہ کو نہیں بہارے گا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا)

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے نفی واثبات کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ جو کچھ سالک کے کشف و شہود کی آنکھ میں آئے اگرچہ بے کیف اور منزہ ہو سالک سب کو لا کے تحت داخل کرے اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنیٰ کے جو قلب کی موافقت کے ساتھ صادر ہوا اس کو کوئی منقعتہ نہ ہو۔

نیز حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب خدائے بزرگ و برتر کے فضل سے اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں نفی واثبات کا معاملہ انجام کو پہنچ جائے اور سینہ بے کینہ ہو جائے تو اس وقت اس سالک کو نفس و شیطان کے شر سے پوری رہائی میسر ہوگی اور سیر فی اللہ اتمام کو پہنچے گا، علم الیقین سے عین الیقین متحقق ہوگا، اور استہلاک تام اس کو حاصل ہوگا اسی کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں، اس کے بعد شیخ کو چاہیئے متوجہ ہونا اور مستغرق ہو جانا۔ اس مقام میں جذبہ قوی حاصل ہوگا اور جذبہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ذوق کی بنا پر اللہ کی طرف میلان دل پر غالب ہو جائے۔

اور لحوق باصل کے مراقبہ کی تعلیم دے کیونکہ انسان کی اصل عدم ہے اور مراقبہ میں یہ فکر کرے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور جو کچھ ہے وہ ہے اس فکر کی برکت سے اس قدر آگاہی اور نسیان ماسوا سالک کو حاصل ہوتا ہے کہ اس کی تشریح

نہیں کی جا سکتی اس وقت سالک کے حق میں یہ شعر صادق آتا ہے۔

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق — ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

(در و دیوار کثرت شوق سے آئینہ کی طرح ہو گئے اس لئے جہاں بھی دیکھتا رہا ہوں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں)

اس وقت مراقبہ کی برکت سے سالک کو کثرت میں وحدت کا شہود حاصل ہو گا اور اس مراقبہ کی کثرت سے اس قدر محویت اس کو حاصل ہو گی کہ اس کو بھی فراموش کر کے اپنے عین و اثر کے زوال کا مشاہدہ کرے گا چنانچہ ایک عزیز نے فرمایا ہے۔

تو در و گم شو کمال این است و بس — تو مباش اصلاً وصال این است و بس

(تو اس میں گم ہو جا کہ یہی کمال ہے تو مت رہ یہی وصال ہے)

اور فنا فی اللہ کی حقیقت اس موقع پر ظاہر ہو گی فنا سے مقصود ظلال کی گرفتاری کا زوال اور اصل کی گرفتاری کا حصول ہے کیونکہ فنا سے مراد سالک کے باطن کا ماسوا کو بھول جانا ہے۔ (بیت)

کم نرق شوقے نتواں بود در طلب — صد تشنگی نخورد کہ رساند نبی بہ لب

(محبوب کے طلب میں سکیز سے کم شوق نہیں رکھ سکتا۔ وہ سو بھوے اس لئے کھاتا ہے کہ ہونٹ کو ہونٹ تک پہنچائے)

جب فنا فی اللہ حاصل ہوا تو اس وقت میدان بقا میں سیر کرے گا اور مرتبہ استہلاک سے مقام اضمحلال میں داخل ہو گا اور اس مرتبہ کو حاصل کرے گا اور اب اس مقام میں تجلیٔ ذات حاصل ہو گی اور مرتبہ حق الیقین میں پہنچے گا اس مقام شریف کو یادداشت کہتے ہیں اور اصحاب کرام علیہم التحیۃ والسلام کی اصطلاح میں اس کو احسان کہتے ہیں۔ اور یادداشت سے مراد غفلت و کوتاہی کے بغیر توجہ و آگاہی کا دوام ہے اور ذکر قلبی کی حقیقت سے مراد حضور و شہود بھی ہے۔

نیز حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اس فقیر کو اپنے پیروں سے طریقہ عالیہ

قادریہ کی تعلیم کی اجازت بھی حاصل ہے اس طور پر کہ لا کو سر کی حرکت کے ساتھ قلب سے شروع کرتے ہیں سر کو دائرے کے طور پر گھما کر لطیفہ روح پر لاتے ہیں یعنی لا الٰہ کو لطیفہ روح کے مکان پر تمام کرتے ہیں اور الا اللہ کو لطیفہ روح سے شروع کر کے قلب پر ضرب لگاتے ہیں ایک عزیز قدس سرہ فرماتے ہیں:

تیغ لا در قتل غیر حق براند — پس نگر ما بعد لا دیگر چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش ای عشق شرکت سوز رفت

لا کی تلوار غیر حق کے قتل میں چلائی پھر دیکھ کہ لا کے بعد اور کیا چیز باقی رہی الا اللہ باقی رہ گیا اور سب چیز چلی گئی اے عشق خوش رہ تو شرکت کو ختم کر دیا۔

پھر لا کو قلب سے شروع کر کے اسی طور پر قلب پر تمام کرے اور اس شروع اور اختتام کو حبس نفس کے ساتھ کرنا چاہیئے تاکہ اس کا پورا فائدہ حاصل ہو اور اس ذکر میں جو مقدار بھی مقرر کرے اختتام طاق پر کرے کہ اس کو وقوف عددی کہتے ہیں اور آہستہ آہستہ اکیس مرتبہ تک پہنچائے کہ یہ محل نتیجہ ہے اور اس سے زیادہ جس قدر اختیار کرے وہ زیادہ بہتر ہے۔ جتنا زیادہ کرے گا اتنا ہی زیادہ تصفیہ اور فنا و محویت حاصل ہو گی اور حضرت رب العباد کے ذکر کے ثمردار درخت سے اس کو ثمرہ مراد حاصل ہو گا ان شاء اللہ۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است — پاکی دل ز ذکر رحمٰن است

(ذکر کر ذکر جب تک تیری جان ہے دل کی پاکی رحمٰن کے ذکر سے ہے)

نیز فرمایا کرتے تھے کہ طریقہ عالیہ چشتیہ کی تعلیم کی اجازت بھی اس فقیر کو اپنے پیروں اور مشائخ سے حاصل ہے۔ اور یہ سلوک اس فقیر اس طرح پہنچا ہے کہ اس طریقہ میں تین لطیفے ہیں۔ اور تینوں ناف کے نیچے ہیں جو ناف کے بائیں طرف ہے اس کو انکال کہتے ہیں اور جو دائیں طرف ہے اس کا نام پنگال ہے اور ان دونوں کے درمیان ناف کے نیچے ایک لطیفہ ہے جس کو سنگ منہ

کہتے ہیں۔ اور خیال کے طریقہ پران لطائف کی سیر کرنا چاہیئے اس میں نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز کے جلسہ کی رعایت کر کے کلمہ لا کو ناف سے کھینچ کر دائیں مونڈھے پر لائے اور الٰہ کو دائیں مونڈھے سے سر کے اوپر تک پہنچائے اور اس وقت اِلَّا اللہ کو پوری قوت سے اور شدید ضرب کے ساتھ سر سے دل پر ضرب لگائے اور لا الٰہ کہتے وقت تصور کرے کہ غیر خدا کی محبت کو دل سے باہر نکال کر میں نے پسِ پشت ڈال دیا۔ اور اس کلمہ کے معنی کا اس طرح تصور کرے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کوئی معبود اور مقصود نہیں اس کے کے بعد شیخ سمیع و بصیر و علیم کے اسم کی تعلیم عروج و نزول کے طریقے پر مرید کو دے۔ مرید کو چاہیئے کہ اسمائے مذکورہ کے ساتھ مذکورہ طریق پر عروج کرے پھر اس طریقہ پر علیم و بصیر و سمیع پر نزول کرکے اسی طرح عروج و نزول کرتا جائے اور ان کے معانی کا لحاظ رکھے۔ یہاں تک کہ فنا و بقا ظاہر ہو انشاء اللہ۔

بعد ازاں شیخ سالک کو پاس انفاس کی تعلیم دے اسی طور پر کہ سانس نکلنے کے وقت خیال میں لا الٰہ کہے اور سانس اندر جاتے وقت اِلَّا اللہ بھی خیال میں معنی کا تصور کرتے ہوئے کہے۔ لا الٰہ کے وقت ماسوا اللہ کی محبت کی نفی کرے اور اِلَّا اللہ کہنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کا اپنے دل میں اثبات کرے۔ اس کے بعد خلوت میں چلہ میں بیٹھے اور چند باتوں کا لحاظ رکھے ہمیشہ روزہ سے رہے کم کھائے، باتیں کم کرے، صحبت عوام کو ترک کرے اور اپنے مرشد سے ہمیشہ رابطہ رکھے۔ اور دن رات اس کے آداب کا لحاظ رکھے۔ ہمیشہ باوضو رہے نفل نمازیں اور ماثورہ دعائیں اور اس راہ کی تمام شرائط کو اپنی طاقت کے مطابق بجالائے تاکہ اس کا کام بن جائے۔ کیونکہ سالک کے لئے لازم ہے کہ پہلے آداب سلوک کے تمام شرائط کو معلوم کرکے ان کو پورے طور پر بجالائے پھر اس کے بعد کام میں متوجہ ہو۔ سب سے اہم شرط رزق حلال کا طلب کرنا ہے کہ نو حصہ تو لقمہ حلال ہے اور باقی ایک حصہ تمام عبادات و عبودیت ہے۔ اور عبادت کے معنی ہیں شریعت کے

مطابق وظائف بندگی کا بجالانا اور عبودیت سے مراد حضور اور آگاہی دل ہے دوسری شرط صدق مقال ہے اور یہ ہر حال میں سالک پر لازم بلکہ الزم ہے کیونکہ بعض اکابر رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جو سالک دروغ گو ہو وہ طریقت کا جنب ہے اور اس کی معرفت کی طہارت شکستہ ہے اور اس کا دین خلل میں ہے۔

گر راست بروے باشی وردر بند بمانی — بہ زانکہ بدروغت دہد از بند رہائی ...

(اگر تو سچ بول کر قید میں رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو جھوٹ بول کر رہائی حاصل کرے)

سالک کے لئے طلب رزق حلال اور صدق مقال پرندوں کے دو بازو کی طرح ہیں کہ ان کے ذریعے عالم قدس کی طرف پرواز کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر رزق حلال اور صدق مقال کی دعا کرتے ہیں کیونکہ اگر ان دو میں کوئی ایک مفقود ہوا تو سالک عالم لاہوت کی طرف پرواز نہیں کر سکے گا۔ عالم ناسوت میں مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور رجعت قہقری میں مبتلا ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

ہمیں دو شرط را برائگاں از کف مدہ سالک — کہ چوں بی بال گردد مرغ از پروازی ماند

(اے سالک ان دو شرطوں کو مفت ہاتھ سے نہ دے کہ جب پرندہ بے بال ہو تو پرواز نہ کر سکے گا)

نیز سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ اتباع شریعت کی کوشش کرے اور جب تک پورے طور پر اپنے کو شریعت میں گم نہ کرے طریقت و حقیقت کی کوئی خبر اس کو نہ ہوگی،

اسرار طریقت کہ مراد دل و جان است — ہرگز نتواں یافت بجز راہ شریعت

(اسرار طریقت جو مقصود دل و جان ہیں راہ شریعت سے ہٹ کر نہیں پا سکتے) طریقت میں شریعت کے بغیر داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص میدان جنگ میں اسلحہ کے بغیر داخل ہو۔

احکام شریعت است چون شارع عام — بیرون مرواز راہ شریعت یک گام

ہر کس کہ سر از حکم شریعت پیچد — در مذہب اہل معرفت نیست تمام

(شریعت کے احکام عام راستے کی طرح ہیں۔ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہ نکالو۔ جو شخص شریعت کے حکم سے سرتابی کرتا ہے اہل معرفت کے مذہب میں وہ کامل نہیں ہے)

شریعت وہ راستہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں۔ اور نبی کی پیروی کے بغیر کوئی شخص ولی نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا (بیت)

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

(سعدی محال ہے کہ راہ صفا پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا چل سکے)

جاننا چاہیئے کہ اس رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا اور طریقہ کا بیان ذکر کیا گیا یہ استعداد تام رکھنے والے لوگوں کے مناسب حال ہے ورنہ کم استعداد رکھنے والے مرید اس میں زندگیاں کھپا دیتے ہیں یہاں تک کہ ہزاروں میں ایک مقصود اصلی تک پہنچ جاتا ہے۔

اوحدی شصت سال سختی دید — تا شبی روئی نیک بختی دید

(اوحدی نے ساٹھ سال مصیبت برداشت کی تو ایک رات، نیک بختی کا چہرہ دیکھ لیا)

اس فساد زمان میں جب کہ عاشقوں کے دل کی حرارت میں برودت آگئی ہے۔ اور طالبوں بلکہ اکثر سالکوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں۔ دیکھیں کس کو یہ بے انتہا دولت اور یہ سعادت بے غایت حاصل ہوتی ہے۔

ع، ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد (یہ دولت کا کام ہو۔ اب یہ کس کو پہنچے گا)

(بیت) بجد و جہد کسی عاشق نہ گردد — کہ عشق ایمان بود عطائی او است

(کوئی شخص کوشش سے عاشق نہیں ہوتا ہے کیونکہ عشق ایک ایمان ہے اور اللہ کی ایک بخشش ہے۔

لیکن اس کے باوجود طالبوں کے ترغیب اور تشویق کے لئے تحریر کیا گیا، وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ (اللہ ہی راہ راست کی ہدایت فرماتا ہے)

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس راہ کا مرید خاک کے

وجود ہو کر اس گروہ کی خدمت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور پورے طور اس راہ میں قدم رکھتا ہے ورنہ اس راہ کی ہوس اور ان بزرگواروں کی صحبت اختیار نہیں کرتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اس لئے اپنی پوری ہمت سے کام لیکر اس امر شریف میں مصروف رہ کر معمول کے مطابق ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اور عنعنہ کے طور پر سند کے ساتھ سینہ بہ سینہ اخذ کر کے عمل کرنا چاہیئے تاکہ برکات اور اثرات پورے طور پر ظاہر ہوں اور مفید ہوں۔ ورنہ اس قسم کے اشغال واذکار عام طور پر شائع اور مروّج ہیں کون نہیں جانتا ہے یا ایک دو بار سن کر معلوم نہیں کر لیتا ہے۔ خود سری، خودداری اور مخدوم زادگی کام نہیں آتی ہے اور نہ دل کے چہرہ سے کوئی گرد صاف ہوتی ہے بلکہ اکثر اُلٹا نقصان اور ضرر ہوتا ہے اور اس کی شامت سے طلب میں سستی آتی ہے جیساکہ کسی نے کہا ہے،

ہر کہ او از خویش کاری می کند — بخت و دولت را فراری می کند

(جو شخص اپنے طور پر کام کرتا ہے وہ بخت و دولت کو بھگاتا ہے)

لہٰذا اس نسبت کی تحصیل کے لئے اس صحبت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اس دولت عظمیٰ اور سعادت قصویٰ کے پالینے کے بعد اس نسبت شریفہ کی نگرانی میں اور حفاظت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ انتہائی عاجزی و انکسار کے ساتھ دن رات اللہ تعالےٰ سے دعاگو رہنا چاہیئے کہ یہ نسبت سرمدی اور دائمی ہو۔ دوام حضور و شہود جلّ ذکرہٗ بیچونی اور بیچگونگی کی صفت سے حاصل ہو جائے۔ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (بیت)

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(میں نے تجھ سے غم دل کا تھوڑا سا بیان کیا میں ڈرتا تھا کہ دل آزردہ ہو جائیگے ورنہ باتیں تو بہت ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی۔

ساتواں باب

نفل نمازوں کا معمول

جاننا چاہیئے کہ آنجناب قدس سرہ العزیز نے آپ کا رسالہ میں لکھا ہے کہ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد بندہ ضعیف فضل احمد بلغہُ اللہ الیٰ کمالِ الرشد کہتا ہے کہ فرزندوں اور تمام احباب مخلصین (اللہ تعالےٰ تم لوگوں کو سلامت رکھے اور تم کو عنایت تمنا تک پہنچائے) کو معلوم ہو کہ مناسب ترین، نصیحتیں ہر شخص کے واسطے لکھی جاتی ہیں ان کو گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔

نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند جوانان سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

(اے دوست نصیحت سن کہ سعادتمند جوان پیر دانا کی نصیحت کو جان سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں)

۱۔ رزق حلال کی طلب ہر مسلمان طالب کمال پر لازم ہے بارگاہ ایزدی میں پورے طور پر گڑگڑا کر رزق حلال طلب کرتے رہیں اور اسباب ظاہری سے پورے طور پر احتیاط برتیں اور جس جگہ شبہ ہو حتی الوسع اس شبہ میں ہاتھ نہ ڈالیں بلکہ غافلوں ظالموں اور جبّار و متکبّرین کا حلال کھانا بھی ان کے زجر و توبیخ کی غرض سے نہ کھائیں تو بہتر ہے کہ اس سے فقر اور فقرا کی شوکت قائم رہے گی۔

۲۔ صدق مقال کا ہر حال میں لحاظ رکھیں کیونکہ جھوٹ کو خیر و برکت اور نور و حضور نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ نیک و دانا کی صحبت گرم دلوں کو ٹھنڈا کرتی ہے۔

نخست موعظت پیر صحبت این حرف است ـــ کہ از مصاحبِ ناجنس احتراز کنید

(پیر صحبت کی یہ پہلی نصیحت ہے کہ ناجنس کی مصاحبت سے پرہیز کرو)

۴۔ علم حاصل کریں کہ جاہل کو معرفت و قرب اور حضور و ترقی اور بارگاہ ایزدی میں کبھی عامی و جاہل ہونے کی وجہ سے مودّت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا جَاهِلًا قَطُّ (اللہ تعالےٰ کسی جاہل و نادان کو نادانی کی حالت میں کبھی دوست نہیں بناتا ہے) کیونکہ حق احمق کے ساتھ کہاں ہوتا ہے۔

۵۔ شریعت و طریقت کے آداب کی تعلیم پورے طور پر حاصل کریں اور عمل کریں کہ کوئی نادان اور بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا ہے اور نہ پہنچے گا۔

جاننا چاہیئے کہ افضل ترین ادب یہ ہے کہ نفل نمازوں کی رعایت کرے کہ یَتَقَرَّبُ عَبْدِیْ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ (میرا بندہ مجھ سے نفل کے ذریعے قربت حاصل کرتا ہے) حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کو قرب نوافل کہتے ہیں اور لغت عرب میں نفل کے معنی قرب اور زیادتی ہے اور شرع میں نفل کے معنی فرائض و واجبات پر قرب حق اور زیادتی ہے۔

نیز یہ کہ قیامت کے دن توحید کے بعد سب سے پہلے جس چیز کے متعلق بندہ سے پوچھا جائے گا وہ نماز ہے اس لئے پنجوقتہ نماز کو تمام شرائط و ارکان کے ساتھ جماعت سے ادا کرے اور کبھی جماعت ترک نہ کرے۔ بلکہ تکبیر اوّل کو امام کے ساتھ جانے نہ دیں کہ تکبیر اولیٰ دنیا و اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ یہ حدیث میں مذکور ہے، نیز نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں کیونکہ حدیث میں منقول ہے لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔۔۔

ایک بزرگ کا قول ہے (رباعی)

ہر کس کہ درین مقام طاعت نکنند — پنج وقت کار با جماعت نکنند
ہر خفتن و فجر گر بہ مسجد ناید — پیغمبر ما ورا شفاعت نکنند

(جو شخص اس مقام میں عبادت نہ کرے اور نماز باجماعت پانچوں وقت نہ ادا کرے عشاء اور فجر کے وقت اگر مسجد میں نہ آئے تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت نہ کرینگے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنا چاہیئے دل وجان سے شریعت کا حکم قبول کرنا چاہیئے اور تمام بدعتوں سے دور رہنا چاہیئے اگر چہ اس کو حسنہ کہتے ہوں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے قیاس واجتہاد اور تدوین کتب وغیرہ حقیقت میں بدعت نہیں ہیں کیونکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں اور یہ باتیں دین میں مضر نہیں ہیں۔ بدعت ضلالت سے مراد بدعت اعتقادی ہے اور بدعت حسنہ عبادت میں بدعت ہے مثلاً باجماعت نفل نماز پڑھنا اور فرض بے جماعت پڑھنا، تسبیح تراویح کا بلند آواز سے پڑھنا اور تکبیر تشریق اور تثویب وغیرہ اور جو بدعت کہ اعتقادات وعبادات میں داخل نہ ہو بلکہ لوگوں کے رسم وعادت کی وجہ سے ہو تو اس کو بدعت مباحہ کہتے ہیں اور یہ اس حکم سے خارج ہے، اور فحش گوئی، عیب جوئی، مسلمانوں کی غیبت اور لغو ولایعنی گفتگو سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے کہ یہ سخت بے ادبی ہے، دل کو مردہ کر دیتا ہے طالب کو طلب سے باز رکھتا ہے اور خراب وابتر بنا دیتا ہے۔ نیز چاہیئے کہ یاروں دوستوں کو ہر وقت طاعت وعبادت میں اور آنحضرت جلّ شانہٗ کی یاد میں مصروف رکھیں کہ انسان کی تخلیق عبادت اور ذکر کے لئے کی گئی ہے چنانچہ قرآن میں مذکور ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ہم جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں)

مصلحت دید من این است کہ یاران ہمہ کار — واگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

(میری بصیرت کی مصلحت یہ ہے کہ ہمارے دوست سب کام چھوڑ کر عاشقی کا طریقہ اختیار کریں)

ع کار این است غیر این ہمہ ہیچ۔

(کام اصل میں یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں) اب ہم اس چیز کا بیان کرتے ہیں کہ اوقات کو کس طرح صرف کیا جائے۔

سالک کو چاہیئے کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہو جائے ایک یا دو نیزہ کے بقدر آفتاب بلند ہونے تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔ اس کے بعد کچھ قرآن پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے پھر اس جگہ سے اٹھ کر دو رکعت نماز اشراق پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ یٰسٓ لَا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ تک ایک بار پڑھے اور دوسری رکعت میں آیت وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ سے آخر سورت تک اور ایک بار سورہ وَالشَّمْس پڑھے نماز اشراق کے بعد دو رکعت نماز استخارہ پڑھے اور استخارہ کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ سے مقام عبودیت کی بنا پر خیر کا طلب کرنا نماز استخارہ کی پہلی میں الحمد کے بعد سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ایک بار اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک بار پڑھے تشہد و درود شریف کے بعد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ کہنے سے پہلے نماز استخارہ میں اس دعائے سید الاستغفار کو ایک بار پڑھنا چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ اَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ،

اور سلام پھیرنے کے بعد استخارہ کی دعا پڑھے اور وہ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ
اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ
تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○
اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَةَ مِنَ الْعَمَلِ
اَیَّ عَمَلٍ کَانَ دِیْنِیًّا اَوْ دُنْیَاوِیًّا خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ
اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ
لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَةَ مِنَ الْعَمَلِ
اَیَّ عَمَلٍ کَانَ دِیْنِیًّا اَوْ دُنْیَاوِیًّا شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ
وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ وَ
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلَّمْ

نمازِ استخارہ کے بعد پھر مراقبہ میں مشغول ہو جائے اور ماثورہ دعائیں اور
اور ماموره وظائف پڑھے ورنہ علم فقہ کی تحصیل میں اور اپنی ضروریات میں مشغول
ہو جائے اگر کمائی کرنے والا آدمی ہے تو اپنے کام کو جائے اور کام کے متعلق
مثل مشہور ہے کہ ہاتھ کام میں اور دل یار کے ساتھ ہو (بیت)

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — میدار نہفتہ چشم دل جانب یار
(ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں آنکھ بند رکھ اور دل یار کی جانب
رکھ)

اگر سردی کا موسم ہو تو نمازِ اشراق و استخارہ سے فارغ ہوتے ہی چاشت کی
نماز پڑھنا چاہیئے اور یہ دو رکعت سے بارہ رکعت تک ہے لیکن اس فقیر
کے طریقہ میں آٹھ رکعت پڑھی جاتی ہے اس طریقہ سے کہ چار چار رکعتیں،
ایک سلام سے پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ
ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ وَالشَّمْس ایک بار اور
تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد وَاللَّیْل ایک بار اور چوتھی رکعت میں

سورہ فاتحہ کے بعد وَالضُّحٰی اور اَلَمْ نَشْرَحْ ترتیب سے ایک بار پڑھے۔ اور
باقی چار رکعتوں میں ہر رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورہ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ سات
بار پڑھے یا چاروں قل ایک بار ترتیب سے پڑھے اس میں اس کو اختیار ہے
لیکن پہلے طریقہ پر عمل زیادہ ہے۔

جب نمازِ چاشت سے فارغ ہو تو پھر اپنے ذکر کے سبق میں مشغول
ہو جو سبق بھی ہو ذکر قلب سے ابتدا کرے اور اوراد سے فارغ ہونے کے
بعد اپنے روزانہ کے کام پر جائے کیونکہ اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینا بھی ایک
الگ عبادت ہے اور اگر مجرد ہے تو یتیموں، بیکسوں اور بیوگان کو پانی دے
اور ان کی خدمت کرے کہ اس کام کی بدولت اس کو کشائش حال نصیب ہوگی
کیونکہ اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ عِیَالُ اللّٰهِ تَعَالٰی (تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے)
اور بے شمار اور بے حد و حساب اس کو اجر حاصل ہوگا۔ کہتے ہیں! کہ جو شخص
بندہ مومن کی ایک حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس
کی سینکڑوں حاجتیں اپنے کرم سے انشاء اللہ پوری کر دے گا۔ اور جب دو
پہر قریب ہو اور اگر روزہ سے نہ ہو تو تھوڑا بقدرِ ضرورت کھا لے اس کے
بعد سنت کی نیت سے قیلولہ کرے قیلولہ کے معنیٰ دوپہر کے وقت سونا ہے
اگر سردی کا موسم ہو تو دوپہر کے وقت قیلولہ کی ضرورت نہیں ہے اور جب
آفتاب ڈھل جائے تو اوّل وقت زوال میں وضو کر کے دو رکعت نمازِ شکر
ادا کرے اور مسجد جا کر دو رکعت نمازِ تحیۃ المسجد ادا کرے۔

فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ تحیۃ مسجد سنت ہے ایک دن میں
ایک بار ادا کرنا سنّت کفایہ ہے اور یہ ظہر کی نماز سے پہلے زیادہ مناسب ہے اس
کے بعد چار رکعت نماز سنّت الزّوال پڑھے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رح
قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے لیکر رحلت
تک کبھی سنت زوال کو ترک نہیں کیا ہے اور اس کی قراءت وقت کے مناسب

(اِنْتَھٰی کَلَامُہُ الشَّرِیْف)

اور سنت زوال میں چاروں قُل ترتیب کے ساتھ ایک بار پڑھے تو بہتر ہے اور دو رکعت نماز سنّت مؤکّدہ ظہر ادا کر کے چار رکعت سنت زوائد پڑھے۔ اور اس میں چاروں قُل پڑھنا چاہیئے۔ نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد سورہ اِنَّا فَتَحْنَا پڑھے یا کسی دوسرے سے پڑھوا کر سُنے اس کے بعد چند مسئلے صلوٰۃ مسعودی یا عُمدۃ الاِسلام سے پڑھے اس کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ یا حضرت عُروۃ الوثقیٰ کی مکتوبات میں سے کچھ پڑھے یا کوئی دوسرا شخص پڑھے اور یہ سُنے مفید ہے اس کے بعد اگر حضرت کی طرف سے نماز دوگانہ کا حکم نہ ہو تو پھر پہلے دن کی طرح اپنے باطن کے سبق میں مشغول ہو جائے مثلاً ذکر قلب تہلیل یا مراقبہ وغیرہ کہ نماز عصر تک ان میں مشغول رہے اور اگر یہ شخص منتہی ہو تو حضرت کے نماز دوگانہ میں مشغول ہو اور نماز دوگانہ کلاں پڑھے۔ اور اس کی ترکیب اوّل سے آخر تک یہ ہے کہ شیخ کو چاہیئے کہ منتہی کو دوگانہ کلاں کی تعلیم دے وہ یہ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ۳ بار اور پورہ سورہ یٰسٓ دس بار پڑھے۔ پہلے سجدہ میں کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط تین سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار سورہ یٰسٓ بھی ایک بار اور قُل یَآ اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سے سورۃ النّاس تک ایک بار پڑھے۔ لیکن سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور باقی ارکان نماز میں کلمہ تمجید صلوٰۃ تسبیح کی طرح دس دس بار پڑھنا چاہیئے۔ چالیس روز تک متواتر اسی طرح کرے اور جب دوسرا چلّہ شروع کرے تو پہلی رکعت سورہ یٰسٓ کو بیس بار پڑھے اور پہلے سجدہ میں کلمہ تمجید پانچ سو بار پڑھے۔ اور جب تیسرا چلّہ شروع کرے تو پہلی رکعت میں سورہ یٰسٓ تیس بار پڑھے اور پہلے سجدہ میں کلمہ تمجید سات سو مرتبہ پڑھے اور جب چوتھا چلّہ شروع کرے تو پہلی رکعت میں سورہ یٰسٓ چالیس بار اور پہلے سجدہ میں کلمہ تمجید ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔ اور جمعہ کے

دنوں میں سورہ یٰسٓ پچاس بار پڑھے جب نماز دوگانہ سے فارغ ہو جاتے تو قرآن کا ایک پارہ یا زیادہ تلاوت کرے کہ اس کا ثواب الگ ہے۔ اگر اتنا نہ ہو سکے تو کم از کم ایک چوتھائی پارہ پڑھے۔

جب عصر کا وقت آ جائے اور وضو نہ ہو تو وضو کر کے چار رکعت نماز سنت عصر ادا کرے اس میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ العصر چار بار اور دوسری رکعت میں تین بار اور تیسری رکعت میں دو بار اور چوتھی رکعت میں ایک بار پڑھے۔ نماز عصر جماعت سے ادا کر لینے کے بعد غروب آفتاب تک اقوال و افعال کے محاسبہ اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ مراقبہ ترقّب سے مشتق ہے اور یہاں مراقبہ سے مراد اس خیال پر نظر رکھنا ہے کہ سالک کا وقت غفلت میں نہ گزرے اور محاسبہ کے معنیٰ یہاں آج کا حساب کرنا ہے کہ جو کچھ گزرا ہے تو بہت زیادہ توبہ و استغفار کرنا چاہیئے اگر کسی کا مال ناحق لیا ہے تو وہ مالک کو لوٹا دینا چاہیئے کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (تم اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے)۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد چھ رکعت نماز تین سلام سے ادا کرے پہلی دو رکعت حفظ ایمان کی نیت سے پڑھے۔ اس میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ، سات بار سورہ اخلاص اور معوّذتین ایک بار پڑھنا اَولیٰ ہے اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد دو رکعت تحفۃ الرسول کی نیت سے پڑھے اس میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد وَالضُّحٰی اور دوسری رکعت میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھنا چاہیئے پھر دو رکعت اوّابین کی نیت سے پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھے اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے۔ اوّابین کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ماثورہ دعاؤں میں سے کچھ پڑھے اور کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ آخر تک دس بار اور یہ دعا اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ

سات بار صبح کے بعد اور شام کے بعد پڑھے۔ اگر روزہ سے نہیں ہے تو عشاء
سے وقت تک پھر ذکر و فکر اور درود و استغفار میں مشغول ہو جائے جب عشاء
کا وقت ہو جائے تو مسجد میں آکر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے اگر وقت میں گنجائش
ہو اس کے بعد چار رکعت سنتِ زوائد پڑھے اور چاروں قُل ترتیب کے ساتھ،
ایک بار قرأت کرے۔ فرض اور عشاء کی سنت سے فارغ ہونے کے بعد چار
رکعت قیام اللیل کی پڑھے اگر بڑی سورتیں مثلاً طٰہٰ، یٰسٓ اور حٰمٓ میم یاد ہوں
تو سورہ فاتحہ کے بعد یہ سورتیں پڑھے ورنہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
آیۃ الکرسی تین بار اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین بار
اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ فلق تین بار اور چوتھی رکعت میں
سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الناس تین بار پڑھے اس کے بعد نماز وتر پڑھے اگر
صبح اٹھنے کا بھروسہ نہ ہو۔ ورنہ آخر شب میں پڑھے کہ یہ افضل ہے۔ پہلی
رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ
کے بعد قُلْ یَآ اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ ایک بار اور تیسری رکعت میں ایک بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ
اَحَدٌ پڑھے۔

اور کبھی نماز وتر میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ ایک
بار اور دوسری رکعت میں قُل یَآ اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ایک بار اور تیسری رکعت میں
مُعَوِّذ تین ایک بار پڑھے اور نماز فجر اور مغرب کی سنت مؤکدہ میں پہلی رکعت میں
سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ یَآ اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے
بعد سورہ اخلاص پڑھے اور ظہر کی دو رکعت نماز سنت مؤکدہ میں اور عشاء
کی سنت مؤکدہ میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ
اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے۔
اور ظہر کی چار سنت مؤکدہ اور جمعہ کی سنت اور جمعہ کے فرض احتیاطی میں سے
ہر ایک میں سورہ فاتحہ کے بعد چاروں قُل ترتیب سے ایک بار پڑھے۔ عشاء کی

نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گھر آئے کچھ بقدر ضرورت کھا کر کم از کم سَو
قدم راہ چلے تاکہ سنت پر عملدرآمد ہو جائے کیونکہ اِذَا تَغَدَّیْتَ تَمَدَّ وَ اِذَا تَعَشَّیْتَ تَمَشَّ
(جب دن کا کھانا کھا لے تو دراز ہو جا اور رات کا کھانا کھائے تو چل پھر لے)
اور بعض حکماء نے بھی کہا ہے کہ اِذَا تَغَدَّیْتَ فَنَمْ وَلَوْ کُنْتَ عَلٰی رُؤُسِ الْغَنَمِ وَ
اِذَا تَعَشَّیْتَ فَدُرْ وَلَوْ کُنْتَ عَلٰی رُؤُسِ الْجُنُوْسِ ۔
یعنی جب دن کا کھانا کھائے تو چاہیئے کہ تھوڑا سو لے اگرچہ بکریوں
کے سروں پر ہو اور کوئی دوسری جگہ نہ ملے۔ اور جب رات کے وقت کھانا کھائے
تو چاہیئے کہ ٹہل پھر لے۔ اگرچہ نیلی دیواروں پر اندھیری راتوں ہی میں ہو
یہ مبالغہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے اصل مقصد یہ ہے کہ کسی حال میں ترک نہیں
کرنا چاہیئے۔ سونے اور چلنے پھرنے سے کھانا خوب ہضم ہوتا ہے اور قوت ہاضمہ کمزور
نہیں ہوتا ہے اس لئے جسم کی نگہداشت بھی آدمی پر فرض ہے۔ اس کے بعد فوراً
سو جائے باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے دایاں ہاتھ سر کے نیچے رکھے اور استغفار
اور کلمہ ردِ کفر اور شہادتین اور درود پڑھے پھر آخری تہائی رات میں جاگے
اور ماثورہ دعائیں پڑھ کر اور پورے طور پر وضو کر کے بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام
سے ادا کرے اور اگر سورہ یٰسٓ زبانی یاد ہو اور رات زیادہ ہو تو ہر رکعت میں
سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار سورہ یٰسٓ پڑھے یا بارہ رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھے
اور اگر وقت تنگ ہو یا سورہ یٰسٓ زبانی یاد نہ ہو تو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔ جب تہجد کی نماز سے فارغ ہو تو اس وقت توبہ
و استغفار اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو جائے سید الاستغفار ستّر بار پڑھے تو
بہتر ہے کیونکہ قرآن میں اَلْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (متقی لوگ صبح کے وقت استغفار
مانگتے ہیں) مذکور ہے اور استغفار و اذکار سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑا سو جاتا
کہ دو نیند کے درمیان تہجد واقع ہو کر یہ بھی سنت ہے۔ چار رکعت نماز تسبیحات
بھی روزانہ پڑھنا چاہیئے یہ چاشت کی نماز کے بعد ہو یا ظہر کے بعد یا تہجد سے

پہلے سحر کے وقت یا تہجد کے بعد ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے اور ثنا کے بعد اور تعوذ سے پہلے کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط پندرہ بار پڑھے۔ اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار سورہ وَالشَّمْسِ پڑھے اور اس کے بعد کلمہ مذکورہ دس بار رکوع سے پہلے پڑھے اور جب رکوع کرے تو رکوع کی تسبیح کے بعد کلمہ مذکورہ دس بار پڑھے جب رکوع سے قومہ میں جائے تو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد پھر اس کلمہ مذکورہ کو دس بار پڑھے جب قومہ سے سجدہ میں جائے۔ تو سجدہ کی تسبیح کے بعد پھر اسی مذکورہ کو سجدہ ہی کی حالت میں دس بار کہے۔ اور پہلے سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ میں جائے تو دس بار یہ کلمہ کہے اور جب دوسرے سجدہ میں جاتے تو پھر سجدہ کی تسبیح کے بعد اس کلمہ کو سجدہ ہی کی حالت میں دس بار کہے اور باقی تین رکعت پہلی رکعت کی طرح سورہ والشمس پڑھے مختصر یہ کہ سالک طویل القنوت نماز یں اس موقع پر پڑھے۔ اور قرآن کی تلاوت بہت زیادہ کرے اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت پڑھے۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کم از کم پانچ ہزار بار روزانہ پڑھے اگر موقع اور گنجائش ہو تو ایک لاکھ بار ورنہ ستر ہزار بار تہلیل کرے۔ کہ یہ اس طریقہ کیلئے ضروری ہے۔ اور ناغہ نہ کرنا چاہیئے تاکہ اس کا نتیجہ حاصل ہو اور ناغہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک روز پڑھے اور ایک روز نہ پڑھے۔ اور دوسرے درود مثلاً صلوات خمس، دلائل الخیرات، درود اکبر، درود اصغر، درود مستغاث اور درود حاجات وغیرہ جس قدر توفیق ہو پڑھے کہ یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ کہ کل قیامت کے دن درود بھیجنے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت خاصہ نصیب ہوگی اور اس سلسلہ میں بہت سے وعدے مذکور ہیں کہ ان کا بیان کرنا دشوار ہے اور جب سالک ان وظائف و طاعات اور عبادات و اذکار مذکورہ سے فارغ ہوا اور ہر فرض، واجب اور سنت و مستحب پر عمل کر لیا اور جو نیکی بھی بتوفیق ایزدی اس سے ظہور میں آئی تو اس کے بعد کہے کہ

ان سب کا ثواب حضرت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی روح پر فتوح پر بھیجا اور گزرانا۔

اس کے بعد پھر کہے کہ اس ثواب کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھ کو حاصل ہوا اس ثواب کو حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرانا اس قول کو دس بار کہے اور گیارہویں بار کہے کہ ان نیکیوں کا ثواب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھ کو حاصل ہو تمام انبیاء و مرسلین اور حضرات خلفائے راشدین اور جمیع اہل بیت اور صحابہ کرام کی ارواح مقدسہ اور اپنے تمام مستحقین اور تمام مؤمن مردوں اور عورتوں اور مسلم مردوں اور عورتوں کی ارواح کو بخشا اور اس حقیر پُر تقصیر فضل احمد (اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہُ الْمَآلَ وَالرُّشْدَ) کے حق میں بھی دعا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے اور اپنی رحمت سے اس حقیر کو اپنا کمال قرب عطا فرمائے اور ان بندوں میں شامل کرے جن کے متعلق نازل ہوا ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ان پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے) آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن (بیت)

ہرچہ جز عشق خدای احسن است	گر شکر خوردن بود جان کندن است
بعد از خدای ہرچہ پرستند ہیچ نیست	بی دولت است آنکہ بہ ہیچ اختیار کرد

(خدا کے عشق کے بغیر سوا جو کچھ اچھا ہے اگرچہ شکر کھانا ہو لیکن تو جان اکھیڑتا ہے کرتا ہے،

خدا کے علاوہ جس کو بھی پوجیں وہ کچھ نہیں ہے وہ شخص بے دولت ہے جس نے ہیچ کو اختیار کیا)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

آٹھواں باب

ختمات کا معمول

واضح ہو کہ حضرت قدس سرہ ہر جمعہ اور دوشنبہ کی شام کو عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک ختم کبیر اور ختم صغیر کرتے تھے اور کبھی ترک نہ کرتے تھے اور ختم کبیر کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواح مقدسہ کو ثواب پہنچاتے تھے۔ اور ختم صغیر یعنی ختم خواجگان کا ثواب اپنے مشائخ کی ارواح کو پہنچاتے تھے۔ اور جب معاملہ میں کوئی حاجت ہوتی تو ان کی ارواح طیبہ سے استعانت طلب کرتے تھے اس خبر صادق کے مضمون کے مطابق کہ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ (جب تم کسی معاملہ میں حیرت میں ہو تو اہل قبور سے استعانت طلب کرو)

خلفاء اور دوستوں کو بھی ان دونوں ختم کی ترغیب و تاکید کرتے تھے اور ختم سے فارغ ہو کر منقّی، انگور، شکر یا کوئی میٹھی چیز یاروں میں تقسیم کرتے تھے۔

اور اکثر مغرب کے بعد پُر تکلّف کھانا چاول اور شوربا اس نیت سے دیتے تھے۔

اور جب تک بقید حیات رہے فرزندوں اور دوستوں کو اس کی تاکید کرتے رہتے

اب ختم کبیر اور ختم صغیر کو بیان کرتے ہیں تاکہ تمام دوستوں کو معلوم ہو جائے

ختم کبیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سَو بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد سَو بار سورہ فاتحہ تعوّذ و تسمیہ کے ساتھ پڑھے؛ اس کے بعد سَو بار آیۃ الکرسی، پھر سَو بار الم نشرح تعوّذ و تسمیہ کے ساتھ پھر سَو بار سورہ لایلاف تسمیہ کے ساتھ پھر آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ پانچ سو سے ایک ہزار بار تک پڑھے۔

اس کے بعد سورہ اخلاص تسمیہ کے ساتھ ایک ہزار پھر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ایک ہزار بار پڑھے ایک ہزار تو کم از کم تعداد ہے اوسط دو ہزار سے بیس ہزار ہے اور اکثر ستر ہزار سے ایک لاکھ تک ہے۔ وقت توفیق اور جماعت کے لحاظ سے کام کرنا چاہیئے۔ پھر سَو بار درود پڑھے۔ یہاں تک ختم کبیر کا بیان ختم ہوا۔

ختم کبیر سے فارغ ہونے کے بعد ختم صغیر شروع کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سات بار سورہ فاتحہ تعوّذ و تسمیہ کے ساتھ حلقہ کے دائیں طرف کے سات اشخاص پڑھیں پھر سو بار درود اس کے بعد اکیاسی بار سورہ الم نشرح تعوذ و تسمیہ کے ساتھ حلقہ کے بائیں طرف کے اصحاب پڑھیں اس کے بعد سَو بار درود پڑھیں ختم صغیر کا طریقہ ختم ہوا۔ اگر کوئی شخص کوئی دوسرے ختم کی اجازت آپ سے طلب کرتا تو آپ اجازت دے دیتے تھے۔ لیکن اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سلوک کی کوشش کرنا اور ان کاموں سے چشم پوشی سالک کے لئے مفید ہے لیکن کاتب الحروف عفی اللہ عنہ نے آپ سے کسی ختم کی اجازت لی تھی کہ عام و خاص کو اس کی اجازت دوں۔ گویا آپ نے فرمایا تھا کہ اگر آپ کے طریقہ کے صوفی یہ متعدد ختمات رکھتے ہوں اور جب اس کی نظر "(تحفۃ المرشد)" کے اس نسخہ پر پڑے تو خواہ میں زندہ رہوں یا نہ رہوں ان کو میری طرف سے اجازت ہے کہ ان ختمات غالیات کو اختیار کرے اور عمل کرے۔ امید ہے کہ اس کی مراد بر آئے گی لیکن شرط یہ ہے کہ میرے لئے بھی دعائے خیر کرے اور فاتحہ و استغفار میں مجھ کو بھی شریک کرے و باللہ التوفیق

اب میں ان ختمات کو شروع کرتا ہوں تاکہ سبھوں کیلئے واضح ہو جائے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ختم کبیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک سو گیارہ بار درود پڑھے۔ اس کے بعد کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ایک سو گیارہ بار اس کے بعد یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ اَغِثْنِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ایک سو گیارہ

بار پڑھے پھر سورہ یٰسٓ ایک بار اس کے بعد سورہ الم نشرح تعوّذ و تسمیہ کیساتھ ایک سو اکتالیس (۱۴۱) بار پڑھے پھر یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ ایک سو گیارہ بار پڑھے اس کے بعد سورہ اخلاص تسمیہ کے ساتھ ایک سو گیارہ بار پڑھے۔

پھر یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتْ ایک سو گیارہ بار اس کے بعد یَا رَافِعَ الدَّرَجَات ایک سو گیارہ بار پھر یَا حَلَّ الْمُشْکِلَات ایک سو گیارہ بار، یَا شَافِیَ الْاَمْرَاض ایک سو گیارہ بار یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَات ایک سو گیارہ بار پھر ایک سو گیارہ بار درود پڑھے۔ ختم کبیر کا بیان ختم ہوا۔

حضرت غوث الاعظم قدّس سرہٗ کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سو (۱۰۰) بار درود پڑھے اس کے بعد حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پانچ سو بار پھر سو (۱۰۰) بار درود پڑھے ختم صغیر کا طریقہ ختم ہوا۔ واضح ہو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں ختم درماندگی خصوصاً اعدائے دین و دنیا کے دفع کرنے کے لئے چالیس روز تک پابندی کرے تو امید ہے کہ اس کی ساری مراد بر آئے گی دشمن مغلوب ہوگا اور اگر ہر رات عشاء کے بعد پابندی کرے تو مخلوق اس کے مسخر ہوگی اور اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں گھر کرے گی، سب اس سے محبت کرینگے اور اللہ تعالٰی ان دو ختم شریف کی برکت سے نفس و شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھیں گے۔

وہ جنّ اور ملائکہ زمین کو دیکھے گا۔ عالم ارواح سے اس کو تعلق پیدا ہوگا۔

حضرت خواجہ محمدؒ باقی دہلوی قدس سرہٗ کے ختم کبیر کا طریقہ جو حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ کے طریقہ میں ہے وہ یہ ہے۔ درود پانچسو بار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بارہ ہزار، سورہ فاتحہ اکتالیس (۴۱) بار، سورہ انعام اکتالیس (۴۱) بار، سورہ یونس اکیس (۲۱) بار، سورہ ابراہیم سات (۷) بار سورہ نحل تین بار، سورہ طٰہٰ اکیس (۲۱) بار، سورہ فرقان ایک سو آٹھ (۱۰۸) بار، سورہ روم اکیس (۲۱) بار، سورہ یٰسٓ ستر بار، حوامیم بارہ بار، سورہ انا فتحنا اناسی بار، سورہ طلاق تین بار، سورہ الم نشرح اناسی بار، سورہ اذا زلزلت چار ہزار بار، سورہ الم ترکیف ایک ہزار بار، سورہ اذا جاء نصر اللہ اکتالیس بار پھر پانچسو بار درود پڑھے اور جو سورت بھی پڑھے اس کی شروع میں تسمیہ و تعوذ ضرور پڑھے۔ تاکہ نتیجہ

ظاہر ہو یہ مجرب ہے ختم کبیر کا بیان ختم ہوا۔

درود شریف سو بار، سورہ فاتحہ بارہ (۱۲) بار، سورہ اخلاص بارہ بار یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْن اَغِثْنِیْ بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن بارہ بار آخر میں درود شریف تین بار پڑھ کر اس کا ثواب حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور حضرت شاہ نقشبند قدس سرہما کی ارواح متبرکہ مقدسہ کو پہنچائیں اس ختم کو ختم اولوالعزم کہتے ہیں کشائش کار کے لئے مجرب ہے اور ہمارے حضرت قدس سرہٗ کا معمول ہے۔ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ کا ختم صغیر یہ ہے کہ پہلے سو بار درود شریف پڑھے اور پانچ سو بار یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ پھر سو بار درود شریف پڑھے۔

حضرت مجددِ الف ثانی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ اور حضرت خازن الرحمۃ رحمہم اللہ تعالٰی کا ختم کبیر وہی ہے جو ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ ہر جمعہ اور دوشنبہ کی رات کو کرتے تھے اور ابتدائے باب میں ذکر کیا گیا ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ختم صغیر یہ ہے کہ پہلے درود شریف سو بار پڑھے پھر پانچ سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور ہر سو کے آخر میں اَلْعَلِیِّ الْعَظِیْم ملا کر پڑھے پھر سو بار درود شریف پڑھے۔ ہر مراد کے لئے خصوصاً شیطانی وساوس اور نفس امارہ کے شر اور دشمنانِ دین کے شر سے دفع کے لئے مجرب ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سو بار درود شریف اس کے بعد پانچ سو بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن پڑھے پھر سو بار درود شریف پڑھے۔ حضرت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید بن امام ربانی قدس سرھما کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سو بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد پانچ سو بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن پڑھے پھر سو بار درود شریف پڑھے۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند ملقب بحجۃ اللہ اور حضرت شیخ صبغۃ اللہ ملقب بہ قیوم زمان قدس سرہما کے ختم کبیر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مہم میں اور بادشاہان اسلام کے غلبہ اور کامیابی کے اور دشمنان دنیا و دین کے دفع کرنے کے لئے نماز اشراق کے بعد تین روز تک عمل کریں مجرّب ہے، پہلے سَو بار درود شریف پڑھیں بسم اللہ کے ساتھ پھر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بیس بار پڑھیں اس کے بعد آیت کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ دس بار پھر یہ آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سو بار اور آیت کریمہ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ پانچ بار آیت کریمہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ پانچ بار آیت کریمہ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ پانچ بار پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پانچ بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقُ الْاَمِیْنُ سَو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ پانچ بار پھر آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ پانچ بار، پھر آیت کریمہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پانچ بار، سورہ فاتحہ تعوذ و تسمیہ کے ساتھ پانچ بار، آیۃ الکرسی پانچ بار، آیت کریمہ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا گیارہ بار، آیت کریمہ لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَا اِلَّا ھُوَ اکتالیس بار سورہ الم نشرح تعوذ و تسمیہ کے ساتھ پانچ بار، سورہ ناس تعوذ و تسمیہ کے ساتھ پانچ بار، سورہ یا ایہا المزمل ایک بار پڑھے۔ ختم کبیر کا طریقہ ختم ہوا۔

حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہ کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ سَو بار درود شریف پڑھے پھر آیت کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ پانچ سَو۵ بار اس کے بعد سَو بار درود شریف پڑھے۔

حضرت قیوم زمان خواجہ شیخ محمد صبغت اللہ قدس سرہ کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سَو بار درود شریف پھر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پانچ سَو۵ بار پھر سَو بار درود شریف پڑھے حضرت شیخ عبدالاحد ملقب بہ میاں گل قدس سرہ کے ختم صغیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے درود شریف سَو بار اس کے بعد بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پانچ سَو بار پھر سَو بار درود شریف پڑھے۔

جاننا چاہیئے کہ اس ختم کو اگر آنجناب سے اجازت و رخصت لی ہو۔ لیکن آپ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم کبیر اور حضرت خواجگان کے ختم اور حَسْبُنَا اللّٰہُ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کے ختم کبیر کے سوا نہیں کرتے تھے۔

نیز سید محمد غوث طریقہ نقشبندیہ مجددیہ بھی رکھتے تھے۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد کے پاس پہنچتے تھے۔ جیسا کہ اپنے ایک رسالہ میں یہ عبارت لکھی ہے کہ جب میں سرہند پہنچا تو وہاں شیخ اکبر مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے دو عزیز تھے ایک قیوم زمان شیخ محمد صبغت اللہ دوسرے دلیل اللہ شیخ عبدالاحد، بس ان کی خدمت میں پہنچا مجھ کو اپنے جد بزرگوار کے روضہ کے پاس لے جاکر توجہات فرمائیں اور فیوض پہنچائے۔

نیز سید معز اللہ حضرت شیخ یحییٰ انجم کی خدمت میں پہنچے ہیں جو اس طریقہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ انہوں نے بھی اس سلسلہ میں رسالہ لکھا ہے۔

حضرت سید العاشقین شیخ محمد فضل اللہ آنجناب کے جد کے ختم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سَو بار درود شریف اور آخر میں سَو بار درود شریف اور درمیان میں پانچ سَو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

ختم حضرت حبیب شاہ فضل احمد قدس سرہ یہ ہے پہلے سَو بار درود شریف آخر میں سَو بار درود شریف اور درمیان میں کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پانچ سو بار نیز کاتب حروف عفی اللہ عنہ نے آنجناب سیادت مآب سے نماز

کن فیکون جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا معمول رہا ہے اور حضرت سید محمد غوث قادری پشاوری بن حضرت سید حسن بن حضرت سید عبداللہ بن حضرت سید محمود قادری قدس اللہ ارواحہم بھی عمل کرتے تھے اس کے ادا کرنے کی اور لوگوں کو اس کے تعلیم دینے کی اجازت لی تھی۔ آنجناب ولایت مآب اس نماز کو بنظر استحسان دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس نماز کا نتیجہ بیشک و شبہ ظاہر ہے اس نماز کو اس طریقہ سے پڑھنا چاہیئے کہ پہلے حاجت کی نیت سے چار رکعت نماز کی نیت کرنے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ سَو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَلَا اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ سَو بار، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ سَو بار چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا سو بار پڑھے سلام پھیرنے کے بعد غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ سَو بار پڑھے پھر سجدہ میں جاکر سَو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے۔ اور سجدہ سے سر اٹھا کر سَو بار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ الْاَبْرَارِ اَجْمَعِیْنَ پڑھے۔ جو حاجت اور مقصد بھی دل میں ہو انشاءاللہ پورا ہوگا۔ یہ تمام مہمات کے لئے مجرب ہے خصوصاً دفع اعدا کے لئے اگر چالیس روز عمل کرے تو تھوڑی مدت میں دشمن سرنگوں اور خائب و خاسر ہوگا اور اگر پابندی کرے اور دن رات میں دو بار پڑھتا رہے تو جمیع خلائق اس کے مسخر ہوں اور جن اور زمین کے مؤکلین اس کے کام میں لگ جائیں۔

انشاءاللہ تعالیٰ

(بیت)

کار نہ این گنبدِ گردان کند ٭ ہر چہ کند ہمتِ مردان کند

(آسمان یہ کام نہیں کرتا ہے بلکہ مردوں کی ہمت سے کام ہوتا ہے)

نواں باب

بزرگانِ دین کی ارواح کو ایصالِ ثواب کا بارہ مہینے کا معمول

واضح ہو کہ آنجناب نیک اعمال و افعال کے کمال درجہ مشائق تھے۔ اور ثواب حاصل کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان بزرگان دین کی ارواح شریفہ کو جو پردہ فرما گئے تھے ہر سال اور مہینہ بھی ان کے روز اوقات پر صدقہ اور روح پر فتوح پر ختم کرتے تھے اور ان ختمات کا ثواب ان کی ارواح کو پہنچاتے تھے اور اہل قبور سے اپنے امور میں استعانت طلب کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک اور یوم ولادت کے موقع پر پورے عزت و احترام کے ساتھ اگر سینکڑوں روپے اور لاکھوں تنکے آپ کے ہاتھ میں ہوتے وہ خرچ کر ڈالتے اور اس مصرف میں ثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے، علماء و فضلاء، صوفیا اور اپنوں بیگانوں کو شاہانہ تکلف کے کھانے پکوا کر تقسیم کرتے تھے۔ شکر، حلوا، میوے، سنبوسہ وغیرہ جو کچھ بھی موجود ہوتا بھوکوں کو کھلاتے۔ اور اگر نقد موجود نہ ہوتا تو قرض لیکر اس امر شریف کو انجام دیتے جیسا کہ آپ نے اپنے ایک رسالہ میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے یہ حقیر اس کو تبرک کے طور پر ذکر کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، حمد و صلوات کے بعد معلوم ہو کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک اہل سنت والجماعت کی اکثر روایات معتبرہ کے مطابق دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ہے اور اس امر میں اصل میں اعتبار مہینے کی تاریخ کا ہے بعض بزرگوں نے دن کا بھی اعتبار کیا ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدان ہر شنبہ کی شام کو ختم کبیر کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذرانتے ہیں۔ اور اس لئے ان مذکورہ ختمات کے علاوہ جمعہ کے دن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کو بھیجتے ہیں اور جمعہ کے دن خصوصاً بہت زیادہ درود شریف کا بھیجنا معلوم ہے کیونکہ احادیث صحیح میں اس کے فقرہ اس بہت زیادہ وارد ہوئے ہیں اس کو پورے طور پر بجالاتے تھے اور کبھی ترک نہ کرتے تھے لیکن درود شریف کثرت سے جو دوشنبہ کے دن اور رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتے تھے اس کو وصال مبارک کی رعایت سے اپنے طور پر اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ جمعہ کے روز و شب میں کثرت سے درود پڑھنا حدیث کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے دنوں کے اعتبار سے دوشنبہ کے روز و شب میں زیادہ درود شریف پڑھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کی بنا پر ہے کیونکہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات، ۱۲، ربیع الاوّل دوشنبہ کو ہوئی جس دن کہ آفتاب بارہویں برج حمل میں تھا واللہ اعلم،

اور اس کمترین فضل احمد کا عمل بھی اس پر ہے کہ ہر شب جمعہ اور دوشنبہ میں دوسرے دنوں کے اعتبار سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح پر ہر شب جمعہ اور روز شنبہ میں دوسرے دنوں کے اعتبار سے زیادہ درود شریف بھیجتا ہے اور درود شریف کے علاوہ راتوں میں جس عمل کو بھی شریعت نے بہتر قرار دیا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے ہمارے ہاتھوں وجود میں آئے یہاں تک کہ فرض نمازیں بھی ہوں تو ان سبھوں کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور دس بار کرتا ہوں یعنی اس طرح کہتا ہوں کہ میں نے ان تمام نیکیوں کا ثواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح

کی خدمت میں گذرانا۔ اور ادب کی رعایت سے "میں نے بخشا" کا لفظ نہیں کہتا ہوں کیونکہ چھوٹا بڑے کی خدمت میں کوئی چیز پیش کرے تو اس کیلئے لفظ "گذرانیدم" یہی مناسب ہے، بخشیدم (میں نے بخشا) مناسب نہیں ہے۔ اور مثل مشہور ہے کہ بخشش بڑوں کی طرف ہوتی ہے (بیت

بخشش وجود از کلاں زیبد ہدیہ بردن زدیگراں زیبد)

پھر کہتا ہوں کہ اسی ثواب گذرانے کے طفیل جو ثواب مجھ کو حاصل ہوا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کی خدمت میں گذرانا اور اسی عبارت کو دس بار کہتا ہوں، گیارہویں مرتبہ کہتا ہوں کہ جو کچھ ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھ کو حاصل ہوا اس تمام ثواب کو حضرات انبیأ علیہم السلام کی ارواح پاک خلفائے راشدین اماماں دین حسنین، جمیع ازواج مطہرات اہل بیت اور اہل حقوق اور تمام مؤمن مردوں عورتوں، اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی خدمت میں گذرانا۔

غرہ ماہ ربیع الاول وصال حضرت مولانا محمد زاهد خیش واری قدس سرہ

۳۔ ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ ۷۹۱ھ وصال حضرت بہاء الدّین نقشبند قدس سرہ

۴، ماہ ربیع الاوّل وصال حضرت خواجہ ابو علی فارمدی طوسی قدس سرہ،

۹، ماہ ربیع الاوّل وصال عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ۔

۱۰، ربیع الاوّل، حضرت خواجہ محمد پارسا بن حضرت شیخ عبید اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ

۱۲، ربیع الاوّل، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ،

۱۷، ربیع الاوّل حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ، حضرت شیخ محمد عیسیٰ اور شیخ محمد فرخ یہ دونوں حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے تھے جو کمسنی ہی میں وفات پاگئے۔

۱۹، ربیع الاوّل۔ مروج الشریعت حضرت شیخ عبید اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ

قدس سرہما، سلخ ماہ ربیع الاول شب ۸۹۵ھ۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار الشاشی ثم السمرقندی ۹ ربیع الثانی۔ حضرت قیوم زمان شیخ محمد صبغت اللہ بن حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ،

۱۱ ربیع الثانی شب دوشنبہ ۵۶۱ھ۔ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

۱۷ جمادی الاولیٰ۔ حضرت میر صفر احمد علیہ الرحمتہ کہ اس فقیر فضل احمد کے دادا ہیں۔

۱۰ر جمادی الثانی۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی بخاری قدس سرہ۔

۱۵ر جمادی الثانی۔ حضرت سید امیر کلال قدس سرہ،

۲۲ر جمادی الثانی۔ روز دوشنبہ ۱۳ھ۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق بعض روایات ۱۵ر جمادی الثانی بھی بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۹ر جمادی الاول ۱۰۹۶ھ۔ حضرت شیخ سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ،

۲۴ر جمادی الاول ۸۱ھ یا ۸۲ھ حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم،

۲۵ر جمادی الثانی۔ حضرت خواجہ محمد باقی دہلوی قدس سرہ،

۲۷ر جمادی الثانی۔ خازن الرحمۃ حضرت محمد فضل اللہ قدس سرہ جو اس فقیر فضل احمد کے جد دوم ہیں۔

۱۰ر رجب ۳۶ھ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ،

۱۵ر رجب۔ حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد بن حضرت شیخ زین العابدین قدس سرہما۔

۲۰ر رجب۔ حضرت خواجہ علاءالدین عطار قدس سرہ انہوں نے چارشنبہ

۲۰ر رجب ۸۰۲ھ کی شب میں وفات پائی اور اسی تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر بن حضرت شیخ محمد امین قدس سرہما کا وصال ہوا جو اس فقیر فضل احمد کے جد سوم ہیں،

۲۳ر رجب ۱۴۸ھ۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ،

۲۷ر رجب ۵۳۵ھ۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ۔

۱۵ر شعبان ۲۶۱ھ۔ شیخ ابویزید بسطامی قدس سرہ،

۱۹ر شعبان۔ حضرت شیخ جیو علیہ الرحمتہ۔

۲۲ر شعبان ۱۰۰۸ھ۔ حضرت خواجہ مولانا امکنگی قدس سرہ،

۳ر رمضان۔ سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور جذب القلوب میں بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات ۳ر رمضان منگل کے دن ۱۱ھ میں ہوئی اور آپ کی قبر قبرستان بقیع میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک ہے۔

۵ر رمضان۔ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا

۱۷ر رمضان۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۲۱ر رمضان ۴۰ھ شب یکشنبہ۔ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ۲۱ر رمضان ہی حضرت شیخ عبداللہ بخاری قدس سرہ نے وفات پائی جو اس فقیر کے پیر دستگیر تھے۔

غرہ ماہ شوال۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ،

۱۷ر شوال۔ رئیس الشہداء شیخ فضل معصوم جو اس فقیر فضل احمد کے بھائی تھے۔

۲۲ر شوال۔ پیر دستگیر حضرت شاہ محمد رسا قدس سرہ جو اس فقیر فضل احمد کے نانا تھے۔

۲۸ر ذی قعدہ ۷۱۵ھ۔ حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ۔

۱۲ر ذی الحجہ۔ اور ایک روایت کے مطابق ۱۷ر ذی الحجہ ۳۵ھ۔ حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ،

۲۴ر ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۸۲۲ھ۔ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری جو حضرت شاہ نقشبند کے خلیفہ تھے۔

۲۸ر ذی الحجہ روز جمعہ ۲۳ھ۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ ۲۷ر ذی الحجہ۔ حضرت شیخ عبدالاحد المشہور بہ میاں گل قدس سرہ۔

۱۰ محرم الحرام روز جمعہ یا شنبہ سنہ ۶۱ھ - حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نیز دس محرم اور سہ شنبہ سنہ ۴۲۵ھ کو حضرت ابوالحسن خرقانی نے وفات پائی۔

۱۷ محرم الحرام - شہید اکبر شیخ نیاز احمد جو اس فقیر فضل احمد کے والد ماجد تھے۔

۱۹ محرم الحرام - حضرت مولانا محمد درویش قدس سرہٗ

۲۹ محرم الحرام - حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما۔

۵ صفر سنہ ۸۲۷ھ - مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ یا ایک قول کے مطابق سنہ ۵۵ھ - حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نیز ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔

معلوم ہو کہ بارہ مہینوں کی ان تاریخوں میں جس قدر وقت اور حال کے مطابق ہو اور جس قدر توفیق ہو کھانا پکوا کر یا کچھ نقدان وفات پانیوالوں کی ارواح مقدسہ ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ کی نیت سے محتاجوں کو دے اور کچھ قرآن پڑھ کر ان بزرگوں کی روحوں کو بخشنا چاہیئے۔ البتہ ہر بزرگ کے عرس کے دن کسی کو صدقہ دیں یا قرآن پڑھیں اور بخشیں تو چاہیئے کہ گھر والے اور اہل وعیال کو اس صدقہ اور دعا وتلاوت قرآن، استغفار اور تہلیل وغیرہ کے ثواب میں داخل کریں۔ تو ان بزرگ کی روح پاک کے خوش کرنے میں پورے طور پر شریک ہوگا۔ اور اگر ہو سکے تو ان تمام مذکورہ دنوں میں رات کو حلوہ، منقی، شکر وسنت کے ساتھ فقیروں کو دیں اور دعا کریں اور دن کو مختلف قسم کے پُر تکلف کھانے خیرات کی نیت سے ختمات کریں۔ خصوصًا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کے دن تو اپنی طاقت کے مطابق اخلاص اور عقیدت ومحبت کے ساتھ سعادت دارین کے لئے یہ ضرور کرنا چاہیئے کہ اصل کام یہی ہے باقی کچھ نہیں۔ ؎

ای خدائی تو خان ومانِ ما مال واہل وعیال جانِ ما
آں رسولی کہ افضل البشری مہربان زمادر وپدری
صلوات خدا ہزار ہزار باد بر روح سید مختار

ہم بر آل واصحاب واولاد باد پیوستہ تا بہ یوم تناد

(اے خدا جو ہمارا خان ومان اور ہماری اہل اور عیال اور جان اور سب کچھ ہے۔ وہ رسول جو افضل البشر ہیں ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں اللہ کی ہزاروں رحمتیں سید مختار کی روح پر اور آپ کے آل واصحاب پر قیامت تک ہو)

دسواں باب

حضرت قدس سرہٗ کے نصائح و وصایا

واضح ہو کہ آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ اس فقیر کے فرزندوں اور دوستوں کو چاہیئے کہ کوئی کام استخارہ اور اقبال قلب کے بغیر نہ کریں۔ جو کام بھی ہو پہلے دو رکعت نماز استخارہ پڑھیں۔ اس کے بعد استخارہ کی مذکورہ بالا دعا پڑھیں۔ اس کے بعد اس کام کو شروع کریں اور اگر وہ کام بڑا اور اہم ہو تو سات بار استخارہ کریں اور استخارہ کے بعد اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوں اگر اقبال محسوس ہو تو اس کام کی طرف پیش قدمی کریں ورنہ دوسرے وقت پر موقوف رکھیں اور استخارہ کے بعد اپنے کسی ایسے گہرے دوست سے جو عاقل و دانا، عالم متقی اور تجربہ کار ہو اس سے بھی مشورہ کریں کہ کیا مشورہ دیتا ہے۔ اس لئے کہ ہم کو استخارہ اور مشورہ کا حکم دیا گیا ہے کلام مجید میں نازل ہوا ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

ہر کہ او در امر دین راغب بود مشورت در کارہا واجب بود

(جو شخص دین کے امر کی طرف راغب ہے اس کیلئے کاموں میں مشورہ ضروری ہے۔)

کسی شخص کو بے حکم شریعت رنج نہ پہنچائیں کہ یہ وبال عظیم ہے اور کفر کے بعد اس سے برا عمل کوئی نہیں ہے، فقیر کی یہ نصیحت تمام دوست اور اولاد یاد رکھیں کہ

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی (اگر تو مراتب کا لحاظ نہیں رکھتا ہے تو زندیق ہے)

تمام حقداروں کو راضی رکھیں اور حق والوں کی نافرمانی سے پرہیز کریں، فال گو، منجم، کاہن، رمال وغیرہ کی باتوں پر قطعاً اعتقاد نہ کریں بلکہ اگر ہو سکے تو اس سے لوگوں کو منع کریں رزق کی کمی مال اور عیال کی قلت میں قناعت تنہائی، غم مصیبت اللہ کی نعمت اور آخرت سے تعلق کی حتی الامکان حفاظت بتائیں کیونکہ صوفی ہونا اور دینداری اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ نیازمندی، سخن دنیا زار اور تقشف وزاری کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ مشائخ کے علانیہ

اور ذکر جہری کے وقت حاضر نہ ہوں۔ عزیمت پر عمل کریں۔ رخصت سے حتی الامکان ہر وقت اور ہر جگہ دور رہیں سیاہ دلوں، سپاہیوں مالداروں، بچوں، احمقوں، مفسدوں، فاسقوں بدعتیوں، خدا سے بے خبر لوگوں کاہلوں اور تن پرور لوگوں اور جاہلوں کی صحبت سے دور رہنا اور پرہیز کرنا چاہیئے جس طرح شیر درندہ سے ڈرتے ہیں اسی طرح ان مذکورہ گروہوں سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ (بیت)

کم گریز از شیر و اژدرہائے نر ز آشنایان و خویشان کن حذر

(شیر نر اژدہا سے تو کم بھاگ اپنوں اور آشناؤں سے پرہیز کر)

اور جب تک ممکن ہو اہل اللہ، ارباب کمال اور متقی اور علماء و صلحا کی محبت سے کسی وقت دور نہ رہیں اور اپنی جان ان پر نثار کریں کہ اس راہ میں جان پر کھیلنے ہی محبوب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ (بیت)

دوست آوارگی [illegible] ہم خواہد رفتن جان بہانہ افتادہ است

(دوست اسی طرح بے سروسامانی چاہتا ہے۔ روح کا جانا ایک بہانہ بن گیا ہے)

جس مؤمن سے بھی بات کریں رفق و نرمی سے بات کریں اور شخص سے ملاقات کریں خوش خلقی تبسم اور کشادہ روئی سے ملاقات کرتے ہیں نصیحت کے طور پر ایک حدیث شریف ذہن میں آئی جو تبرکاً درج کی جاتی ہے۔ کان لگا کر غور سے سنیئے،

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سات باتوں کا حکم دیا۔ اول یہ کہ مساکین کو دوست رکھ ان کے نزدیک رہ اور ان کے ساتھ بیٹھ دوسرے یہ کہ تو اس شخص کی طرف دیکھ جو دنیا میں تجھ سے کم تر ہے اور شخص کی طرف نہ دیکھ جو دنیا میں تجھ سے بڑا ہے تیسرے یہ کہ اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی کر اگرچہ وہ ناطے کو توڑیں اور تجھے پیٹھ دکھائیں تجھ کو چاہیئے کہ تو اپنی طرف سے اللہ کے لئے اور اللہ کی خاطر صلہ رحمی کرے جاہل اور غافل متعصبوں کی طرح تجھے قطع رحم نہ کرنا چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ کسی سے سوال نہ کر کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگ بلکہ اگر تیرا کوڑا زمین پر گر جائے تو کسی سے یہ نہ کہہ کر اٹھا کر دیدے۔

گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم　　　که بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم

(اگرچہ میں فقر میں گرد آلود ہوں لیکن میری ہمت کے لئے باعث شرم ہے کہ چشمۂ خورشید کے پانی سے اپنا دامن تر کروں)

پانچویں یہ کہ تو حق بات کہے اگرچہ کسی کو کڑوی لگے۔ قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ کَانَ مُرًّا (تو حق بات کہہ اگرچہ کڑوی ہو۔

چھٹے یہ کہ اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے روکنے (اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر) سے نہ ڈر اگرچہ لوگ تجھے ملامت کریں۔

ساتویں یہ کہ تو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کثرت سے پڑھ خصوصاً اس وقت جب شیطان غالب آئے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ کے لئے گناہ سے رہائی کی کوئی تدبیر نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ محافظت فرمائیں اور بندہ کو عبادت و طاعت کی قوت نہیں ہے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت ہو جو بلند مرتبہ اور بزرگ ہے۔ نیز دوستوں کو چاہیئے کہ ان نو فضائل کو جو انبیاء علیہم السلام کے فضائل میں سے ہیں۔ اختیار کریں۔ کیونکہ ہم کو ان بزرگوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی مخالفت سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام کیلئے بیکار ہیں اور ہمارا فہم انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر اس معاملہ سے قاصر ہے۔

پہلی خصلت اللہ تعالےٰ کی عظمت و ہیبت سے ظاہر و باطن میں ڈرتے رہنا ہے دوسری خصلت یہ ہے کہ ہر حال میں صحیح اور درست بات کہے اس پر قائم رہے غصہ اور خوشحالی حالت میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے یعنی آدمی جب کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ ہر حال میں یکساں رہے تیسری خصلت میانہ روی اور اعتدال ہے۔ یعنی مالداری اور مفلسی دونوں حالتوں میں اعتدال کی رعایت رکھے اور اس میں دو باتیں شامل ہیں ایک تو یہ کہ کسی شخص کی روزی بقدر کفاف ہو کہ نہ تو غنی ہو اور نہ فقیر ہو دوسرے یہ کہ مالداری اور محتاجی دونوں حالتوں میں

اعتدال کے طریقہ پر قائم رہے یعنی محتاجی کی حالت میں جزع فزع نہ کرے۔ اور مالداری کی حالت میں تکبر اور سرکش نہ ہو کہ ہلاکت میں پڑ جائے۔

چوتھی خصلت یہ کہ اپنوں اور رشتہ داروں اور مومنوں کے ساتھ تعلق قائم کریں. اگرچہ وہ اس کو توڑیں اور پیٹھ دکھائیں اور روگردانی کریں۔ پانچویں خصلت یہ کہ جس شخص کو محروم کیا گیا ہے اس کو عطا کریں۔ چھٹی خصلت یہ کہ اگر کسی نے ظلم کیا ہے تو اس کو معاف کر دیں۔ ساتویں یہ کہ خاموشی ہمیشہ فکر کی ہو۔ یعنی جب خاموش ہو تو معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اللہ کے ماسوا کی طرف سے آنکھ بند کریں آٹھویں یہ کہ گفتگو ہمیشہ ذکر ہو یعنی جب بات کرے تو ذکر خیر سے خالی نہ ہو۔ اور فضول اور فحش و ناپسندیدہ باتیں نہ کرے ورنہ دائمی حسرت اور ابدی آفت کا سبب ہوگا۔

ع: سخن برائی تو گویم خموش برائے تو باشم (بات تیری ہی خاطر کرتا ہوں اور خموشی بھی تیری ہی خاطر اختیار کرتا ہوں)

یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگوں نے منہ میں کنکریاں رکھ لی ہیں تاکہ پریشان باتیں ان سے وقوع پذیر نہ ہوں۔

رباعی - ایزد چو بنا کرد بہ قدرت تن و جان　　　در ہر عضوی مصلحتی کرد عیان
گر مفسدئی ندیدہ بودی ز زبان　　　محبوس نمی کرد بہ زندانِ دہان۔

(اللہ تعالےٰ نے جب اپنی قدرت سے جسم و جان کو بنایا تو ہر عضو میں کوئی مصلحت رکھی اگر زبان میں خرابی نہ دیکھتا تو اس کو منہ کے قید خانہ میں مقید نہ کرتا)

نویں خصلت جب کائنات کو دیکھیں تو عبرت کی نگاہ سے دیکھیں شہوت و غفلت و آفت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ (بیت)

انیست کمال مرد دانا بہ یقین　　　در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

(مرد دانا کا کمال یہ ہے کہ جس چیز پر نظر کرے خدا کو دیکھے)

جیسا کہ آیت کریمہ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ (اے نگاہوں والے عبرت حاصل کرو) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اور دوسری نصیحت یہ ہے کہ دوستوں اور مخلصوں کو لازم ہے کہ اپنی ذات کو سب سے برا سمجھیں کیونکہ اگر اس راہ میں کوئی شخص اپنے آپ کو کافر فرنگ اور عمندگیوں سے بہتر خیال کرتا ہے تو وہ کسی مراد تک نہیں پہنچتا ہے اور تمام سعادتوں سے محروم رہتا ہے۔

ع۔ بار سیہ لٹ بوی د باخود منشیں رکلے سانپ کے ساتھ بیٹھ اور اپنے ساتھ نہ بیٹھ)

اسی طرح اپنے اعمال کو حقیر جاننا اور کسی لائق نہ سمجھنا بھی اس راہ کی ضروریات دلوازمات سے ہے۔

(بیت) طاعت ناقص ما موجب غفران نشود ۔۔۔ راضیم گر مدد علّت عصیان نشود

(میری ناقص عبادت بخشش کا سبب نہیں ہوتی ہے، ہم راضی ہیں اگر مدد گناہ کا سبب نہ ہو)

دوسری نصیحت یہ کہ آگے بڑھنے والے دوستوں کی عزت کی خدمت کریں اور اپنی جانب سے زیادہ مہربان ہوں۔ ادنیٰ غلطی پر ان سے جدائی اختیار نہ کریں اور اس فقیر کے خلفاء سے جہاں بھی ہوں توجہ لیں اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں کہ اہل اللہ سب ایک ہیں۔

نیز یہ کہ جو شخص اس فقیر سے اخلاص رکھتا ہے۔ فقراء کے طریقے سے کام رکھتا ہے اور مریدی اور طریقہ سے دل گرفتہ نہیں ہوا ہے تو چاہیئے کہ اس فقیر کی تمام اولاد سے یکساں محبت رکھے اور اولاد ذکور و اناث میں سے کسی میں فرق نہ کرے کہ اس فقیر کی رضامندی اور خوشی اسی میں ہے اور یہ نہ کہیں کہ نیک ہے یا بد ہے جو شخص خدا کی خاطر کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو اس کی بدی سے کیا کام، اسکی بدی اس کے لئے کیا مضر ہوگی۔ جیسا کہ کہا ہے۔

(بیت) تو خدای شو اگر خود ہمہ عالم دریاست ۔۔۔ بخدا کہ سر موی قدمت تر گردد

(تو خدا کا بن جا اگرچہ تمام دنیا خود ایک ہی دریا ہے خدا کی قسم کہ آپ کے پاؤں سر کے بال کے موافق تر ہو جائے۔

جو شخص جو کچھ پاتا ہے اپنے اخلاص کی وجہ سے پاتا ہے اور جو شخص جو کچھ کھوتا ہے تو اپنے شک اور عدم اخلاص کی وجہ سے کھوتا ہے۔ (بیت)

بہشت و دوزخت با تو ز تو خود دورے جوئی ۔۔۔ بہشت خوئی نکوئی است دوزخ خوے بد باشد

(بہشت اور دوزخ تیرے ساتھ ہے تو اپنے آپ سے دور ڈھونڈتا ہے۔ نیک خصلت تیری جنت اور بری خصلت تیرا دوزخ ہے)

نیز فقیر کی اولاد کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات اقدس کی محبت کے سوا تمہارا کوئی مقصود نہ ہونا چاہیئے۔ تمہارا کام اللہ کے لئے اور اللہ بس ہونا چاہیئے کسی شخص سے کوئی طمع اور توقع نہ رکھے۔ ہمیشہ تابع خدا ترس، حق پرست۔ اور شرع پر در رہنا چاہیئے۔ اور فقیر کی رضامندی اور فقیری کاروبار سے باہر نہ جانا چاہیئے۔ دنیا، ثروت اور اس کی ملاوت پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے کسی کی ملامت و اہانت سے دل گرفتہ کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے اور ادنیٰ سبب سے اس فقیر کے خلفاء سے دل آزردہ نہ ہونا چاہیئے۔ اور داجیو کلاں (رضاعی ماں) کی اولاد کا حق تم پر لازم ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ دایہ حضرت کی رضاعی والدہ تھیں اور غلام مصطفےٰ رضاعی بھائی اور صالحہ آپ کی رضاعی بہن تھیں آپ دایہ کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے۔ روزانہ صبح کے وقت ان کو سلام کرنے کے لئے جاتے۔ اور ان سے بہت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ بادشاہ کے دربار سے جو وظیفہ آپ کیلئے مقرر تھا اس میں سے دائی جیو کی اولاد کا حصہ اپنے فرزندوں کے حصہ کے برابر مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان کی خدمت سے حتی الوسع دریغ نہ کریں۔ خواہ بھائی غلام مصطفےٰ کی اولاد ہو یا بہن صالحہ کی اولاد ہو سبھوں کو درست رکھ اور ان کی خدمت گزاروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ اس فقیر کی رضامندی اسی میں ہے نیز یہ کہ کسی وقت خواہ سختی کا ہو یا نرمی کا بغیر خدا کے بزرگ و برتر کے کسی سے مدد نہ چاہو سفر میں ہو یا حضر میں خلوت میں ہو یا جلوت میں قبض و بسط کی حالت میں ہو یا فقر و غنا میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے کام میں رہو۔ سب کو اسی سے اور اسی کے ساتھ جانو، غیر و غیریت اور ریتی دانائیت سے بیزار رہو، کاہلی، تن پروری، بدخوئی، شرع کی خلاف ورزی، خواہش نفس کی پیروی، جوانی اور مخدوم زادگی کے غرور سے پرہیز کرو۔ فضول اور نامعقول باتوں سے دور رہو۔ کیونکہ بات کرنے میں آفت ہے اور خاموشی میں نجات و عافیت

سے، جھوٹ، غیبت، فضول اور لایعنی باتوں سے کبر، خودپسندی، نخوت، رعونت سے اجتناب برتو کہ اس کا نتیجہ تمہاری تباہی اور نقصان کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

نیز مال کا جمع کرنا اور دنیا کی زینت و آرائش کا ڈھونڈنا اور فانی لذات کا طلب کرنا تمہارے وقار کو مریدوں کے دلوں سے اٹھالے گا اور جب مرید تم کو بے سامان پائیں گے تو بدعقیدہ ہوجائیں گے اور رفتہ رفتہ بغیر اخلاص کے طریقہ پیدا کریں گے اس لئے خراب و ابتر اور نامراد اور تباہ ہوجائیں گے۔ تم بھی ہلکے بے آبرو اور مطعون خلائق ہوگے۔ اور جب تم مخدوم زادگی اور مخدومیت کے باوجود فقرا کی خدمت کرنے والے اور دین و تقویٰ کی مدد کرنے والے ہونگے تو سبھوں کو تمہارے حال سے اپنے اوپر شرم آئے گا اور تم سے اخلاص کے ساتھ پیش آکر مراد پائیں گے۔ اور تمہاری عزت اس راہ سے ظاہر ہوگی اور تمہارے دینی و دنیادی کام اچھے ہوجائیں گے۔ (بیت)

مقتدا چوں بر شریعت قائم است ، تابعش را میل طاعت دائم است
مقتدا چوں از شریعت گشت دور ، مقتدی را رفت اندر دیں فتور
حال پیغمبر نگر با آں کمال ، فاستقم بودش خطاب از ذوالجلال

(مقتدا جب شریعت پر قائم ہے تو اس کے مقتدی ہمیشہ طاقت کی طرف راغب ہوں گے اگر مقتدا شریعت سے دور ہوگیا تو مقتدی کے دین میں فتور پڑ گیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو دیکھ کہ اس کمال کے باوجود ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ فاستقم یعنی ثابت قدم رہ)

اگر تم اس فقیر کی ان نصیحتوں پر پورے طور پر عمل کروگے تو امید ہے کہ بہت جلد اپنے مقصود تک پہنچ جاؤگے۔ اور انسان کامل اور فرد جامع اور مظہر کل ہوجاؤگے۔ انشاء اللہ۔ (بیت)

اینچنیں گفته است پیر معنوی ، کای برادر ہرچہ کاری بدروی
گر دمستان گرد اگرے کم رسد بوئی رسد ، گر تو بوئی ہم نیابی روئی درویشاں بس است

رہبر معنوی نے اسی طرح کہا ہے کہ اے بھائی جب تم جس قسم کے بیج بوتے ہو۔

تو وہ اُگنے گا۔ دمستوں کی چاروں طرف پھرنا اگر شراب تھوڑا ملے تو بو ضرور پہنچے گی اگر بو بھی نہ پاویں تو درویشوں کا چہرہ دیکھنا بھی کافی ہے)

اعمال خیر کی ترغیب کے سوا اور کیا لکھا جاسکتا ہے کہ جو کچھ اس بارے میں کہا جائے تو وہ بہرحال مستحسن اور اچھا ہی ہے۔

ع۔ از ہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است۔

(دوست کی جو بات بھی کی جائے وہ بہتر ہی ہے)

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ من الصلوات اکملھا ومن التسلیمات اتمھا۔

گیارھواں باب

بعض کلماتِ قدسیہ کے بیان میں

آنجناب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہر اعتبار سے بہتر ہے اس کے متعلق گفتگو کرنا فضول ہے کیونکہ سبقت کرنے والے مقدم ہیں اور جنت نعیم میں یہ اللہ بزرگ و برتر کے مقربین ہیں دوسروں کا پہاڑوں کے برابر سونا خرچ کرنا ان صحابہ کے ایک مد جو کی برابری نہیں کر سکتا۔ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ احوال و مواجید جو اہل سنت والجماعت علمائے کے معتقدات کے مطابق وجود میں نہ آئیں ان کو میں استدراج کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا اور خرابی کے سوا کچھ نہیں جانتا ہوں۔ فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت کی پیروی کے ساتھ جو کچھ بھی عطا ہو اس کو احسان سمجھتے ہیں اور اس پر شکر بجا لاتے ہیں اور اگر صرف یہی عطا ہوا اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ ملے تو ہمیں کوئی اندیشہ نہیں ہم اس پر راضی اور شکر گذار ہیں اور اگر اس سے محروم کر دیا جاؤں اور اس کے علاوہ سب کچھ دیا تو کچھ نہیں دیا اور ہماری بدبختی اور محرومی چاہی اور ہمارے حق میں صرف استدراج آیا خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ تکبر اور بری خواہشات بے برکت اور بے خاصیت ہیں کہ اس کا نتیجہ ذلت و خواری ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے بادشاہ اور امرا شوکت و حشمت کے باوجود تکبر کے سبب سے ذلیل و خوار ہوئے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ آدمی خواہشات اور آفتوں کو دور رکھے کیونکہ اس کی ابتدا ناپاک پانی ہے اور انجام برا گندگی ہے۔

دامن کشاں ہمی روی امروز بر زمین ، فردا غبار قالبت اندر ہوا رود

(آج تو زمین پر دامن اٹھلاتا ہوا چلتا ہے کل تیرے قالب کا غبار ہوا میں اڑے گا۔)

نیز فرماتے تھے کہ مراقبہ کے معنی اصل میں یہ نہیں ہیں کہ خاموش ہو کر کسی جینہ پر نگاہ جمائے بلکہ مراقبہ کے معنی یہ ہیں کہ ظاہری و باطنی طور پر ناشائستہ باتوں اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے جس طرح امراء اور سلاطین کے سامنے خلاف ادب باتوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

نیز فرماتے تھے کہ بچپن ہی سے میں جانتا ہوں کہ جس شخص نے بھی اس فقیر سے جنگ کی ہے وہ مغلوب ہوا ہے اور اس کا کام نہیں بنا ہے (مصرعہ) با دردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد (جو شخص دردکشوں سے الجھا وہ پچھڑ گیا۔

نیز فرماتے تھے کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم طریقہ جہریہ کے منکر ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ذکر جہر کی چار شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ زبان ایسی ہونی چاہیے جو جھوٹ غیبت اور فضول گوئی سے پاک ہو۔ دوسرے باطن ایسا ہو جو حرام اور شبہ سے خالی ہو۔ تیسرے ایسا سر جو ریا و شہرت سے خالی مکر سے عاری اور غیر اللہ کی طرف توجہ سے پاک ہو۔ چوتھے ذکر ایسی جگہ کرے کہ ظلم و فساد، ارباب غفلت اور اصحاب بدعت سے خالی ہو اور خوبصورت امرد اور نامحرم عورتیں وہاں نہ ہوں۔ جو شیخ کہ ان امور مذکورہ کی رعایت کرتا ہو تو ہم اس کے اطوار و احوال کے منکر نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام سلسلے اور طریقے جو شرع شریف کے مطابق ہوں وہ برحق ہیں۔

نیز فرماتے تھے کہ جس قدر پیروی زیادہ ہوگی اسی قدر کمال زیادہ حاصل ہوگا۔ اور جس قدر آگے بڑھے گا اسی قدر پیروی زیادہ ہوتی جائے گی، جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کی انتہا نہیں ہے اسی طرح متابعت اور کمال کی بھی انتہا نہیں ہے۔ اور اس آیت وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کے دو معنی بیان فرماتے تھے۔ ایک تو یہ کہ اپنے پروردگار کی بندگی کر موت کے دن تک کیونکہ آدمی اس وقت تک عبادت کا مکلف ہے دوسرے یہ کہ اپنے پروردگار کی بندگی کرتا کہ طاعت خداوندی اور بے نفاق عبادت کی برکت سے مشاہدہ اور یقین حاصل کرے۔ اس وقت تو بے تکلف بندگی کرے گا۔

کیونکہ طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصود یقین کامل حاصل کرنا ہے یعنی معتقدات شرعیہ میں یقین کی زیادتی حاصل کرنا یہاں تک کہ استدلال کی تنگ جگہ سے کشف کی فضا میں

آجائیں اور اجمال سے تفصیل کی طرف مائل ہوں نیز سلوک سے مقصود احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں سہولت اور آسانی کا حاصل کرنا ہے اور تنگی کا دور کرنا ہے جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی مقصود نہیں جیسا کہ بعضوں نے خیال کیا ہے اور وہم و گمان میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ (بیت)

خیالات نادان خلوت نشین ∴ بہم برزند عاقبت کفر و دین

(خلوت نشین نادان کے خیالات آخر کفر و دین کو درہم برہم کر دیتے ہیں)

نیز فرماتے تھے کہ جو شخص مقام مشاہدہ پر پہنچنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ مجاہدہ کو نہ چھوڑے کیونکہ مشاہدہ مجاہدہ کے بغیر وجود میں نہیں آتا ہے جس طرح عمل علم کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہے اور جو شخص اس چیز کا لحاظ اس کے بغیر کرتا ہے وہ احمق ہے اور احمق حق تعالیٰ کی محبت کے لائق نہیں ہوتا ہے کیونکہ حق احمق کے ہمراہ کہاں ہوتا ہے

نیز فرماتے تھے کہ جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اعراض کسی بندہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کی زبان اولیائے حق کے لئے دراز ہو جاتی ہے خبردار دوستوں کو اس ہلاکت گاہ سے محفوظ رکھو۔ (بیت)

ترسم این قوم کہ بر دُردکشاں می خندند ∴ بر سر کار خرابات کنند ایمان را

(میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ جو دُرد کشوں پر ہنستے ہیں اپنے ایمان کو تباہ نہ کر لیں)

نیز فرماتے تھے کہ اس راہ کے چلنے والے کو بدگو اور تکلیف پہنچانے والے سے مفر نہیں کیونکہ تجلی کے جمال کے ساتھ تکلیف کا بار گراں بھی ہے لیکن اس گروہ کو بدگو اور رنج دینے والے کوئی نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔ کوشش کر کہ یہ بدگو اور رنج دینے والے میرے حاسد نہ ہوں کیونکہ جس شخص کو راہ چلنے والے کی راہ میں ایذا کے لئے بٹھاتے ہیں اس کو اس راہ پہ چلنے پر مدد کرتے ہیں راہ کا چلنے والا تکلیف کو برداشت کرنے سے تکلیف دینے والے تک پہنچتا ہے اور موذی ایذا کے سبب سے سالک تک پہنچاتا ہے حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اس دربار میں منتخب کر لیتے ہیں اس پر کسی فرعون کو مقرر کر لیتے ہیں تاکہ ہمیشہ تکلیف پہنچاتا رہے اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ہاتھوں تقاضوں کے تمام نکلوا دے۔

نیز فرماتے تھے کہ سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو ہر چیز سے بدتر سمجھے یہاں تک کہ گندگیوں اور کافر فرنگ سے بھی اپنے کو بدتر جاننا چاہیئے تاکہ کبر و خود پسندی راہ نہ پائے اگر کسی چیز کو حقارت سے دیکھتا ہے اور آخرکار تمام سعادتوں سے محروم رہتا ہے (بیت)

بہ خود بین ہمہ نیک و بد را ∴ ذرہ نیک و بد افگن خود را

سر نہ آنجا کہ ہمہ پائے نہند ∴ بوسہ زن پا کہ بہر جائے نہند

(اپنے آپ میں تمام نیک و بد دیکھ اس لئے اپنے آپکو نیک اور بد کی راہ پر ڈال دو، وہاں سر نہ رکھ جہاں سب پاؤں رکھتے ہیں۔ اس پاؤں کو بوسہ دو جہاں وہ جس جگہ رکھتے ہیں)

نیز فرماتے تھے کہ جب کسی شخص کا خیال خدا کے ساتھ ہوتا ہے تو ماسوا کو کبھی خاطر میں نہیں لاتا ہے اور تمام چیزوں کو سالک کے دل کا آئینہ ہونا چاہیئے تاکہ اُن میں جمال معنی کو دیکھ سکے۔ (بیت)

بد و نیک کہ ہست در عالم ∴ ہمہ آئینہ خدائے نما است

(اچھا بُرا جو کچھ دنیا میں ہے سب خدا دکھانے والا آئینہ ہے)

این است کمال مرد دانا بہ یقین ∴ در ہیچ نظر کند خدا را بیند

(یقیناً مرد دانا کا کمال ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھے)

نیز فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دوستی کا جو شخص انکار کرے تو اس کی کم سے کم سزا یہ ہے کہ جو حال وہ رکھتا ہے اس سے بے نصیب ہے اور اس کو اس حال میں کوئی مقام عطا نہ ہو کیونکہ ایک ولی کا رد کیا ہوا تمام اولیاء کا رد کیا ہوا ہوتا ہے جس طرح ایک ولی کا مقبول تمام اولیاء کا مقبول ہوتا ہے اس لئے کہا ہے کہ! (بیت)

جان گرگان و سگان ہر یک جدا است ∴ متحد جانہای شیران خدا است

(بھیڑیوں اور کتوں ہر ایک کی جان الگ ہے خدا کے شیروں کی جان متحد ہے)

نیز فرماتے تھے کہ اہل اللہ کے کلام میں کبھی دخل نہ دینا چاہیئے اور نہ زبان کھولنا چاہیئے بلکہ اگر ہو سکے تو اچھی توجیہ کرے ورنہ خاموش رہے اور غلط ہو تو حکم نہ لگائے کہ آن یکی عام شوق خورشید ∴ تو بہ دیوانگی خورشید (؟) اس میں ضرر کا خوف یقیناً غالب ہے اور نفع کا امکان نہیں ہے کیونکہ اکثر اولیاء اللہ کے الفاظ جو اسرار الٰہی سے نکات ہیں ہر شخص کی سمجھ میں کب آسکتے ہیں۔

اور اگر ان میں سے کسی کے کلام میں کوئی عبادت ایسی ہو جس سے فخر و خود پسندی کا اشارہ ملتا ہو تو یقیناً وہ تاویل و توجیہ کے لائق ہوگا مثلاً سُبحانی وَمَا اَعظَم شَانِی اور اَنَا الحَقُّ وغیرہ کہنا۔ (بیت)

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

(جب تو اہلِ دل کی بات سنے تو اس کو غلط نہ کہہ، تو سخن شناس نہیں ہے اے دلبر غلطی یہی ہے)

نیز فرماتے تھے کہ اگر حق تعالیٰ کی محبت صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے مطابق ہو تو وہ محبت صحیح اور مقبول ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بغیر وہ محبت مردود ہے اور ایسے محبت کرنے والے کے حق میں یہ محض استدراج ہی ہوگا اس لئے کہ جوگی اور ارمنی اور یہود و نصاریٰ سب اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے ہیں اس لئے سب کافر اور بد بخت ہیں۔ (بیت)

تا برانند نیافت رہ راست سوئے دوست
ہر کس کہ از رکاب تو واپس قدم نہاد

(..... جس شخص نے تیرے رکاب سے قدم واپس کیا اس راندۂ درگاہ نے دوست کی راہ راست نہیں پایا۔

ع با خدا دیوانگی کن با نبیؐ ہوشیار باش (خدا کے ساتھ دیوانگی کر اور نبی کے ساتھ ہوشیار رہ)

نیز فرماتے تھے کہ عمل کرنا چاہیئے اور اس عمل سے استغفار بھی کرنا چاہیئے کیونکہ آدمی حقیقت میں نہیں جانتا ہے کہ اس کا کونسا عمل مقبول ہوگا اور کونسا عمل مردود ہوگا اس لئے ایسی صورت میں استغفار ضروری ہے اور اس طرح کہے کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (یا اللہ تو مجھ کو بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔)

اور نہ یہ کہے کہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کی خدمت میں توبہ کرتا ہوں) تاکہ جھوٹ نہ ہو کیونکہ جب تک آدمی نے بندگی کی داد نہ دی ہو۔

اور حقیقی نفاق سے نجات نہ حاصل کی ہو گویا اللہ تعالیٰ کے دربار میں استغفار زبان سے کہہ رہا ہے عمل سے نہیں اس طرح اہل اللہ کے نزدیک وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

(بیت) در دل ہوس گناہ و برلب توبہ
زیں توبۂ نا درست یارب توبہ

(دل میں گناہ کی ہوس اور لب پر توبہ اس غلط توبہ سے یارب توبہ ہے۔)

ہوش سے کام لے کہ یہ ایک پوشیدہ نکتہ ہے اور ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ پوری استعداد رکھنے والا سالک اپنی استعداد اور حوصلہ کے مطابق فنائے تام سے مشرّف ہوگا۔ اور اسمائے الٰہیہ میں سے ہر اسم میں سیر کرے گا اور اس سے اس کو فنا و بقا حاصل ہوگا۔ اور جب کسی نے اسم متکبر میں فنا و محویّت حاصل کی اور اس کو بقا حاصل ہو تو غلبہ حال کے تقاضا کے مطابق متکبر ہوگا اور حدیث تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ کا خلق اختیار کرو) کے مطابق اس کو ایک قسم کی سلطنت و ریاست اور ایک طرح کی عزت و نفاست حاصل ہوگی لیکن سالک کا یہ تکبّر محمود ہے مذموم نہیں ہے حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الدّین نقشبند قدس سرہ سے پوچھا گیا تھا کہ تم لوگ متکبّر ہونے کے اعتراض پر آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہمارا تکبّر اللہ تعالیٰ کی صفات کبریائی کے غلبہ کی وجہ سے ہے سرکشی اور نفس اَمّارہ کے غلبہ کی وجہ سے نہیں ہے جب کہ تم گمان کرتے ہو۔ (قطعہ)

ابن منصور حسین و ہم فرعون
ہر دو گفتند اَنَا ھُوَ الحق

یکی خود را ندید مسلم رفت
و ید دیگر برفت بد مطلق

خویش ہیں بین کہ در جہنم رفت
مرد حق بین نہ خویش بین با حق

(ابن منصور حسین اور فرعون دونوں نے اَنَا الحق کہا تھا لیکن ایک نے اپنے کو نہ دیکھا تو وہ مسلمان گیا لیکن دوسرے نے اپنے کو دیکھا تو وہ برا گیا۔ خود بین کو دیکھو کہ وہ جہنم میں گیا اور حق بین مرد کو دیکھو۔ وہ خدا سے جا ملا۔

نیز فرماتے تھے کہ میں نے اپنی جانب سے نہ کسی کو رنج پہنچایا ہے اور نہ کسی سے رنجیدہ ہوں لیکن اس کے باوجود میں ڈرتا ہوں کہ مبادا کل قیامت کے دن کوئی

شخص تجھ پر دعوی کرنے والا ہو کیونکہ کسی کے دل کو تکلیف پہنچانا بہت بُرا ہے بلکہ کفر
سے بھی بدتر اور اس سے برا کوئی عمل نہیں جیساکہ حافظ شیرازی نے فرمایا ہے۔ (بیت

مباش در پے آزار و ہرچہ خواہی کن — کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہی نیست

تکلیف پہنچانے کے درپے نہ ہو اور جو کچھ چاہیئے کر کہ ہماری شریعت میں اس کے
سوا کوئی گناہ نہیں ہے)

نیز فرماتے تھے کہ بارہا میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ الدِّین
(یا اللہ اس شخص کی امداد کر جو تیری دین کی امداد کرتا ہے) تو کہوں اور وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ
الدِّین (خوار کر اس کو جس نے دین کو رسوا کیا) نہ کہوں کہ کہیں میں نفرین میں
اپنے آپ کو نہ داخل کر لوں اور خود اپنے آپ کو نفرین کر رہا ہوں اس لئے کہ دین کی
پوری مدد کرنا، اور اس کے رسوا کرنے سے پرہیز کرنا اس فساد زمانہ کے دور میں
پوشیدہ ہے لیکن چونکہ شریعت نے ہم کو اس دعا کا حکم دیا ہے اور حتی المقدور
دین کی عزت و نصرت چاہتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں اس لئے مجبوراً اس دعا کو پڑھتا
ہوں اور زبانی پر جاری کرتا ہوں۔ دین کی عزت اور پوری نصرت کے لئے عمر کی صفت
(رضی اللہ عنہ) ہونا چاہیئے۔ تاکہ دین کا کام ٹھیک ہو جائے۔ ان ظالم بادشاہوں اور کاہل
خوانین اور مداہنت کرتے ہیں۔ (بیت)

شرع و تقوی را فگندہ سوئے پشت — کو عمرؓ کو امر معروف درشت

(شرع و تقوی کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا تو کہاں عمرؓ اور کہاں سختی کے ساتھ امر بالمعروف کا کام)

نیز فرماتے تھے کہ ہمارے بعض دوستوں کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ طریقت
میں ان کا کام اس قدر اچھا نہیں ہوتا ہے ان کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ ان کا کام فقیر
کے نزدیک اچھا نہ ہوگا۔ جبکہ یہ لوگ کسی چیز کو پورے طور پر بجا لاتے ہیں اور سلوک پورے
طور پر کرتے ہیں۔ ان کا کام کیوں اچھا نہ ہوگا۔ اور جب یہ لوگ ہمارے احکام کو پورے
طور پر نہ بجا لائیں گے اور بدپرہیزی کریں گے اور اپنی خواہشات کے مرید ہوں گے
تو یقیناً ان کے کاموں کا نتیجہ برعکس ہوگا۔ اور ان کے احوال میں ضرر اور رجعت

کا امکان غالب ہوگا۔ اور بزرگوں نے (اللہ ان پر رحم کرے) کہا ہے کہ اس دربار
میں کام کے مطابق بار حاصل ہوتا ہے۔ (بیت)

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود — مزد آن گرفت جان برادر کہ کار کرد

(بغیر محنت کے خزانہ حاصل نہیں ہوتا ہے اے بھائی جس نے کام کیا اس نے مزدوری
حاصل کی)

لوگ اس دنیائے دنی کی طلب میں کونسی تکلیفیں برداشت نہیں کرتے ہیں اور
کیا کیا مصیبتیں نہیں جھیلتے ہیں کس شخص کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ اس نے اس کا عشر
عشیر عمل کیا ہو اور اس کا مقصد حاصل نہ ہوا ہو؟ چونکہ بندہ دنیا کے کام کو مولیٰ کے کام
سے اعلیٰ جانتا ہے اور اس کو مولیٰ کے کام پر ترجیح دیتا ہے اس لئے غیرت الٰہی اس
کی پیشانی پر ہاتھ مارتی ہے اور اس کو ولایت و دوستی سے معزول کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ
سُبحانہ مِن ذٰلِک۔

نیز فرماتے تھے کہ فقیر کسی کام کو بغیر استخارہ کے اور شرع شریف کی اجازت اور
الہام غیبی کے بغیر نہیں کریگا اور جب بھی کسی کام کو بغیر استخارہ اور اذنِ شرعی اور
الہام کے بغیر کیا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو مرید کیا تو اس کے امور خطرات اور کدورت سے خالی
نہیں ہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ جس دیار میں اہل اللہ کمتر ہوتے ہیں۔ سالک کی استعداد وہاں
سے زیادہ فیض پاتی ہے کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کی قبولیت کی صلاحیت کم
ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخارا شریف کے بارہ سال کے کام کابل اور پشاور کے چھ
سال کے کام کے برابر ہیں اور پشاور کابل کے چھ سال کے کام سرہند اور شاہجہان
آباد کے چھ ماہ کے کام کے برابر ہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ مریدوں میں سے دو شخص
میری قدر جانتے تھے ایک شیخ حبیب مرحوم دوسرے اخوند ملا قوزی علیہ الرحمۃ
اور مشائخ میں سے دو شخص میری قدر جانتے ہیں ایک ملا فیض عثمان کابلی دوسرے
ملا تیمور خان افغان سلمہم اللہ تعالیٰ۔

نیز فرماتے تھے کہ جناب سید موسیٰ خان خواجہ دہ بیدی علیہ الرحمۃ بہت

بڑے بزرگ ہوئے ہیں فقیر نے ان کو دیکھا نہیں لیکن ان کے بعض خلفا کو دیکھا ہے مثلاً خلیفہ صدیق، خلیفہ محمود خلیفہ قیوم اور خلیفہ میر احمد وغیرہم کہ ان میں سے ہر ایک درجۂ کمال پر تھے، اور شیخ کی بزرگی کو ان کے مرید کی بزرگی سے پہچان سکتے ہیں۔

نیز فرماتے تھے جناب میاں محمد آفاق سلمہم اللہ باوجود یکہ تمباکو نوشی کرتے ہیں۔ لیکن اس قدر صاحب نسبت و کمال ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بظاہر یہ چیز قابل اعتراض ہے لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کی برکت سے ایک مکروہ اور ناپسند فعل اہل اللہ کے کمال میں مانع نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہ اعلم نیز فرماتے تھے کہ فقیر کے جدِ بزرگوار حضرت شاہ محمد رسا قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اس راہ درویشی کے سلوک کے لئے علوم ضروریہ کا حاصل کرنا کافی ہے۔ اور اس سے زائد حاصل کرنا تضییع اوقات ہے۔ بلکہ نفاق پیدا کرتا ہے اور اس سے غرور و مستی میں اضافہ ہوتا ہے مولانا جامیؒ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

علم کثیر آمد و عمرت قصیر آنچہ ضروری است بدان مشتغل گیر

(علوم بہت ہیں اور تمہاری عمر مختصر اس لئے جو ضروری ہے اسی کا شغل رکھو)

علم ضروری سے مراد علم فقہ اور حدیث و تفسیر کے علم کا حاصل کرنا ہے جیسا کہ مولانا رومیؒ نے مثنوی میں فرمایا ہے۔

علم دیں فقہ است و تفسیر و حدیث ہر کہ خواہد غیر ایں گردد خبیث

(علم دین فقہ اور تفسیر و حدیث ہے اس کے علاوہ جو چاہتا ہے وہ خبیث ہوگا)

نیز فرماتے تھے کہ ایک وقت فقیر کو پشاور میں الہام ہوا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک عزیز نے بخارا میں وفات پائی اس کے مناسب احوال یہ آیت ہے

اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے) فقیر حیران تھا کہ یہ عزیز کون ہو سکتا ہے چند روز کے بعد الہام ہوا کہ وہ عزیز امیر المسلمین معصوم غازی ملقب بہ امیر شاہ مراد بن امیر دانیال علیہ الرحمۃ تھے۔

فقیر نے یہ واقعہ دوستوں سے بیان کیا اور اس دن کی تاریخ اور مہینے کو خیال میں رکھا۔ چند ماہ کے بعد حضرت امیر المومنین امیر حیدر سلطان خلّد اللہ ملکہٗ جو ان کے جانشین ہیں

فقیر کو لکھا اور بخارا سے پشاور بھیجا کہ حضرت قبلہ گاہ من مرحوم نے وفات پا گئی یہ واقعہ بروز جمعہ ۱۵ ار رجب ۱۲۱۵ھ بوقت چاشت ہوا۔ باپ بیٹے دونوں آنجناب کے حلقہ بگوش تھے۔

نیز فرماتے تھے جناب امیر کبیر حضرت معصوم غازی انار اللہ برہانہٗ باوجود دولت و بادشاہت کے بہت زیادہ مرتاض اور متقی تھے۔ دیانت و عدل اور احیائے شریعت میں اس زمانہ کے سلاطین و حکام ان کی تقلید کرتے تھے اگرچہ ایک شمہ بھی ان کی تقلید نہیں کر سکتے۔ ایک دن میاں غلام فضل اللہ سلمہٗ کی دامادی کے زمانہ میں جن کے نکاح میں امیر مرحوم نے اپنی صاحبزادی کو دیدیا تھا۔ فقیر نے تھوڑا سا حلوہ بنا کر بھیجا جس کو ہندوستان کے لوگ ستورہ کہتے ہیں۔ شکر گھی نیز بادام اور پستہ اور دوسری چیزیں ڈال کر تیار کرتے ہیں۔ فرزندی غلام فضل اللہ سلمہٗ نے اس میں تھوڑا سا نکال کر حضرت امیر کو بھیجا امیر نے اس کو کھایا اور اس کی بہت تعریف کی۔ فقیر کو جب معلوم ہوا تو اس سے اچھا حلوا بنوا کر ان کو بھیجا امیر نے فرمایا کہ جناب نے بہت زیادہ زحمت فرمائی اور بندوں پر بہت زیادہ نوازش کی۔ اس حلوہ میں سے جب کھانا چاہا تو گریہ اور ندامت اور غم امیر کے دل میں پیدا ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگے کہ اے مکار نفس کیا تو چاہتا ہے کہ تبرک کا بہانہ بنا کر سارے کا سارا حلوہ شہوت کے ساتھ چٹ کر جائے۔ کیا تو یہ نہیں جانتا ہے کہ روغن اور شیرینی بخل و حسد پیدا کرتے ہیں اور اس سے کبر و نخوت پیدا ہوتی ہے۔ تیرے جیسے حکمراں اگر یہ مذموم اخلاق رکھیں گے تو رعیت کا کیا حال ہوگا۔ اور کل بروز قیامت کیا حساب دے گا جب تو ظلم و زیادتی کرتا ہے اور شرع کی خلاف ورزی کرتا ہے یہ کہکر اسی وقت حلوا واپس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ آنجناب اس ہیچ غلام کو معذور رکھیں۔ کیونکہ میں مریض ہوں اور یہ حلوا مریض کے مناسب حال نہیں ہے یہ اس شخص کو دیں جو مریض نہ ہو۔ یعنی مقام فنا تک پہنچا ہوا ہو۔ پھر چند دنوں تک بھوکے رہے۔ اس کے بعد یا شیعوں (اللہ ان کو رسوا کرے) سے جنگ کے سفر خراسان کی پی

ہوئی جو کی سخت روٹی کو چور کر پانی میں بھگویا اور فرمایا کہ اے نفس امّارہ تیرے نفع کے لئے میں نے اس قدر کام اختیار کیا ہے امیر کبیر کی روح عذاب خداوندی کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔

ہزاروں رحمت آنجناب کی روح شریف پر ہو جن کی مریدی ہیں اس طرح کا بادشاہ ہو۔ ایسے پیر کو دیکھو اور ایسے مرید کو دیکھو۔

شاہ چنین مطیع و شیخی چناں مطاع دیری است کین زمانہ نزادہ بہ کس علم

(بادشاہ اس طرح مطیع اور شیخ اس طرح مطاع دیر ہوئی کہ اس زمانہ نے اسی طرح کسی کا نشان نہیں بتایا۔

بارھواں باب

آنجناب کے بعض واقعات اور خوارقِ عادات

واضح ہو کہ آنجناب قدس سرّہٗ سے اس قدر کرامات، خرق عادات اور کشوف و الہامات ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قصداً یا بلا اختیار ظاہر ہوئے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے اور حدِ شمار سے باہر ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اس سے واقف نہیں ہے۔

منجملہ ان کرامات کے سب سے بڑی کرامت جو دنیا والوں پر ظاہر ہے وہ یہ تھی کہ ابتدا سے آخر عمر تک جادۂ شریعت اور اتباع شریعت پر ثابت قدم تھے جو کہ اس طائفہ علیّہ کے محققین کے نزدیک سب سے بڑی سعادت اور کرامت ہے مقام رضا بلکہ مقام عبدیت پر فائز تھے جو رضا کے مقام سے بلند ہے اور اس سے بلند تر کوئی مقام نہیں ہے۔ مستحبات شرعیہ میں سے کسی مستحب کو قصداً ترک نہیں کیا۔ کسی کی غیبت یا غیب جوئی صراحتہً یا اشارۃً کبھی نہیں کی حالانکہ سبھوں کو معلوم ہے کہ اس گناہ آلود زمانہ میں کون ہے جو اس امر کے ارتکاب سے ہمیشہ محفوظ رہا ہو مگر یہ کہ خدا جس کو چاہے کونسی کرامتیں ان بلند مقامات سے بڑھ کر ہوں گی۔ اور کون سے احوال و مقامات اور الہامات و کشوف احکام شرعیہ کی بجا آوری سے بڑھ کر ہوں گے۔ (بیت)

یا ربم ملکِ استقامت دِہ کاستقامت زِصد کرامت بہ

(اے پروردگار مجھ کو استقامت کا ملک عطا کر کہ استقامت سینکڑوں کرامت سے بہتر ہے)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ مکتوبات کی جلد اول مکتوب دو سو دس[۲۱۰] میں فرماتے کہ "طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصود معتقدات شرعیہ میں یقین کی زیادتی کا حاصل کرنا ہے تاکہ استدلال کی تنگنائے سے نکل کر کشف وسعت اور فضا میں داخل ہوں۔ اجمال سے تفصیل کی طرف مائل ہوں۔ مثلاً واجب الوجود تعالےٰ کے وجود اور اس کی وحدت پہلے استدلال یا تقلید کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔

اور اس کے مطابق یقین حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب صوفیہ کے طریقہ کا سلوک میسر ہوتا ہے تو وہ استدلال و تقلید کشف و شہود سے بدل جاتا ہے اور کامل ترین یقین حاصل ہوتا ہے اسی پر تمام اعتقادیات کو قیاس کرنا چاہیئے۔ نیز اس سے مقصود احکام فقہیہ کے بجالانے میں آسانی کا حاصل کرنا اور دشواری کا دور کرنا ہے جو نفس کے بہکاوے سے پیدا ہوتی ہے" نیز مکتوبات جلد اول مکتوب دو سو چھیاسٹھ ۲۶۶ میں فرمایا ہے کہ طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ نہیں ہے کہ غیبی صور و اشکال کا مشاہدہ کریں اور انوار و الوان کا معائنہ کریں کیونکہ یہ تو لہو و لعب میں داخل ہے حسی صور و انوار ہی کیا کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضات و مجاہدات کے ذریعے صور و انوار غیبی کی تمنا کی جائے۔

یہ صورتیں اور وہ صورتیں یہ انوار اور وہ انوار سب اللہ بزرگ و برتر کی مخلوق ہیں، اور اس کے وجود پر دلالت کرنے والی ہیں" نیز مکتوبات جلد اول مکتوب چھتیس ۳۶ میں فرمایا ہے کہ شریعت کے تین جزء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہونگے شریعت متحقق نہ ہوگی، اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو اللہ تعالے کی رضا حاصل ہوگئی جو تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ کی رضا مندی سب سے بڑھ کر ہے۔ پس شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی متکفل ہے اور طلب کرنے کی کوئی چیز نہیں رہی کہ شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی طلب کی ضرورت ہو۔

طریقت اور حقیقت جس میں صوفیہ ممتاز ہیں دونوں کے دونوں تیسرے جزء یعنی اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے حاصل کرنے سے مقصود شریعت کا مکمل کرنا ہے۔ شریعت کے ماسوا اور کوئی دوسری چیز نہیں۔

احوال و مواجید اور علوم و سعادت جو صوفیہ کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں یہ مقصود نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں جن کے ذریعے طریقت کے مبتدیوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گذر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیئے جو سلوک و جذبہ کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے مقصود بجز اخلاص کی تحصیل کے اور کچھ نہیں ہے جو کہ مقام رضا کو مستلزم ہے۔

تینوں قسم کی تجلیات (یعنی ذاتی صفاتی اور افعالی) اور عارفانہ مشاہدات سے گزار کر ہزاروں میں سے ایک کو دولت اخلاص اور مقام رضا تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش احوال و مواجید کو مقصود شمار کرتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطلوب سمجھتے ہیں۔ اور آخر کار وہم و خیال کی قید میں گرفتار رہتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں کَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (مشرکین پر شاق ہے کہ تم ان کو اللہ کی طرف بلاتے ہو اللہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔) ہاں مقام اخلاص کا حصول اور مرتبہ رضا تک پہنچنا ان احوال و مواجید کے طے کرنے پر موقوف ہے۔ اور ان علوم و معارف کے تحقق سے وابستہ ہے اس لیے یہ چیزیں مطلوب کے لئے اسباب و ذرائع اور مقصود کے لئے مقدمات ہیں"

اللہ تعالے کا شکر اور احسان ہے کہ آنجناب ولایت مآب شریعت اکتساب نے احکام شرعیہ کی جس قدر رعایت اور ارکان دینیہ کا جس قدر ہمیشہ لحاظ رکھا اور عمل کیا۔ مشائخ زمان میں سے کم ہی کسی کو یہ بات حاصل ہوئی ہوگی جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور صبح و شام آپ کی صحبت میں رہے ان سے یہ بات مخفی نہیں۔ (رباعی)

ای صورت تو آئینہ سر وجود — روشن ز رخت پرتو انوار شہود

(اے وہ کہ تیری صورت سر وجود کا آئینہ ہے تیرے چہرے سے انوار شہود کا پرتو روشن ہے)

مجموعہ ہر دو کونی وکس چوں تو نیست — در مملکت صورت و معنی موجود

(تو دونوں جہاں کا مجموعہ ہے صورت و معنی کے ملک میں تیرے جیسا کوئی موجود نہیں)

واقم الحروف غفر اللہ لہ اس کے باوجود کچھ بیان کرتا ہے تاکہ دوستوں کے دل اور دیکھنے والوں کی نگاہوں کو سرور حاصل ہو کہ ع از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است
دوست کی جو بات بھی کی جائے وہ بہتر ہے۔

کرامت: نمبر۱: ایک سال آنجناب علیہ الرحمۃ بخارا سے پشاور تشریف لے جا رہے تھے ایک دن ولایت تاشقورغان میں قاضی عزیز شاہ مرحوم کی حویلی میں بیٹھے

ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت قریب تھا یہ حقیر اور سیادت پناہ استاذی امان شاہ بن میر بادشاہ خواجہ تمرازی علیہما الرحمتہ اور سبحان قل خواجہ خادم آپ کے پاس موجود تھے اور کوئی شخص نہیں اسی اثنا میں اچانک ایک بلند قامت قوی ہیکل نوجوان داخل ہوا جو بہت لاغر تھا۔ اور ریاضت کے باعث ہلال کی طرح ہو گیا تھا آنکھیں نیلگوں اور میگون اور غمگین تھی۔ لباس ملّہ پہنے ہوئے اور دستار سنت کے مطابق باندھے ہوئے تھا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے اور بہت زیادہ عزت افزائی کی اس کو بغل میں خوب زور سے دبایا اور لمبا معانقہ کیا حالانکہ یہ آپ کی عادت نہ تھی اس کی احوال پرسی اور دلجوئی کی اس کے بعد اس کو سب سے اونچا بٹھایا۔ اور وہ آپ پر ہمیشہ نظر رکھتا تھا۔ آپ مراقبہ میں چلے گئے ایک گھنٹہ اسی حال میں گزرا پھر سر اٹھا کر آپ نے اس سے پوچھا تمہاری والدہ خیریت سے ہیں؟ اس نے جواب دیا اللہ کا شکر اور احسان ہے آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا ولایت کولاب سے جس کو پہلے زمانہ میں ختلان کہتے تھے۔ تم کب نکلے؟ اسی جوان نے عرض کیا کہ آج ہی چاشت کلاں کے وقت نکلا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا دریائے جیحون سے جس کو عرف عام میں دریائے آمو کہتے ہیں کس طرح گزرے؟ اس نے کہا کہ آج میں تنہا دریا کے کنارے پہنچا میں جہاں پر تھا وہاں نہ تو کوئی کشتی تھی اور نہ کوئی آدمی تھا۔ پاؤں سے جوتیاں اتار کر پانی میں اتر پڑا۔ دریا کا پانی میرے زانوں سے اوپر نہ پہنچا اور اللہ تعالے نے اس کو میرے لئے گزر دیا۔ یہانتک کہ ہم آسانی سے گزر گئے اور آپ کی خدمت میں آ گئے۔ اسی وقت آپ نے اپنا ملّہ جامہ جو آپ صبح کو پہنتے تھے اور اوراپنی دستار اور اپنا جامہ اس جوان کو پہنا دیا اور اس کے لئے دعا کر کے اس کو رخصت کر دیا اور وہ بہت ہی ادب کے ساتھ اس جگہ نے باہر چلا گیا۔ یہ فقیر بھی اس کے پیچھے باہر آیا دیکھا کہ وہ ناپید ہو گیا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ سبحان قل خواجہ خادم اور دوسرے دوستوں سے میں نے پوچھا کہ وہ جوان کہاں گیا؟ سبھوں نے کہا معلوم نہیں کہاں گیا اور وہ کون تھا۔ پھر جو لوگ دروازے پر تھے

ان لوگوں سے پوچھا گیا تو کہا کہ ایک زمانہ سے ہم اس جگہ پر رہتے ہیں لیکن ہم نے کبھی اس طرح کے آدمی کو آتے جاتے نہیں دیکھا کبھی سال کے بعد ایک دن اس فقیر نے بخارا میں خلوت میں آپ سے دریافت کرنا چاہا کہ وہ کون تھا۔ اور ابھی اس فقیر نے کوئی کلمہ زبان پر بھی نہیں لایا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ وہ جوان جو میرے بخارا سے پشاور چلنے کے وقت میرے پاس ملک کولاب سے آیا تھا ابدالوں میں سے ایک تھا اور اس کی ماں بھی ایک صالح اور عارف خاتون تھی۔ اس ناچیز کو دیکھنے اور ملاقات کے لئے آیا تھا۔ ہر جگہ ہمارے اس قسم کے دوست ہیں۔

کرامت ۲:- آخری بار آپ بخارا سے پشاور جا رہے تھے۔ ملک حصار میں آئے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک گاؤں میں دوستوں پر توجہ دے رہے تھے سید شاہ برہان الدین چناری علیہ الرحمتہ جو آپ کے عزیزوں میں سے آپ کی زیارت کے لئے بغیر اطلاع کئے آئے ہوئے تھے ان کے آنے کی خبر کسی کو نہ تھی۔ دوران توجہ و مراقبہ میں آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا کہ معاف کرنا میں نے پہلے نہیں پہچانا تھا اور کسی نے ان کے آنے کی اطلاع بھی نہ دی تھی آپ نے کیونکر ان کو پہچان لیا۔ آپ نے فورًا مسکراتے ہوئے فرمایا کہ علیم و خبیر نے خبر دی۔ ہاں یہ طائفہ علیۃ کبھی ان دیکھنے کو پہچان لیتا ہے۔ اور بے کہے ہوئے اللہ تعالے کے حکم سے جان لیتا ہے۔ (بیت)

گمرزدورش نام اور انشنوند ۔ تابہ قہر تاروپودش در روند

(اگر دور سے اس کا نام سنیں۔۔۔ تو زور سے تلنے پانے کا تار ایک دوسرے میں گھس جاتے ہیں)۔

کرامت ۳:- حضرت منجھلے مخدوم زادہ میاں غلام فضل اللہ صاحب نے نقل کیا کہ جس زمانہ میں حضرت پشاور میں تشریف لائے تھے ایک دن اس ناچیز سے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ تم یہاں انتظار کرو۔ جس وقت ایک شخص

اس شکل وصورت کا اور اس لباس میں آئے اس کی اطلاع مجھ کو دنیا اور خود دوگانہ کلاں پڑھنے میں مشغول ہوگئے اور میں حکم کی بجا آوری کے لئے دروازے پر بیٹھا تھا کہ اچانک عصر کے قریب ایک جوان گندم گون سیاہ کمبل سر پر ڈالے ہوئے اور پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اپنے قبلہ کو میرا سلام پہنچاؤ اور میرے آنے کی اطلاع دیدو۔ میں نے اسے پہچان کر فوراً آپ کو اس کے آنے کی اطلاع دیدی۔ آپ نے دوگانہ سے جلد فراغت کرنے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس کو لے آؤ۔ جب وہ ان آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے پوری خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کی، اور اس سے حالات دریافت کئے کہ کب آئے اس نے کہا آج ہی آیا ہوں۔ آپ نے تھوڑی دیر خلوت کے بعد اس کو رخصت واجازت عطا فرمائی۔ کچھ دنوں کے بعد میں اس جوان کی کیفیت دریافت کرنے کی غرض سے پہنچا تو آپ نے بتایا کہ وہ ابدالوں میں سے ایک تھا جو اپنے کام کو زہد وریاضت کے ذریعے تیار کرکے اپنے احوال کی تصحیح کے لئے اسی روز ملتان سے اس ناچیز کے پاس آیا تھا۔ اس کا کام مکمل ہوچکا تھا چونکہ اس کو صرف اجازت کی ضرورت تھی اس لئے میں نے اسے اجازت دیدی اور اسی روز وہ ملتان پہنچ گیا۔

کرامت ۴: ایک دن بخارا میں ہم نے آپ کو نہیں دیکھا وہ جمعہ کا دن تھا۔ اس ناچیز نے حویلی اور خانقاہ میں اور جہاں جہاں گمان ہوسکتا تھا۔ تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا جن دوستوں سے پوچھا تو ان لوگوں نے بھی بتایا کہ ہمیں خبر نہیں کہ کہاں ہیں اچانک خیال آیا کہ چلہ خانہ میں بھی دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ کے چلہ خانہ میں، جو مسجد ہی میں تھا ایک سوراخ سے تو دیکھا کہ دروازہ اندر سے مضبوطی سے بند ہے اور آپ قبلہ رو بیٹھے ہیں تین جوان جن کے چہرے پر ہنہ تھے اور بہت ہی خوبصورت تھے،

کپڑے اور سفید دستار سنت کے مطابق باندھے ہوئے تھے آپ ان کی طرف متوجہ تھے۔ اس ناچیز نے ابھی ایک لمحہ دیکھا ہی تھا کہ اچانک آپ کی نظر اس ناچیز پر پڑی۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ عشا کی نماز کے بعد میں نے خلوت چاہا کہ معلوم کروں کہ یہ کون لوگ تھے اسی وقت آپ نے فرمایا کیا ان لوگوں کو تم نے دیکھا تھا، میں نے عرض کیا جی ہاں دیکھا تھا فرمایا کہ وہ پریاں تھیں جو ہماری مرید تھیں ہم سے توجہ لے رہی تھیں خبردار اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا جب تک میں زندہ ہوں کسی کو نہ بتانا۔

(بیت)

آنکسان کہ جام مے نوشیدہ اند رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

(جن لوگوں نے شراب کا جام پیا ہے انہوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے)

اس سے پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ شیخ الثقلین تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

کرامت ۵: ملا امیر فیض اللہ مفتی علیہ الرحمۃ جو آپ کے خلیفہ اور مقبول بارگاہ تھے اور ولدیت نا شن غور غان بلخ اکابر علماء میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت نے اس ناچیز کو فرض نماز میں امام بنا دیا۔ ثنا تعوذ اور تسمیہ کے بعد میں نے الحمد اللہ کہا اس کے بعد بھول گیا کہ کیا پڑھوں کچھ یاد نہ آیا میں نے نماز توڑ دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ امامت کرو۔ اس ناچیز نے شرمندگی سے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائے اور اس حکم کی تعمیل نہ کرے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے آگے بڑھو امامت کرو۔ پھر جب میں نے امامت کی تو اس بار نماز کو پورے طور پر ادا کیا۔ تنہائی میں آپ نے فرمایا کہ اس فقیر نے ابتداء بلوغت سے اب تک تکبیر تحریمہ کو امام کے ساتھ ترک نہیں کیا اور اپنی تکبیر کو امام کی تکبیر سے متصل رکھتا تھا۔ اور یہ عظیم الشان اور جلیل القدر عمل مجھ سے کبھی فوت نہیں ہوا تم نے جلدی سے نیت کرلی اور یہ فقیر اس عمل سے غافل رہا اور تکبیر اولے

کے ثواب سے محروم ہو گیا۔ جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اس لئے مجھے حیرانی و پریشانی لاحق ہو گئی اور جب تم نے نئے سرے سے نماز پڑھائی تو اسی فقیر نے تکبیر تحریمہ کا ثواب پورے طور پر پا لیا (بیت)

مرا بندگی با شد این بس بود ۔۔۔ بجز این کار جوئندہ ناکس بود

(میرے لئے بندگی ہی کافی ہے اس کے علاوہ کسی چیز کا تلاش کرنے والا نالائق ہوتا ہے)

کرامت ۶: حضرت اخوند ملا معلم شاہ بلخی جو بخارا کے علمائے کبار اور حضرت کے قریبی مریدوں میں سے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ اس کمینہ بندہ درگاہ نے ابتدائی زمانہ میں جبکہ حضرت پشاور سے بخارا آئے ہوئے تھے چاہا کہ آپ سے مناظرہ کرے اور آپ کے اقوال و افعال پر کچھ اعتراض کرے۔ آپ کے حلقہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے جد بزرگوار کی مکتوبات پڑھ رہے تھے اور اس کے معنی بتا رہے تھے۔ پھر ناچیز کچھ نہ بول سکا اور ساری گفتگو و بحث اور مناظرہ میرے دل سے محو ہو گیا۔ آپ اسی وقت مسکرائے اور فرمایا دا ملا تم کچھ کیوں نہیں بولتے ہو اور خاموش کیوں بیٹھے ہو۔ اس ناچیز نے عرض کیا مجھے اس کی طاقت نہیں ہے کہ آپ سے کچھ کہوں اور آپ کے مقابلہ میں بات کروں۔ آپ نے فرمایا دا ستہ میں تمہارا ارادہ تھا کہ تم مجھ سے بحث و مناظرہ کرو گے اور میرے اقوال و افعال پر اعتراض کرو گے۔ آپ کیوں خاموش ہو تمہیں چاہیئے کہ اس فقیر کی کمی اور غلطی کی اطلاع دو کیونکہ آدمی خطا و نقصان سے کسی وقت اور کسی جگہ خالی نہیں ہوتا ہے۔

یار آلست کہ یار عیب جوئے بود ۔۔۔ یار چون بافت یار شہ نے بود

اس ناچیز نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ اور تواضع و فروتنی ظاہر کی اور دل سے استغفار کیا اس پر آپ نے سکوت اختیار کیا اور مراقبہ میں چلے گئے جب کچھ وقت اس حال میں گذرا تو سر اٹھا کر یہ شعر زبان مبارک پر جاری

تھا۔ (بیت)

بپوش دامن عفوی بذلّت من مست ۔۔۔ کہ آبروی شریعت باین قدر نہ رود

(عفو کا دامن مجھ دیوانے کی ذلت پر ڈال دے کہ اس انداز سے طریقے سے شریعت کی آبرو نہیں جاتی ہے۔)

اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور بعد ازاں ناچیز نے بھی آپ کے ہمراہ خلوت جا کر آپ سے بیعت کی اور دل و جان سے آپ کا غلام اور مرید بن گیا۔ (رباعی)

چہ بیعتی کہ دو نور معرفت پیداست ۔۔۔ چہ دولتی کہ دران فیض عافیت برجاست

(کیا ہی وہ بیعت جن میں نور معرفت ظاہر ہے۔ کیا ہی وہ دولت جس میں عافیت کا فیض قائم ہے۔

ہزار شکر کہ از جہل سوئی علم شدم ۔۔۔ زبان بذکر الٰہی و دل خیین گویاست

(ہزاروں شکر کہ میں جہل سے علم کی طرف آگیا زبان ذکر الٰہی میں مصروف اور دل بھی اس طرح گویا ہے)

کرامت ۷: مغفرت مآب خلیفہ مرزا سلیم بخاری نور اللہ مرقدہٗ جو حضرت کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ اور برسوں بوریا کی طرح حضرت کے دربار میں پڑے رہے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ابتداء میں حضرت پشاور سے بخارا تشریف لائے تھے اور نشو و نما پائی تھی ایک دن نماز ظہر کے بعد آپ حلقہ میں مکتوبات قدسی آیات پڑھ رہے تھے کہ اچانک دا ملا شاکر جان صابونی جو بخارا کے مشہور علماء میں سے تھے اسی محفل میں بیٹھ کر بہت تیز ہو گئے اور مکتوبات شریف پر اعتراضات کئے اور لایعنی باتیں کیں اگرچہ حضرت نے اس کے کافی و شافی جوابات دیئے لیکن شاکر جان نہ مانے اور اعتراض و عناد کی راہ اختیار کی آخر آپ کو سخت غصہ آگیا اور سر پہ چادر ڈال کر خاموشی کے ساتھ چلے گئے۔ ملا مذکور اپنی جگہ سے اٹھ کر

مدرسہ میرکاں سے جہاں حضرت مقیم تھے ملا شریف سوداگر کے مدرسہ تک نہ پہنچے تھے کہ اسے قبض عظیم ہوا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے چنانچہ یہ واقعہ پورے بخارا میں مشہور ہے۔ (بیت)

ہر آں کس کہ با مہتر ستیزد — چناں افتد کہ ہرگز برنخیزد

(جو چھوٹا بڑے سے جنگ کرتا ہے تو وہ ایسا گرتا ہے کہ پھر کبھی نہیں اٹھ سکتا) جب آپ کو یہ خبر دہشت اثر ملی تو فرمایا کہ ہم کیا کریں جو تلوار اس کے سامنے تھی بہت تیز اور کاٹنے والی تھی اس کا دستہ ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور تلوار کی نوک اوپر تھی اگر کوئی جاہل اچانک شر کے ارادے سے آ گئے اور اپنا سینہ اس تلوار پر رکھ کر پوری قوت سے اپنے آپ کو ہلاک کر دے تو تلوار کا کیا قصور ہے۔

کرامت ۸:- ایک دن اس ناچیز نے ملا عادل ابن ملا محمد ظہیر خوقندی علیہ الرحمۃ سے جو حضرت کے خلفائے کبار میں سے تھے عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ گزشتہ دنوں میں غیرت کی بنا پر حضرت نے بعض اوباشوں اور بے ادب لوگوں کی تنبیہ کی ہے اور بعض کے لئے ہلاکت کا سبب ہوا۔ لیکن اب یہ بات نہیں ہے اور ہے بھی تو بہت ہی کم۔ انہوں نے جواب دیا کہ اب حضرت عارف ہو گئے ہیں اور عارف کو غیرت اور ہمت کم ہوتی ہے۔ پھر جب میں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو خلوت میں مسکرا کر فرمانے لگے کہ ملا عادل نے میرے بارے میں کہا ہے کہ میں عارف ہوں اور عارف میں غیرت و ہمت بہت کم ہوتی ہے اس کو کہاں سے معلوم ہوا کہ عارف کو غیرت نہیں ہوتی ہے تمام انبیاء علیہم السلام سب سے بڑے عارف تھے حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو عذاب کے پانی میں غرق کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو مع لشکر دریائے نیل میں غرق کیا اور قارون کو اس کے مال و متاع کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا۔ کیا اس طرح کے واقعات بغیر غیرت کی بنا پر ہیں

یا کسی اور بنا پر؟ بات صرف یہ ہے کہ پہلے ہم پر صفت قہر و جلال غالب تھی اسی لئے اس قسم کے کام وقوع میں آتے تھے اور اب صفت لطف و جمال بلکہ دوسری چیزیں ہم پر غالب ہیں۔ اس لئے کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ ہمارے دوستوں نے عجیب ملا پایا انہیں کہی ہیں یہ کہا مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔

آنکہ در مدح تو اندیشہ مقال — ناطقہ حیراں بماند عقل لال

(جو کوئی تیری مدح میں گفتگو سوچتی ہے تو ناطقہ حیران اور عقل گنگ رہ جاتی ہے)

کرامت ۹:- ملا انجو قدجان جو ولایت تاشکند میں آپ کے خلفاء میں سے تھے کہتے تھے کہ جس روز میں حضرت سے مرید ہوا تو مجھ کو ذکر قلب کی تعلیم دی میں نے کچھ دنوں تک اس پر پابندی کی۔ اور جس قدر بے پروائی اس بارے میں ہو گئی اسی قدر میں نے آپ کی اس بات کو دھیان میں رکھا اور نقشبندیہ طریقہ میں سلوک میں مشغول ہو گیا۔ کسی روز اس کوشش میں کمی یا بے توجہی کرتا اور اس دن آپ کو سلام کرتا تو آپ غضب آلود ہو جاتے اور التفات نہ کرتے۔ اور جب سلوک کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتا تو ملاقات کے وقت بے حد التفات و عنایت فرماتے تھے میں نے بارہا آپ سے اس کو آزمایا تھا۔ اس کے باوجود ایک دن ایسا ہوا کہ میرے چند دوست تاشکند سے بخارا آئے تھے اور میں نے ان کو مدرسہ کے حجرہ میں بلا کر ان کی دعوت کی وہ جمعہ کی رات تھی۔ اس رات کو میں اپنے کسی وظیفہ پر عمل نہیں کر سکتا تھا خوش مزاجی اور ملا یا نہ خوش بیانیاں ہوتی رہیں۔ جب صبح کے وقت آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا تو آہستہ سے فرمایا۔ (بیت)

کم گر بیزار شوی از دو ہاسے تو — ز آشنایان و ز خویشان کن حذر

(اگر تو کم تباہ کن اپنوں اور دوستوں سے پرہیز کر)

آج رات تم نے اپنا اولین کام نہیں کیا اور تمہارا بار مجھ پر پڑا۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اگر کوئی شخص دیگ کے نیچے اتنی لکڑی رکھے جو پوری نہ پڑے تو

کیا اس کی امید کی جاسکتی ہے کہ کھانا پکا ہو لے۔ حالت یہ ہے کہ تم سلوک میں ناغہ کرتے ہو اور کمالات انسانی کی امید رکھتے ہو یہ کسی طرح ظاہر ہو سکتا ہے شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ فقیر تمہارے کاموں سے واقف ہے اور جو کچھ رات میں گزرا تھا آپ نے ایک ایک کر کے وہ سب بیان کر دئے۔ اس کے بعد اس ناچیز نے توبہ و استغفار کیا۔ پھر کبھی اپنے کام میں بے پروائی نہیں برتی۔

کرامت ۱۰:۔ ۱۲۲۱ھ سن بارہ سو اکیس ہجری کو یہ راقم الحروف۔ شیخ الاسلام سلطان خان احراری سمرقندی اور حاجی قمرالدّین خواجہ سیدآبادی اور ملا طغائی مراد قاری بلخی جو حضرت امیر شاہ مراد معصوم ہند امیر دانیال مرحوم کے امام تھے اور مدرسہ میر کلاں کے حجرہ میں بخارا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جمعہ کی رات صبح کا وقت قریب تھا حاجی نعمت اللہ بخاری جو حضرت کے خادم اور خلیفہ تھے آپ کے پاس سے اس مذکورہ جماعت کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت ابتک دُعا و مناجات میں مصروف تھے۔ فرمایا کہ ہم ایک زمانہ سے اللہ تعالےٰ سے چاہتے تھے کہ محمود شاہ کابل میں بادشاہ ہو جائیں لیکن یہ معاملہ ابتک موقوف تھا۔ آج رات محمود شاہ کے بارے میں دُعا مقبول ہوئی امید ہے کہ یہ جلد ہی بادشاہ ہو جائیں گے۔ ہم نے اس تاریخ کا خیال رکھا۔ پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہ مذکور نے عقیدت و احترام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بہت سے تحائف اور ہدایا بھیجنے اور بہت سے دیہات اور جائیدادیں آپ کی خدمت میں پیش کی۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے روضہ کی عمارت کا ارادہ تھا کہ ایک لاکھ روپیہ بھی خرچ ہوگا تو اس کی آبادی کی کوشش کرینگے۔ لیکن بعض حوادثات کی بنا پر یہ کام سرانجام نہ پا سکا۔ اور وہ حادثہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں سکھ کفار کا غلبہ ہو گیا تھا۔ چونکہ حضرت کو شہادت کی بہت زیادہ آرزو تھی اس لئے آپ نے بھی اپنی زندگی میں ایک بار چاہا کہ جہاد میں شریک ہوں۔ لیکن بادشاہ مذکور نے روکا اور کہا کہ آپ جیسے حضرات مسلمانوں کے لئے نادر الوجود اور کبریت

احمر ہیں، اور آپ کا نفع اور فیض تمام لوگوں کو پہنچتا ہے اس جہاد سے وہ ثواب بہتر ہے۔ پھر بھی اُن جناب نے شیخ فضل حق قدس سرہ کو کفار سے جہاد کا حکم دیا۔ انہوں نے کئی ہزار آدمی اور دوسری بار قریب قریب ایک لاکھ مریدوں اور مخلصوں کو یوسف ذی صاد بنیر کے نزدیک جمع کیا اور بہت بڑی جنگ لڑی ایسی جنگ صحابہ کرام کی جنگوں کے بعد ایسی جنگ نہ ہوئی ہوگی۔ مجاہدوں نے تیغ و تفنگ تیر و شمشیر کے ساتھ اور آخر میں پتھر ڈنڈے سے اور دست بدست جنگ کی تقریباً چودہ پندرہ ہزار کفار قتل ہوئے۔ اور تقریباً پانچ چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے غازیوں کی تاریخ هُمُ الشُّهَدَآءُ وَلَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰى (۱۲۴۸ھ) ہے۔ غرض اسی وجہ سے روضہ نہ بن سکا۔ پھر مخدوم زادہ سجادہ نشین حضرت شیخ فضل حق قدس سرہ نے اس کو آباد کیا جب کہ سبھوں کو معلوم ہے۔

کرامت ۱۱:۔ آپ کے ایک دوست بیان کرتے تھے کہ میں آپ سے بیعت کے بعد ایک فاحشہ عورت سے مصروف کار ہونا چاہا جس میں پہلے سے مبتلا تھا۔ ایک رات وہ عورت میرے پاس آئی اور میرے بغل میں آگئی میں نے چاہا کہ اس سے دل کا مقصد حاصل کروں میں نے دیکھا کہ حضرت میرے سرپر بیٹھے ہیں اور انگلی منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔ یہ حقیر شرم کے مارے سینہ پسینہ ہوگیا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو اس عورت نے کہا شاید تو مرگی کے مرض میں مبتلا ہے یا جن کا اثر ہے کہ تو اس طرح بے ہوش ہوگیا۔ میں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ معاملہ دوسرا ہے یہ کہا کہ میں اس کے پاس سے دور ہٹ گیا۔ توبہ و استغفار کیا۔ جب آپ کے پاس آیا۔ اور چاہا کہ توجہ لوں تو آپ نے میرے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ تو نے رات توبہ توڑ دی تو جب سے تجھ کو کیا نفع ہوگا۔ جا پہلے تو اپنے دل کو پاک کر اور نئے سرے سے توبہ کر پھر اس فقیر کے پاس آ۔ جب تک میں اس نامبارک خیالات سے باہر نہ نکلا آپ نے نہ توجہ کی۔ اور نہ بات کی۔ ہاں یہ اہل اللہ کا دربار ہے۔ جاہروں اور بوالہوس فقیروں کی

جگہ نہیں ہے۔ (بیت)

کبر را بگذار بیدوں رو آنگہ درآئے　　جائی پاکان است اینجا منزل فغفور نیست

(تکبر چھوڑ، باہر جا پھر اندر آ کہ یہ پاکوں کی جگہ ہے فغفور کی منزل نہیں ہے۔)

کرامت ۱۲: فضیلت پناہ قاضی محمد شریف بن قاضی ملا بدل آئی بیکی ایدہ اللہ تعالے نے ایک دن بیان کیا کہ حضرت بخارا سے پشاور تشریف لے جا رہے تھے آئی بیک میں نزول فرمایا۔ یہ دعا گو! ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ تو ایک لغت کی گفتگو شروع ہوئی جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ عطاء اللہ خواجہ محمد یوسف خواجہ جنیہ نویس اس لغت کے معنی خوب جانتے ہیں کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا آپ نے اس کی تقریر کی اس ناچیز نے آپ کی تقریر کو اچھی طرح نہیں سمجھا اس لئے کہ آپ فارسی زبان نہ تھے چنانچہ آپ فصیح ہندی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ نے اپنی تقریر خود بھی اور میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ فوراً آپ کو اطلاع ہوگئی فرمایا کہ ملا لغت مذکورہ یہ ہے پھر فصیح فارسی میں اس طرح تقریر کی کہ اس سے بہتر کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اس کے معنی اس ناچیز کو اس طرح سمجھائے کہ کوئی تردد باقی نہ رہا۔ اس وقت مسکرا کر آپ نے میرے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اب تم نے خوب سمجھ لیا ہے۔ پہلی بار تم نہیں سمجھ سکے تھے۔

کرامت ۱۳: فضیلت پناہ حضرت اخوند مولانا اسد اللہ علیہ الرحمتہ جو بخارا میں مدرسہ کلاباد میں بر سول مدرس رہے تھے اور مشہور علمائے بخارا اور آپ کے خلفاء میں سے تھے اور مخدوم زادہ حضرت شاہ میاں غلام فضل اللہ جو صاحب سلمہ اللہ تعالٰی کے استاد تھے وہ بیان کرتے تھے کہ جب ابتداء میں حضرت پشاور سے بخارا آئے تھے اور وہاں نشو و نما پائی۔ حضرت اخوند ملا مدر باقی قاری کے شاگردوں کی قرأت سنکر فرماتے کہ یہ لوگ رائے مہملہ کو غلط پڑھتے ہیں اور یہ قاعدہ سے بالکل باہر ہے۔ مدتوں یہ گفتگو ہوتی رہی لیکن بخارا کے قرأ آپ کی بات پسند نہ کرتے

تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے اساتذہ نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے اور ہم جس طرح رائے مہملہ کو پڑھتے وہی صحیح ہے۔ وہ حضرات بزرگ ہیں اس لئے جو کہا ہے وہی درست ہے۔

ایک دن حضرت امیر مرحوم آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ فقیر کو الہام ہوا ہے کہ یہ لوگ رائے مہملہ کو غلط پڑھتے ہیں تم پر لازم ہے کہ خدا کے لئے اور کلام اللہ کی حفاظت کے لئے قاریوں اور علماء کو طلب کر کے خوب تحقیق کرو اور بحث و مباحثہ کرو تاکہ یہ غلطی درست ہو جائے یہ کام تمہاری ذمہ داری ہے۔ حضرت امیر علیہ الرحمتہ نے اس کو قبول کرتے ہوئے سب کو جمع کر کے اس امر کی تحقیق کرائی شروع شاطبی اور دیگر قواعد کی کتابیں دیکھ کر سمجھ میں آگیا کہ یہ سب غلط پڑھتے تھے۔ اور آپ کی بات حق تھی۔ اس کے بعد رائے مہملہ کو آپ کی طبیعت کے مطابق صحیح پڑھنے لگے۔ (رباعی)

آنی تو کہ طبع تو صفا می بخشد　　چشمان تو بر دیدہ حیا می بخشد

(تو وہ ہے کہ تیری طبیعت صفا بخشتی ہے۔ تیری آنکھیں آنکھ کو حیا بخشتی ہیں)

ہر کس کو گدائی آستانت بودہ است　　ہر جرم کہ او کردہ خدا می بخشد

(جو شخص تیرے آستانہ کا گدا رہا ہے اس کیلئے ہوئے ہر جرم کو خدا بخش دیتا ہے)

کرامت ۱۳: ایک دن فضیلت پناہ مرحومی داملا عوض باقی ختلی علیہ الرحمتہ جو دیندار علماء میں سے تھے۔ اور پرہیزگار تھے وہ فرماتے تھے کہ یہ ناچیز حضرت سے اکثر ملاقات کرتا تھا اور دینی مسائل پر گفتگو ہوا کرتی تھی اپنے مریدوں سے مجھ کو بہتر سمجھتے اور اپنے قریب بٹھاتے تھے لیکن مرید ہونے کا خیال دل میں نہ تھا کیونکہ طریقت کی ہوس نہیں رکھتا تھا اور چونکہ میں کتب فروش تھا اس لئے متقدمین کی بہت سی کتابیں مطالعہ کی تھیں اور اس زمانہ کے مشائخ کی زندگی کو اس مذکورہ گروہ کے برابر خیال نہیں کرتا تھا اس لئے اخلاص کم رکھتا تھا بلکہ اس گروہ کی زندگی کو اس گروہ کی زندگی کے مقابلے میں دیکھ کر قریب تھا۔

کہ میں بے اخلاص ہو جاؤں۔ (بیت)

بسکہ دیدم من بدی از اہل حال　　بدگمان از مردم ماضی شدم

(چونکہ اہل حال کے لوگوں میں برائی دیکھی اس لئے گذشتہ لوگوں سے بھی بدگمان ہوگیا)
نیز اپنے گمان کے مطابق آپ کو کئی مستحبات کو ترک کرتے ہوئے دیکھا تو
اپنے دل میں کہا کہ آپ سے بہتر کوئی شیخ اس زمانہ میں نہ ہوگا۔ جب آپ ہی کا یہ حال
ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؛ آخر ایک دن خلوت میں آپ نے اس ناچیز سے
فرمایا کہ ہماری اور تمہاری عمر ختم ہونے کے قریب ہے اور تم نے درویشوں کے
طریقہ کا سلوک اختیار نہیں کیا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کئی وجوہ
کی بنا پر اس فقیر کی جانب سے شبہ پیدا ہوگیا ہے۔ جاؤ آج رات فلاں فلاں کتابیں
جو تمہارے گھر میں ہیں ان میں اس مسئلہ کو دیکھو اور تحقیق کرو اور استخارہ بھی کرو۔
انشاء اللہ تمہارا کام روشن ہو جائے گا۔ اور اتنے سالوں کا شبہ دور ہو جائے گا۔
مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اتنی خوبیوں کے باوجود تم بغیر سلوک کے زندگی گذار رہے
ہو۔ مختصر یہ کہ میں نے ایسا ہی کیا اور ان کتابوں کو دیکھا اور خوب غور کیا تو معلوم
ہوا کہ آپ کا عمل عزیمت سے خالی نہ تھا بلکہ آپ کے حرکات و سکنات سے اتنے
مسائل میری نظر میں آئے کہ کتابوں میں آسانی سے نہیں مل سکتے پھر استخارہ
بھی کیا۔ تو حقیقت روشن ہوئی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس وقت اس قدر فتوحات
غیبیہ اور علوم لدنیہ بخشیں کہ ان کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں اور ان کے بیان
کرنے کا حکم بھی نہیں ہے۔ صبح کے وقت وہ تمام شبہات دل سے دور ہوگئے۔
اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کرلی اور آپ کے مقبول
مریدوں میں سے ہوگیا۔ (بیت)

آنکہ بتبریز یافت یک نظر شمس دین　　طعنہ زند بر دِہہ و سخرہ کند بر چلہ

(جس نے تبریز میں ایک نظر شمس دین کو پالیا وہ دہہ اور چلہ پر طعن کرتا ہے اور اس
کو حقیر سمجھتا ہے۔)

کرامت ۱۴۴:- جناب داملا عادل علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ یہ دعاگو پہلے حافظ
خدا یار کا مرید تھا اور انہوں نے وفات کے بعد مجھ کو حضرت داملا قوزی کے سپرد کیا
جو ان کے بھی پیر تھے۔ اور انہوں نے برسوں میری تربیت کی ایک دن فرمایا کہ حضرت
پشاور سے بخارا آئے ہوئے ہیں میں تم کو لے جاکر میں ان کے حوالہ کرتا ہوں کہ
حافظ خدا یار کی روحانیت سے بھی مجھ کو یہی حکم ہوا ہے۔ لیکن اس دعاگو نے اس
کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں تو آپ کا مرید ہوں مجھے دوسری جگہ جاکر پریشان کرینگے
ایک دن میں حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے آپ کے ساتھ گیا ہوا
تھا اور اخوند ملا النفس بخاری جو حضرت اخوند ملا صفر علیہ الرحمۃ کے مرید اور میرے شریک
درس تھے میرے ساتھ تھے اور حضرت جیو (فضل احمد قدس سرہٗ) بھی مزار کی زیارت
کے لئے تشریف لائے۔ مزار کی مسجد کے حجرے میں ہم دونوں آنجناب کی زیارت
کرکے حجرے سے باہر نکلے اور حضرت داملا قوزی علیہ الرحمۃ حضرت کے نزدیک اسی
طرح بیٹھے رہے۔ ہم دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ سے مرید ہو جاؤں یا
نہیں؛ رات کے وقت دونوں نے اچھی طرح وضو کیا اور استخارہ شروع کیا۔ نیند
آگئی۔ فقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت حافظ خدا یار علیہ الرحمۃ نے اس حقیر کو اور حضرت ملا صفر
علیہ الرحمۃ واملا النفس کو سختی کے ساتھ فرمایا کہ اے نادان سب عزیزان ایک ہیں اور ایک
سب ہیں جلد اٹھو کہ تم کو لے جاکر آپ کے سپرد کردوں۔ مختصر یہ کہ ہم دونوں کے ہاتھ
پکڑ کر حضرت خواجہ بزرگ کی قبر کے سامنے لے جاکر حضرت کے ہاتھ میں سپرد کردیا
اور کہا کہ اپنے ان دونوں معنوی فرزندوں کو آپ کی غلامی میں دیتا ہوں امید کہ
درگاہ عالی جاہ کے بندوں کو آپ قبول کرینگے اور ان کی تربیت وارشاد فرمائیں
گے جب میں خواب سے بیدار ہوا تو واملا النفس نے بھی میری ہی طرح خواب دیکھا
تھا۔ پھر اشراق اور چاشت کی نماز سے فارغ ہوکر ہم دونوں دوست حضرت
خواجہ قدس سرہٗ کے روضہ کے ارد گرد گھوم رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے
آکر کہا کہ حضرت تم لوگوں کو بلا رہے ہیں، ہم لوگ پہنچے تو سامنا ہوتے ہی سلام

کرکے حضرت ولایت پناہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ملا عادل کو خلیفہ خدایار نے اور ملا لقمان کو ملا صفر نے میرے حوالہ کیا ہے پھر ہم دونوں کے خلاف کا حال بیان کیا حالانکہ ہم لوگوں نے بیان نہیں کیا تھا حضرت والا ملا قوزی علیہ الرحمۃ نے بھی عرض کیا کہ اس غلام کو بھی ایسا ہی واقعہ ہو رہا ہے یہ فقیر بھی ان دونوں کے سپرد کرنے کے وقت حاضر تھا۔ میں نے اسی وقت بیعت کر لی اور آپ کے دوستوں کے سلسلے سے منسلک ہو گیا۔

نیز حضرت والا ملا عادل نور اللہ مرقدہٗ بیان کرتے تھے کہ اس کے باوجود کبھی کبھی تقاضائے بشریت کی بنا پر میرے دل میں آپ کی طرف سے شک و شبہ رہتا تھا ایک دن دوران وضو آپ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے انیس ۱۹ بار اس کو استعمال کیا نیز یہ کہ مسواک کو درمیان سے پکڑتے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ تیرہ یا پندرہ بار سے زائد اس کا استعمال کرنا مکروہ ہوگا۔ اور مسواک کو درمیان سے پکڑنا بھی مکروہ ہے کہ شیطان اس کی نوک پر بیٹھتا ہے جو شخص مستحبات شرعیہ میں سے کسی مستحب کو ترک کرے یا کسی امر مکروہ کا ارتکاب کرے وہ مسلمانوں کا شیخ کس طرح ہو سکتا ہے وہاں سے میں آگیا پھر آپ کے پاس نہ گیا۔ حال میں حضرت والا ملا قوزی کو دیکھا فرمایا کہ تیرا دل حضرت سے پریشان ہو گیا ہے۔ استفسار کر میں نے دل ہی دل میں عرض کیا کہ پہلے میں آپ کا مرید تھا۔ مجھ کو دوسروں کی کیا ضرورت ہے، ایک دن استاذی حضرت مولوی عاشور محمد بدخشی علیہ الرحمۃ کے گھر پر درس میں حاضر تھا۔ مسواک کے استعمال کی کیفیت کا ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ طاق عدد میں کرنا چاہیئے اور اگر تیرہ پندرہ اور انیس ۱۹ سے زیادہ ہو جائے تو حد استحباب سے باہر نہیں ہوتا ہے کیونکہ مقصود طاق عدد ہے۔ اور تیرہ یا پندرہ میں منحصر نہیں ہے نیز معلوم ہوا کہ مسواک اگر ایک بالشت سے زیادہ ہو تو اس زیادہ حصہ پر شیطان بیٹھتا ہے اور اگر ایک بالشت سے کم ہو اور درمیان سے بھی پکڑیں تو شیطان اس میں نہیں ہوتا ہے اور اس

مقدار پر حد آداب سے خروج لازم نہیں آتا ہے اور چونکہ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھے بغیر میں نے شبہ کیا تھا اس لئے اب مجھے معلوم ہوا کہ آپ کا ترک مستحب میں داخل نہیں ہوتا ہے چہ جائیکہ مکروہ ہو اس کے بعد میرے دل میں آگ لگی اور اپنے دل میں کہا کہ کتنا غلط ہم نے سمجھا تھا اور کس قدر غلطی ہم سے کی اور حضرت کی صحبت سے دور ہو گئے (بیت)

یک سو فراق یار دگر سو وصال نار ‌ ‌ ‌ ‌ درایں فراق و وصل چگونہ قرین شوم

(ایک طرف یار کی جدائی اور دوسری طرف آگ سے وصال اس فراق و وصل میں کس طرح شامل ہو جاؤں گا) مختصر یہ کہ اپنے طور پر میں نے توبہ و استغفار کیا اور از سر نو حضرت سے عقیدت پیدا کی لیکن شرم کے مارے حضرت سے ملاقات نہیں کرتا تھا اور دور ہی سے آپ کو دیکھ کر بھاگتا تھا لیکن اس واقعہ کو میں نے عام و خاص سے پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا۔ ایک دن حضرت والا ملا قوزی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ملا عادل تو ابتک حضرت کی صحبت میں نہیں جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ شرم کی وجہ سے میں آپ سے ملاقات نہیں کر سکتا فرمایا کوئی حرج نہیں ہے طالبوں کو اثنائے سلوک میں اس طرح واقعات اکثر پیش آتے ہیں حضرت بہت بزرگ ہیں اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ فرمائیں گے تم جاؤ اور یاروں کے ذیل میں ان سے توجہ حاصل کرو۔ مختصر یہ کہ بڑی مشکل سے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور توجہ حاصل کرنے لگا جب کچھ وقت گزرا تو میں نے چاہا کہ معذرت کروں اور معافی چاہوں تو آپ نے میرے کان میں فرمایا اے فرزند تم کوئی فکر نہ کرو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقیر تم سے راضی ہے اس قسم کے شکوک و شبہات اثنائے راہ میں طالبوں کو ہوتے ہیں اور جب تک یہ نہ ہو کام نہیں بنتا ہے۔ تمہارا اخلاص اور تمہاری خوبی و دینداری اس فقیر کو خوب معلوم ہے اس روز سے پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی شان بڑی ہے اس کے بعد کئی سال آپ کے آتش خانہ کی اس طرح خدمت کی کہ وہاں سے نمک بھی

نہیں چکھتا تھا اور کھانا اپنا کھاتا تھا ۔

کرامت ۱۵:- ابتداء میں اس دوراز کار کے دل میں بار ہا یہ خیال گزرتا تھا کہ آیا حضرت
اللہ کے ولی ہیں یا نہیں ؛ پھر فوراً ہی استغفار کرتا تھا اور تکلف کے ساتھ اس خطرہ
کو دور کرتا تھا ۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت
کی صورت میں مجھ پر ظاہر ہوئے ۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے شمائل شریفہ کو شمائل النبی اور تمام شمائل ناموں میں پورے طور پر اور باحسن
وجوہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جن وانس کی عقلیں آپ کے جمال کی خوبی کے سمجھنے
سے قاصر ہیں اور اگرچہ ہمارے حضرت بھی اتنے خوبصورت اور مرغوب صورت ہیں
کہ اس سے زیادہ کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ
تو اس قدر بلند ہے کہ گمان سے بالاتر ہے ۔ وہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
بھی موجود تھے فرمایا کہ بات دراصل وہی ہے جو تم نے سمجھی ہے لیکن میاں
فضل احمد چونکہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں اس
لئے آپ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ اپنے کو ان کی صورت میں ظاہر کریں تاکہ
تو صورت کو دیکھ کر اپنے شیخ کی سیرت اور بزرگی سے مطلع ہو ۔ اور ان کی قدر جانے
اس واقعہ کے گزرنے کے کئی سال بعد آپ سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے چاہا کہ
آپ سے اس واقعہ کو بیان کروں تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص برسوں اس
حال میں گزارتا ہے کہ اس کی مراد بجز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کے
اور کچھ نہ ہو ۔ اور ظاہر و باطن میں آپ کی پیروی کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو ۔ اپنے
وجود کو فنا کر کے تمام اقوال و افعال و احوال میں فنافی الرسول ہو گیا ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ اپنی صورت کو اس شخص کی صورت میں ظاہر فرمائیں اور
اس کو محبوب نہ رکھیں اس کے بعد یہ دو اشعار پڑھے ۔ (بیت)

حقا کہ بے متابعت سیّد رُسُل ہرگز کسی بہ منزل مقصود رہ نیافت
(خدا کی قسم سیّد رُسُل کی پیروی کے بغیر کبھی کسی نے منزل مقصود کی طرف راہ نہ پائی)

آنرا کہ آستانہ او روئی دل بتافت
از ہیچ او بہ ہیچ دری راہ نمی دہند
(کسی طرف سے کسی در پر راستہ نہیں دیتے ہیں اس شخص کو جس نے اس کے دامن کو پکڑا

کرامت ۱۶:- ابتداء میں بار ہا اس کمینہ دل میں خیال آتا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت علم تصوف کو بہت کم جانتے ہیں اسی لئے اکثر خاموش رہتے ہیں اور
معرفت وغیرہ کے متعلق بہت کم گفتگو فرماتے ہیں یہ بات یقینی ہے کہ جو شخص ہمیشہ
ذکر و فکر اور مراقبہ اور نوافل اور دیگر عبادات میں مشغول ہو تو کتابی خوانی
اور حرف رانی کی اس کو کیا ضرورت ہے ۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رات عشا کی نماز
ادا کر کے خانقاہ سے گھر میں آئے اور آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کے دوست مسجد سے
گھر تک آپ کے ساتھ آتے تھے آپ کے گھر متصل ہی تھا ۔ ہر ایک الگ الگ سلام کرتا اور
آپ کے سب کا الگ الگ جواب دیتے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد سلام وداع
کر کے دوستوں کو رخصت کر دیتے ۔ اس رات سلام وداع کیے بغیر عصا کے سہارے
کھڑے کھڑے ضعف و پیری کے باوجود اس قدر معرفت اور تصوّف کی گفتگو میں
مشغول ہوئے کہ اس سے بڑھ کر انس و جن کے وہ عظیم زمانہ میں تصور کبھی کیا جا
سکتا ۔ باوجودیکہ سردی کی رات تھی لیکن گفتگو سحر کے وقت تک دراز ہو گئی اور
کوئی بات باقی نہ رہی جو آپ نے نہ کہی ہو ۔ اس کمینہ نے بات کو کہاں سے کہاں
پہنچا دیا ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دوستو! کوشش اور محنت کرو کہ علم
تمہارے سینہ سے جوش مارتا ہے ۔ خود کتاب ہو جاؤ ۔ اور علم کو عالم زندہ لایموت
سے سیکھنا چاہیئے تاکہ وہ علم دستگیری کرے اور نفع پہنچائے ۔

علم در جلد خویش می باید نے کہ در جلد میش می باید
(علم اپنی کھال میں ہونا چاہئے نہ کہ مینڈھے کی کھال میں ہونا چاہیئے)
دل حرف سے بھرا ہو ۔ لیکن کسی پر ظاہر نہ کرنا اس خاموشی کو کتاب سے سیکھنا
چاہیئے اس کے بعد یہ شعر زبان پر جاری کہتے ہوئے دوستوں کو رخصت
کیا ۔ (بیت) ؎

بفکرم در خموشی غیر لب بستن نمی آید　　　خموشی عالمی دارد کہ در گفتن نمی آید

(خاموشی میری فکر میں ہونٹ باندھنے کے سوا معلوم نہیں ہوتی خموشی ایک ایسا عالم رکھتی ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا)

جب تمام چلے گئے اس وقت اس فقیر کو دیکھ کہ حرم محترم کے دروازے میں لے گئے اور تنہائی میں فرمایا کہ آج میں نے تمہارے لئے تھوڑا بہت بیان کر دیا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ سالک تجلّی صفات کے ظہور کی حالت میں صاحب معرفت و علم ہے اس لئے اس مقام کے مناسب حال یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچانا تو اس کی زبان دراز ہو گئی) اور تجلی ذات کے ظہور کی صورت میں سالک صاحب جہل و حیرت ہوتا ہے اس لئے اس مقام کے مناسب حال یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچانا تو اس کی زبان گنگ ہو گئی) شاید گذشتہ شب میں مشتبہ کھانا کھایا گیا ہے کہ تجلّ ذاتی سے تجلّی صفاتی کی طرف تنزل ہو گیا اور یہ یقینی ہے کہ جب سالک مشتبہ کھانا کھائے یا بُرے ساتھی سے میل جُل کرے یا شریعت کے خلاف کرے تو رجعت قہقری کرے گا۔ اور جب توبہ و استغفار نہ کرے اور اس راہ کو اختیار نہ کرے تو رفتہ رفتہ پھر صفات بشریّت کی طرف رجوع کرے گا۔ اور خراب و ابتر ہو گا۔ لہٰذا انبیاؑ علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور عشرہ مبشرہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے سوا دوسرے لوگ اگرچہ محفوظ ہوں گے لیکن خاتمہ کا خوف ان کے لئے ممکن ہے۔ اس روز سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کا کام بلند اور آپ کی شان بڑی ہے۔ (بیت)

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

(کوئی ناتجربہ کار پختہ کار لوگوں کا حال نہیں جان سکتا اس لئے بات مختصر کرنی چاہیئے والسلام)

کرامت ۱۷: جس وقت حضرت نے اس فقیر کو اجازت دیکر رخصت کیا اور اجازت عامہ دی تو میرے دل میں کبھی کبھی خیال پیدا ہوتا کہ اکثر چیزیں

جو بزرگوں کو آپ سے ملیں اس فقیر کو تو ان میں سے ایک بھی نہیں ملی۔ اور حضرت خواجہ بزرگ سے بھی رخصت نہیں ملی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ابتک اس معاملہ میں کوئی اشارہ نہیں ہوا۔ میں اس خیال میں غرق تھا کہ حضرت اچانک بخارا سے حضرت خواجہ بزرگ قدّس سرّہٗ کے روضہ کی زیارت کے لئے نکلے اس ناچیز کو بھی ساتھ لے گئے زیارت سے فارغ ہونے کے بعد رات کو آپ مزار کے حجرہ میں تھے اور یہ ناچیز مسجد میں تھا۔ واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے اجازت دی اور فرزند کہکر پکارا کہ ولایت علیا تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ صبح کے وقت توجہ سے فراغت کے بعد آپ نے خلوت میں اس فقیر سے فرمایا کہ تمہاری استعداد بہت بلند ہے ان چیزوں کی طرف تمہارا سر نہیں جھکتا آج مجھے واقعہ میں دکھلایا گیا کہ تم کو ولایت علیا میں لے جایا گیا ہے حضرت خواجہ بزرگ قدّس سرہٗ نے تم کو آج رات اجازت دیدی۔ اور فرزند سے خطاب کیا اور امید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انشاء اللہ مہربانی فرمائیں گے۔ چند دنوں کے بعد رمضان المبارک میں شب جمعہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک بہت ہی خوبصورت مقام پر بیٹھا ہوں اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے ہمراہ ہیں، اس فقیر نے آگے بڑھ کر سلام و تحیّت پیش کیا آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ میری امت کے صدیقوں میں سے ہے۔ حضرت سے ملاقات کے بعد میں نے چاہا کہ اس واقعہ کو آپ سے عرض کروں آپ نے میری عرض کرنے سے پیشتر ہی فرمایا کہ مبارک ہو پھر یہ حدیث پڑھی کہ اَلشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ (شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا)۔

واضح ہو کہ بعض بزرگوں نے (اللہ ان پر رحم کرے) کہا ہے کہ صحیح تر یہ قول ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو حقیقت میں آپ کو دیکھا خواہ آپکو دیکھنا معروف صفت پر ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ (بیت)

نشانِ بخت بیدار یست آں خواب کہ در وی بینم آں ماہِ جہاں تاب

(وہ خواب بخت بیدار کی نشانی ہے جس میں اس ماہتاب جہانتاب کو دیکھوں)

کرامت ۱۸: جب میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے خود ہی مجھے قبول فرمالیا تو فرمایا کہ فقیر کے پشاور جانے کے بعد تم بخارا جاؤ اور دینی علوم حاصل کرو اور فرزندی میاں غلام فضل اللہ سے سلوک میں بھی مشغول رہو۔

از خداوند خویش اگر ترسی گیر از ہر دو علم او درسی

(اگر تو خدا سے ڈرتا ہے تو دونوں کا علم حاصل کر)

میں نے عرض کیا کہ کیا پڑھوں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی شرح وقایہ کافی ہے جب میں بخارا پہنچا اور جو درس بھی میں نے شروع کیا اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ الٹا نقصان رونما ہوا۔ اس کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں آخر حضرت اخوند مولوی عاشور محمد بدخشی علیہ الرحمۃ اور حضرت استادی مولانا عبدالرحیم بن ملا محمد رحیم ختلی سلمہ اللہ سے میں نے شرح وقایہ شروع کیا چونکہ ان کا نفس فنا ہو چکا تھا چھ ماہ میں بحسن و خوبی میں نے مکمل کرلیا جس پر سبھوں نے تحسین کی اور حضرت مخدوم مذکور سلمہ اللہ تعالے کے پاس سلوک کی مشق بھی کرتا رہا آنجناب نے اس فقیر کی طرف بہت زیادہ التفات کیا۔ اور اپنے اکثر خواص سے مجھ کو ممتاز اور متشتلی رکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک دن ملا ابوالقاسم باری درواز ی جو علمائے صالحین میں سے تھے اور فقیر سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور حضرت کے دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا آج رات خواب و بیداری کی حالت میں نے ایک واقعہ دیکھا ہے کہ میں اور تم ایک دریا کے کنارے پر ہیں اور حضرتؒ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک قبہ میں عزیزوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہاں تک پہنچ جاؤں۔ لیکن نہ پہنچ سکا۔ پھر میں دریا سے نکل آیا اور تمہارے سامنے آیا دیکھا کہ تم تنہا بیٹھے ہوئے ہو اور گزشتہ اور نہ گزشتہ کی کوئی فکر نہیں ابھی اتنا میں پتھر کا ایک تختہ بھیجا تاکہ تم کو وہاں تک پہنچا دے میں جو بھی سوار ہوتا وہ

تختہ ڈوب جاتا اور جب تم سواری کا مقصد کرتے تو وہ پتھر کا تختہ لکڑی کے تختہ کی طرح اوپر آجاتا۔ تم اس پر سوار ہوگئے اور اس قبہ میں اس جماعت کے نزدیک پہنچ گئے اور میں وہاں تنہا رہ گیا اس واقعہ سے مجھ پر اچھی طرح روشن ہوگیا کہ تم حضرت کے خلیفہ اور مقبول ہوگئے اور میں اسی طرح ایک حال پر رہوں گا یہ کہا کہ وہ رونے لگے۔ چند سال کے بعد حضرت سے ملاقات ہوئی ابوالقاسم اپنے ملک گئے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعلیم کی اجازت دی اور فرمایا کہ فقیر نے اب تم کو دریا میں پتھر کے تختہ پر سوار کرکے قبہ میں جماعت میں داخل کر دیا۔ چونکہ ملا ابوالقاسم کا خواب اس فقیر کو یاد نہ رہا تھا کیونکہ اس پر برسوں گزر گئے تھے میں حیران تھا کہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں فوراً ہی فرمایا کیا اور ابوالقاسم کا خواب بھول گئے۔ اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ حضرت کہاں کہاں کی بات فرماتے ہیں

پس از صد سال ہر چہ می آید برو پیر می داند آں را مو بمو

(سو سال کے بعد جو کچھ اس پر گزرتا ہے پیر اس کو بال بال جانتا ہے)

کرامت ۱۹: ابتداء میں یہ فقیر قوی جذبہ رکھتا تھا اور ایک نوجوان کی محبت میں گرفتار تھا اور گلیوں میں بے باک لوگوں کی طرح گھومتا رہتا اور بیباکانہ لباس پہنے رہتا۔ ایک دن ایک بے باک مہمان اس نوجوان کے ساتھ حضرت کو سلام کرنے گیا میں بھی پہنچا اس وقت اس فقیر کی عمر ۲۷ سال کی تھی جب دور سے آپ نے مجھ کو اس ہیئت میں دیکھا تو فوراً مسکرائے اور فرمایا کہ مبارک ہو اور یہ شعر زبان پر جاری فرمایا۔ (بیت)

تو بصد ناز بر کوچہ بروں می آئی من بہ یک چشم کہ امین سر راہت گیرم

(تو سینکڑوں ناز کے ساتھ ہر گلی سے نکلتا ہے میں ایک آنکھ سے تیرا کران کو نظارہ کرتا دیکھوں) اس کے بعد اس نوجوان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تجھ کو چاہیئے کہ ہمارے مرزا پر بہت مہربانی کرے اور جو وہ حکم دیں اس کو قبول کرے کہ تیری سعادت اسی میں ہے وہ نوجوان شرم کے مارے سر جھکائے ہوئے تھا اور کچھ نہیں بولا

رہا تھا۔ کچھ دن گذرے تو ایک رات تہائی رات کے بعد اس فقیر کو مدرسے سے بلا کر گھر لے گئے کچھ دیر خاموش رہے تھوڑی دیر کے بعد ایک اچھا سا خربوزہ اس فقیر کو دیا پھر اس فقیر کے ہاتھ سے واپس لیکر اس میں سے ایک ٹکڑا الگ کر کے اپنے منہ میں لے گئے اس کے عرق کو سا اور باقی اس فقیر کو دیدیا کہ کھالو۔ جب میں نے اس کو کھالیا تو فرمایا کہ اب جاؤ۔ جب صبح ہوئی تو جو تعلق اس نوجوان سے رکھتا تھا میرے دل سے بالکل ختم ہوگیا اور اس کا خیال دل میں باقی نہ رہا تھا۔ پھر دوسری رات اسی وقت بلایا، مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس نوجوان کی طرف سے دل کیوں مرگیا؟ میں نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ یہ بات امتحاناً فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد وہ خربوزہ دیا کہ کھاؤ۔ اس فقیر نے آپ کے نزدیک پوست مغز اور تخم سمیت سب کھالیا۔ آپ کو میرے اس عمل سے حیرت ہوئی اور فرمایا کہ تم نے کام تمام کر لیا اور حصہ پورا پورا حاصل کر لیا۔ جب آپ کے پاس سے میں باہر آیا تو وہ بے حد کشش اس نوجوان کی طرف میں رکھتا تھا وہ بالکل زائل ہوگئی اس کے بعد میں بالکل مجبور ہوگیا (رباعیات)

زیک نگاہ تو چند آہ وواہ برخیزد   گدا ز مصطبات بادشاہ برخیزد

(تمہاری) ایک نگاہ سے چند آہ واہ کی آواز اٹھتی ہے فقیر تمہارے ہی خانہ سے بادشاہ بن جاتا ہے۔

ایا شہنشہ عالم الا توئی آں کس   کہ پردہ گیری زرو بہت نگاہ برخیزد

آیا تم شہنشاہ عالم ہو خبردار تو وہ شخص ہو جب اپنے چہرے سے پردہ اٹھا لوگے تو نگاہ اٹھتی رہیگی۔

بیک کرشمہ دل عاشقاں خراب کنی   کجا جمال تو از مہر و ماہ برخیزد

ایک نازکی ادا سے عاشقوں کے دل خراب کرتے ہو۔ تیرے جمال سے کہاں سورج اور چاند مقابلہ کرسکتا ہے۔

ربودہ تو خرد از سر نظام الدین   خیال خال تو کرد انتباہ برخیزد

تو نے نظام الدین کے سر سے عقل بزور لے گیا ہے۔ جیسے تیرے خال کا دھیان آیا تو اپنے آپ سے بے خبر ہوا۔

کرامت ۲۰۔ اوائل کار میں اس فقیر کو یہ خبر ملی کہ تم نے میر تلیج علی خاں آتالیف کی برائی امیر المؤمنین میر حیدر سلطان سے کی ہے۔ اور لوگوں نے یہ میر صاحب کو پہنچادی ہے اس لئے جناب میر تم سے بہت ناراض ہیں اور تم کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوگیا ہے یہ فقیر حیران تھا کہ یہ کیا بہتان ہے جو لوگوں نے باندھا ہے مجھ کو امیر و وزیر سے کیا کام؛ اور مجھے اس قسم کی فضول باتوں کی کیا ضرورت ہے میں نے اپنے دل میں کہا اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ حضرت سے وطن رخصت ہونے کے وقت میں نے چاہا کہ آپ سے عرض کر دوں کہ میر مجھ سے ناراض ہیں۔ اب آپ کا کیا حکم ہے، چونکہ خلوت میسّر نہ ہو سکی اس سے عرض کرنے کا موقع نہ مل سکا آپ اس زمانہ میں اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ میاں فضل قادر سلمہ اللہ تعالےٰ کو کارخیر شادی کے لئے بخارا سے پشاور بھیج رہے تھے۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کو رخصت کرنے کے لئے آرہے تھے۔ چنانچہ اس کو مناسب وقت کیلئے انتظار کیا دوسرے دن اشراق اور توجہ سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے گھر تشریف لے جارہے تو اس فقیر نے سلام کیا آپ نے مسکرا کرتے جواب دیتے ہوئے حَسْبِیَ اللہ فرمایا۔ آپ کا دستور تھا کہ وحشت انگیز خبر پر حَسْبِیَ اللہ فرماتے تھے۔ لیکن اس سے میری تسلی نہ ہوئی پھر فرمایا۔ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اللہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لیکن اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو فوراً فرمایا کہ ؎ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است (دشمن اگر قوی ہے تو نگہبان بھی زیادہ قوی ہے) اس پر بھی میری تسلی نہ ہوئی تو فرمایا کہ قریب آؤ اس وقت میرے کان میں آہستہ سے فرمایا میر تلیج علی ایک مرد صالح ہے انشاء اللہ مفتریوں اور جھوٹوں

کی بات پر عمل نہیں کرے گا۔ اور تم کو کچھ نہیں کہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ استخارہ
کیجیئے آپ نے فرمایا اچھا۔ اس بات کو دو روز گزر گئے میں آپ کے پاس بیٹھا
تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ تو اپنے فرزند کے معاملہ میں مصروف اور
سرگرداں ہیں میری کیا پرواہ ہوگی کہ استخارہ کرینگے۔ فوراً آپ مسکرائے اور فرمایا
کہ تم بھی میرے فرزند ہو اور تم کو اپنے فرزندوں سے کم نہیں سمجھتا ہوں۔ تمہیں
خود معلوم ہے کہ کامل اور مکمل کے قلب کا متوجہ ہو جانا ہی استخارہ کے قائم مقام
ہے۔

مصرعہ: درکارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست (نیک کام میں استخارہ کی کوئی حاجت نہیں
جب تم خدا کی راہ میں آئے ہو تو کسی کو تم سے کیا سروکار؟ لیکن اس کے باوجود
چونکہ میں بہت شوخ تھا اور مجھ سے بہت فرماتے تھے اور میرزا معارف میرزا مختار
میرزا ہمسبک ہندی (یعنی ہنس مکھ سوار) میرزا بیباک اور ہمارے دیوانے
کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ استخارہ ضرور کریں باوجود
مشغولیت و سرگردانی کے اپنی جگہ سے اٹھ کر دو رکعت نماز استخارہ پڑھی اور
مراقبہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ اے فرزند تم یہ جان لو کہ وہ
ایک تیلیج علی ہے اگر تمام زمین والے اٹھیں اور سب تمہاری دشمنی پر کمربستہ
ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ یہ لوگ تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ اور بڑائی
پہنچانے سے پہلے ہی ہر شخص خراب و بتر اور ناکام و نامراد ہوگا جب تک تم
زندہ ہو تم کو کسی سے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا اور یہ مصرعے پڑھا۔

بادرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد (تلچھٹ پینے والوں کے ساتھ جو الجھا وہ تباہ ہوا
جب میں ملک بلخ گیا اور میر مذکور سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو انہوں نے کچھ نہیں
کہا۔ (بیت)

اگرچہ افتادہ بر خاک رہم از سد خارے چشم دارم کہ بدست کرم بر داری
(اگرچہ میرے راستہ کی خاک میں سینکڑوں کانٹے پڑے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ دست

کرم سے مجھے اٹھالیں گے)

گرچہ پسماندہ و درگاہ امیدم ہمہ آنست کہ بیک جاذبۂ لطف مرا بیش آری
(اگرچہ میں پیچھے رہ گیا ہوں لیکن آپ کے دربار سے ہمیں یہ امید ہے کہ مہربانی
کی ایک کشش سے آپ مجھے آگے بڑھادینگے۔

افسوس ہزاروں افسوس کہ ایسے مہربان سے میں جدا ہو گیا اور ایسے جگہ
گوشہ سے الگ ایک گوشہ میں ہو گیا، ہمارے درست اور یار جان لیں کہ اس
سوختۂ فراق اور دل رفتہ و مشتاق کے احوال اس نو محل والے گنبد کے نیچے
ہیں کہ کوئی شخص آپ کے وجود باجود اور عاقبت محمود کے شمع کے گرد پروانہ
وار آپ کی توجہ کے تیر کا نشانہ نہ بنا۔ اور اس ذات بابرکات کی رفتار اور محبوبانہ
اداؤں اور رفتار کا شکار نہ ہوا، اس نازکی قد رعنا قامت زیبا اور نازک ادا
کی نزاکت کا وابستہ فتراک نہ ہوا۔ اور اس سیاہ دمیگون اور آہو نگاہ نظروں
کا مقتول نہ ہوا۔ اور اس ماہ لقا کی دلبرانہ مسکراہٹ کا عاشق نہ ہوا۔ اور اپنے
جبین نازنیں کو اس بادشاہ عالم پناہ کے آستانے پر کمال شوق و ذوق،
اور بے انتہائی آرزو کے ساتھ نہ رگڑا۔ سیحوں کے آستانہ کے مکینوں کی خاک پا
کو اور اس عالی مرتب دربار کے بندوں کی مٹی کو صدق و اخلاص کے سامنے
اپنی آنکھوں کا سرمہ اس طرح نہ بنایا۔ اور حضور رضی اللہ عنہ کے خط غلامی کا
نقش اپنے دل پر منقش نہیں کیا۔ اور آپ کی غلامی کی زنجیر جان و تن کی گردن
میں نہیں باندھا وہ آپ کو دوست نہیں رکھتا ہے بلکہ آپ کے ساتھ نہیں
بیٹھتا ہے اور محنت نہیں کرتا ہے اور آپ کے چہرہ کو نہیں دیکھتا ہے۔
حالانکہ دیوانے اور دوست جس جگہ محبوب کی خوشبو پاتے ہیں اپنی جان
فدا کرتے ہیں، اور جہاں معشوق کی نشان نہیں پاتے وہاں سے سینکڑوں میل
بھاگتے ہیں، اور جہاں مطلوب کی خوشبو ان سے وفاع جاں میں آتی ہے
وہاں قیام کرتے ہیں۔ (بیت)

وصلت چو عمر رفتہ میسّر نمی شود　　یکبار شد میسّر و دیگر نمی شود

(تیرا وصل گذشتہ عمر کی طرح میسّر نہیں ہوتا ہے اگر ایک بار میسر ہوا تو دوبارہ نہیں ہوتا ہے)

اے عزیز صاحب تمیز اگر آپ علیہ الرحمتہ کے اوصاف حمیدہ کی بات کروں تو محض افترا ہوگا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ اس سے بلند ہیں کہ مجھ جیسا ہرزہ سرا اور دیوانہ خصلت ان کو زبان سے بیان کر سکے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ نے مجھے ملعاقب کر دیا تھا اور مختار بنایا تھا۔ (بیت)

از سر کردۂ من پیر خرابات گذشت　　زین سبب نام معافی بہ نظام الدّین است

(پیر خرابات نے میرے عمل سے درگزر کیا اسی سبب سے معافی کا نام نظام الدّین کیساتھ ہے اور مجھ کو اپنا دیوانہ بھی کہا تھا اس لئے میں نے دیوانگی کی اور ہر قسم کے کام جنون کے سپرد کر دیئے ورنہ مجھ بوالہوس اور پریشان روزگار کی کیا مجال اور طاقت کہ اس کثیر الاعتبار کام کی طرف پیش قدمی کروں جبکہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور بزرگان نامدار اس دربار عالی تبار پر ایسے ایسے تند مزاج، ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں کہ ان کے مقابلہ میں گفتگو اور بیان آرائی اور اس قسم کی باتوں کی مجال نہ تو ہے اور نہ ہوگی دور کے لوگ ہوں یا نزدیک کے کوئی بھی اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ (بیت)

غیرت زبان ہمہ خاصان ببرید　　از کجا سر غمش در دہن عام افتاد

(غیرت کی عشق نے تمام خاص لوگوں کی زبانیں کاٹ لیں عام لوگوں کے ذہن میں اس راز کا علم کہاں ہے.

یہ چند حروف ہیں جو اپنی تسلی خاطر کے لئے اور اپنے ان نادان دوستوں کے لئے ثبت کر دیئے ہیں جو عوام میں سے ہیں ورنہ خواص کے لئے اس قسم کی باتوں کی ضرورت نہیں ہے اور اس درگاہ عالی جاہ کے مقرّبوں کے لئے جو روز و شب آپ کے مشاہدہ و انوار میں غرق ہیں ان کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ (بیت)

غرض نقشیست کز ما یاد ماند　　کہ ہستی را نمی بینم بقائی

(مقصود اس کے وہ نقش ہے جس کے ہماری یاد باقی رہے کیونکہ اپنی ذات کو میں باقی نہیں دیکھا ہوں.

بود صاحب دلی روزی بہ رحمت　　کند در حق این مسکین دعائی

شائید کوئی صاحبدل ایسا ہو کہ وہ کسی روز اس مسکین کے حق میں رحمت کی دعا کرے

(وَ باللّٰہِ التّوفیق)

تیرھواں باب

کیفیت وفات آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اپنی وفات سے کم و بیش دو سال پیشتر مشیخت اور تربیت عامہ کی پابندی سے الگ ہو کر رفیق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ (بیت)

از ہر چہ میں از مرگ جدا خواہی شد
بہ زانکہ بہ زندگی جدا باشی ازو

(موت کے بعد جس چیز سے جدا ہونا ہے بہتر کہ زندگی ہی میں اسی سے جدا ہو جائے۔)

خانقاہ اور صوفیوں کو مخدوم زادہ حضرت میاں فضل حق صاحب کے حوالہ کر دیا تھا بلکہ صحت کی حالت میں بھی شام کے وقت دوستوں کی توجہ کو حضرت مخدوم زادہ کے حوالہ کر دیا تھا اور صبح کے وقت آپ خود توجہ فرماتے تھے۔ وفات تک آپ مرد قلندر کی طرح اور بے پروا رہے۔ اور بے تکلف لوگوں سے ملاقات کرتے۔ بعض مقربین نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ تمام عزیزان اور بزرگواران خصوصاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی وفات سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اختیار کو ترک اور پیری مریدی کو چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے بھی اسی بنا پر اہل روزگار کی الفت کو ترک کر دیا ہے کہ ہماری رحلت کا وقت قریب ہے۔ اور ہمیں اہم اور ضروری امور درپیش ہیں جن میں مشغول رہوں۔ (بیت)

من ہر چہ خواندہ ام ہمہ از یاد من برفت
غیر از حدیث یار کہ تکرار می کنم

(جو کچھ میں نے پڑھا ہے سب بھول گیا صرف یار کی بات دہراتا رہتا ہوں)

کہتے ہیں کہ ایک شخص ان ہی دنوں میں آپ کے پاس ایک عصا لیکر آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں گرہیں بہت سی تھیں آپ نے فرمایا کہ ان کی گرہوں کو شمار کرو جب شمار کیا تو ۸۴ گرہیں تھیں فرمایا کہ

یہ میری عمر کا فال ہے اب ۸۴ سال کی عمر میں ہم داخل ہو گئے اور جس طرح اس کی گرہیں ۸۴ سے زیادہ نہیں ہیں اسی طرح میری عمر ۸۴ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا۔

آپ کے ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ایک دن یہ فقیر آپ کے باغیچہ میں بیٹھا ہوا تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا عرصہ مدت سے اس مکان میری رہائش تھی وہاں اپنے لئے قبر کی شکل بھی بنائی تھی۔ اچانک حضرت کی نظر مبارک مجھ پر پڑی پوچھا یہاں کیا کرتے ہو اور کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا اس جگہ کو اپنا مکان بنایا ہوں اور اپنے لئے قبر کی شکل بھی بنایا ہوں۔ اکثر اسی خیال میں رہتا ہوں۔ آپ مسکرائے کر مراقبہ ہوئے۔ اور مراقبہ میں گئے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ جلدی سے میں یہاں آؤں گا اور تمہارا ہمسایہ ہونگا یہ فرما کر چلے گئے جب کچھ دن گذرے تو آپ کے بعض فرزندوں نے عرض کیا یا حضرت آپ حکم دیں تاکہ باغیچہ کو ہم آباد کریں آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب خود بخود یہ آباد ہو جائے گا۔ جب چند روز کے بعد آپ نے وفات پائی تو آپ کو وہیں لے جا کر دفن کیا گیا اور درخت لگا کر عمارت بنائی گئی کہ کوئی باغ اتنا خوشنما نہ ہوگا اور نہ کوئی باغ ایسے دوستوں کی جگہ ہوگی۔ (بیت)

از ہزاران ہزار باغ نسبت
بہ مرا خاک کوئے یار بود

(یار کی گلی کی خاک کی نسبت ہزاروں باغ سے میرے لئے بہتر ہے)

ع۔ خاک او بہتر ز مشک دیگران

(اس کی خاک دوسروں کے مشک سے بہتر ہے۔)

جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آگیا تو آپ نے اپنے فرزندوں اور دوستوں کو طلب فرمایا اور حق، صبر و تقویٰ اور تمام حدود اللہ کی وصیت کی اور جو ضروری امور تھے ان سبھوں کو متعین فرمایا پھر کسی کی طرف التفات نہ کیا اور رفیق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ذکر و فکر اور کلمہ توحید میں رطب اللسان ہو کر سے گئے۔ پھر اس

دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (بیت)

آں شاہ باز عرش برین سوئے خاک رفت پاک ہمچنانکہ آمدہ بود باز پاک رفت

(عرش بریں کا وہ شہباز خاک کی طرف گیا اور جیسا پاک آیا تھا ویسا ہی پاک چلا گیا)

یاروں اور دوستوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی محبت اور اپنے اپنے حالات کے مطابق نالہ افغاں بلند کیا اور جزع وفزع اور بے تابی کے ساتھ زبان حال سے مترنم ہوا۔ (بیت)

بگذار تا بریزد خون ناب دل ز دیدہ آں دیدہ کہ ہرگز ایں واقعہ ندیدہ

(چھوڑ دو کہ آنکھ سے دل کے خالص خون بہنے دے وہ آنکھ جس نے کبھی یہ واقعہ نہیں دیکھا ہے۔)

بے دوست زندگانی مرگ است گر بدانی کی زندہ ماند آں تن کز جان شود بریدہ

(دوست کے بغیر زندگی موت ہے اگر تو جانے وہ شخص زندہ کب رہے جبکہ جسم سے روح نکل جائے)

ہر دوست نے مرثیئے اور تاریخیں کہیں کہ ان کا بیان طویل ہے کہ آپ کے مرض کی ابتداء جمعہ کے دن ظہر کے بعد ہوئی اور وفات چاشت کے وقت ۳۰ ذی الحجہ ایک ہزار دو سو اکتیس ۱۲۳۱ھ کو پشاور میں ہوئی۔ جس روز کہ آفتاب برج اوّل میں قوس کی منزل میں تھا۔ اور ترکوں کے حساب سے سال موش تھا۔ آپ کا روضہ عطر فشان پشاور میں ہے جو اہل روزگار کے نزدیک مشہور ہے اور لوگوں کی زیارت گاہ اور مرجع خلائق ہے۔

(رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ورضی اللہ تعالے دائماً ابداً وسرمداً)

چودھواں باب

آپ کے فرزندوں اور اولاد کے بیان میں

آپ کی پانچ شادیاں ہوئی تھیں لیکن اس وقت صرف حضرت شاہ میاں فضل حق بیو سلمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ کے سوا کوئی زندہ نہیں ہیں۔ اور آپ کی اولاد ذکور وانات اتنی ہوئی ہیں کہ ان کا شمار اس فقیر کو معلوم نہیں۔ آپ کی کل ۹ صاحبزادیاں ہوئیں جن میں ایک توسن بلوغت میں بخارا میں وفات پاگئیں اس وقت ان میں سات پشاور میں اور ایک بخارا میں بقید حیات ہیں اور سب صالحہ عابدہ ہیں اور دینی علوم سے بہرہ ور اور زہد و تقویٰ میں ثابت قدم ہیں۔

اولیازادہ اولیا باشد ؂؂؂ اشقیا جفت اشقیا باشد

(ولی کی اولاد ولی اور اشقیا کے ساتھی اشقیا ہوتے ہیں)

یہ سب بچپن سے ہی عبادت دریافت سلوک اور تلاوت قرآن مجید میں اپنا وقت گزارتے رہے ہیں۔

بچہ بط اگرچہ یاشد خورد ؂؂؂ آب دریا بش کی تواند برد

(بطخ کا بچہ اگرچہ کم عمر ہو دریا کا پانی اس کے سینہ ہی تک ہوتا ہے)

آپ کے صاحبزادے دس تھے جن میں آٹھ بقید حیات ہیں یہ فقیر اب آپ کے صاحبزادوں کا حال بیان کرے گا۔ جن میں اکثر صاحب کمال ہیں اور اب بھی اسی سادگی کمال لطافت و بزرگی اور جمال کے مالک ہیں کہ دوسروں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔ اب میں ہر ایک کا حال بیان کرتا ہوں تاکہ مخلصوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

۱- حضرت شاہ میاں فضل قادر

آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو حضرت کے مرید خلیفہ جانشین اور وہ مریدوں کا سرِحلقہ تھے عقل آپ کے اوصاف حمیدہ کے سمجھنے سے عاجز اور زبان ان کی تعریف سے قاصر ہے.

صد ہزاران دل بہ عشق آگاہ شد تا کہ آں سلطان خوباں شاہ شد
(لاکھوں دل عشق سے آگاہ ہوئے جبکہ وہ حسینوں کا سلطان بادشاہ بن بیٹھا)

وہ القاب سے مستغنی عالم و فاضل اور حافظ قرآن ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، شریعت کی رعایت سنت کی محافظت دینداری و تقویٰ اور ریاضت و عبادت توفیق و حمیت و تواضع وغیرہ میں اپنے ہمعصروں سے بازی لے گئے ہیں. (بیت)

آنچہ اسباب جمال است رخ خوب ترا ہمہ بر وجہ کمال است کما لا یخفیٰ
(تیرے رخ زیبا کے لئے جو کچھ اسباب جمال ہیں وہ سب مکمل ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں)

میں نے حضرت کو بار ہا فخر و مباہات کے طور پر فرماتے سنا کہ الحمد للہ سبحانہ والمنۃ کہ نور چشمی میاں غلام قادر فقیر سے بھی ہر اعتبار سے قابل ہیں. حضرت کا ان کی اس طرح توصیف فرمانا ان کے کمالات کے لئے کافی ہے کہ اس سے زیادہ کہنا جرائت و گستاخی ہے جو بات ظاہر ہے اس کے بیان کی کیا ضرورت ہے. ان کے کئی فرزند ہیں جو اب تک بقید حیات ہیں اور ان میں ہر ایک بہت بزرگ اور صاحبِ کمال و تقویٰ ہیں میاں فضل آلٰہی میاں فضل عمر، میاں فضل غفار میاں فضل فاروق، میاں فضل مجید، میاں فضل ہادی، میاں فضل عظیم تین فرزند وفات پاگئے. جن میں ایک کا نام فضل غنی

تھا. یہ سب سے بڑے تھے. بہت ہی قابل حافظ قرآن اور صاحبِ کمالات تھے. حضرت علیہ الرحمتہ نے اپنے دستخط مبارک سے لکھا تھا کہ نور چشمی میاں فضل غنی کی وفات چہار شنبہ کی شب ایک گھڑی گذرنے پر ۳، ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ میں ہوگئی دوستوں نے ان کی تاریخ وفات کہی جن میں ایک یہ ہے.

منزلش جنت فردوس - ★ پیوست بر حمت آلٰہی دانا
(ان کی منزل جنت فردوس ہے - وہ الٰہی دانا کی رحمت سے جا ملے)
سیوم ربیع الآخر - ★ ہائے دریغ خورشید جہاں بود
(ماہ ربیع الاول کی تیسری تاریخ تھی ہائے افسوس وہ دنیا کا سورج تھا)

اور ان کی دادی نے ان سے ۴۴ دن پہلے ۲۳، صفر منگل کی رات اسی سن میں وفات پائی" انتہیٰ کلامہ قدس سرہٗ.

دوسرے صاحبزادے کا نام میاں میر احمد تھا جن کی ماں قاضی خیل قوم سے تھیں. کم عمری میں پشاور میں وفات پائی. ان کو حضرت میاں فضل غنی علیہ الرحمتہ اور جد بزرگوار کے پاس پشاور میں دفن کیا گیا تیسرے صاحبزادے کا نام میاں فضل رب تھا. یہ بھی حافظ اور طالب علم تھے. اپنے والد کے ساتھ بخارا سے پشاور آ رہے تھے کہ ماہ شوال کے آخر میں سنہ ۱۲۳۴ھ میں حصار شادماں میں وفات پائی. ان کو بلغتو میں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک کے احاطہ میں دفن کیا گیا ان کی عمر سترہ سال تھی.

ہنگام آنکہ گل دمد از صحن بوستان رفت آں گل شگفتہ دور خاک شد نہاں
ہنگام آنکہ شاخ شجر نم کشد ز ابر بے آب ماند نرگس و آں تازہ بوستان
(جس وقت صحن بوستان میں پھول دمکتا ہے اس وقت کھلا ہوا پھول رخصت ہوا اور خاک میں چھپ گیا جس وقت درخت کی شاخ بادل سے نمی حاصل کرتی ہے نرگس اور وہ تازہ باغ بھی بے آب رہا)

۲- حضرت شاہ میاں صاحب فضل اللہ

یہ بھی حضرت کے مرید و خلیفہ اور حضرت شاہ میاں فضل قادر کے برادر حقیقی ہیں اور عالم و فاضل اور حافظ قرآن ہیں۔ زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار ہیں۔ دینداری، شریعت کی حفاظت سنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابندی اور ذہانت و مطانت میں کسی کی مجال نہیں کہ کوئی شخص گستاخی کے ساتھ ان کا نام زبان پر لائے اور ان کی بے کیفیتی اور بے صنعتی کی صنعت بیان کرے۔

من ہم از شوق می سخنم سختی — ورنہ وصفش نہ حد ہیچو منی

(میں تو شوق کی وجہ سے بات کرتا ہوں ورنہ ان کے وصف کا بیان تو مجھ جیسے کی طاقت سے باہر ہے۔)

ہم چو او می سزد معترف او — این زماں در جہاں چو او بے کو

(اس کا تعریف کرنے والا تو ویسا ہی ہونا چاہیئے لیکن اس زمانہ کی دنیا میں ویسا کون ہے)

قرنہا دور آسمان گردد — تا چو او اختری عیان گردد

(آسمان کے گرد صدیوں گردش کرے تاکہ اس کی طرح کا ایک ستارہ طلوع ہو۔

سایہ اش کم مباد از سر ما — بسط اللہ ظلہ ابداً

(اس کا سایہ ہمارے سر سے کم نہ ہو اللہ اس کا سایہ ہمیشہ دراز رکھے)

حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے بارہا میں نے سنا فرماتے تھے کہ نور چشمی میاں فضل اللہ دینداری، تقویٰ حلم و حیا، حدود شرعیہ کی پابندی میں اس فقیر سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اگرچہ آپ کی یہ بات تواضع اور کسر نفسی اور محبت کی بنا پر ہوگی لیکن امید ہے کہ حضرت کے کمالات ان کو پورے طور حاصل ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے نیز حضرت قدس سرہ فرماتے تھے کہ فرزندی میاں غلام فضل اللہ کو اپنے جدّ بزرگوار حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما سے پوری مناسبت و مشابہت حاصل ہے نیز فرماتے تھے کہ فرزندی پر صفت قبض غالب ہے۔

ورنہ دنیا بھر کے لوگ ان سے فیض یاب ہوتے سبحان اللہ والحمدہ۔ اگر فرزندی کسی پر قہر کریں تو وہ ایسا خراب و تباہ ہو جائے کہ دوسرے اس کو درست نہ کر سکیں اس لئے کہ قہر و جلال کی صفت ان پر غالب ہے۔ اب کہ سنہ ۱۲۴۰ھ ہے ان کی عمر ۵۳ سال سے تجاوز کر چکی ہے بخارا میں اپنے والد بزرگوار کی جگہ پر مسند ارشاد پر بیٹھے ہیں۔

یارب پناہ اہل جہانش تو کردہ — اندر پناہ خویش بدار این پناہ را

(اے پروردگار تو نے ان کو دنیا والوں کے لئے پنا بنایا ہے اس پناہ کو اپنی پناہ میں رکھ)

آپ کے کئی فرزند ہیں سب زندہ و سلامت اور خوش قسمت ہیں۔ سب سے بڑے حضرت میاں فضل قادر جیو صاحب ہیں کہ وہ ظاہری و معنوی کمالات کے مالک ہیں اور ہر معاملہ میں بے مثل و بے نظیر ہیں۔ (بیت)

زلف او را چو لت سر فتنہ است در دور قمر — با رخ او عشق در زیدن نہایت خوشتر است

(اس کی زلف ماہتاب کی گردش ہیں جبکہ فتنے کا راز ہے۔ اس لئے کے چہرہ سے عشق [illegible] بہت اچھا ہے۔)

دوسرے حضرت میاں فضل خالق اور حضرت میاں فضل باقی کہ یہ دونوں ماں کی جانب سے یعنی علاتی بھائی اور حضرت امیر معصوم غازی بن امیر دانیال کے نواسے ہیں۔ حضرت میاں فضل رحیم جو ان تمام فرزندوں سے بڑے تھے حضرت میاں فضل حامد جیو سلمہ اللہ کے برادر عینی تھے۔ پشاور سے بزرگوں کی زیارت کیلئے بخارا گئے تھے بخارا میں ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۲۳۰ھ کو وفات پائی ان کی قبر بخارا میں حضرت خواجہ شیخ حبیب اللہ بخاری کے احاطہ مزار میں ہے جو حضرت عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم ہی حضرت امام ربانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے خلیفہ تھے۔

۳- حضرت میاں بزرگ سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ بھی اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ اور حضرت شاہ میاں فضل اللہ کے برادر علّاتی ہیں آپ کا اصل اسم گرامی حضرت شاہ میاں فضل احد ہے لیکن والد بزرگوار نے الہام ربانی اور القائے صمدانی کی بنا پر ان کو میاں بزرگ کا خطاب دے رکھا تھا. اور حقیقت میں آپ اسم با مسمّیٰ ہیں اور بزرگ ہیں ان کے کریم و عظیم ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ اخلاق حضرت صمدیت کے ساتھ متخلق ہیں. شرع شریف کے اطوار سے مزیّن ہیں اور دین لطیف اور ملّت حنیف کے آثار ہمیشہ ان سے ظاہر ہوتے ہیں. بچپن سے لیکر بڑی عمر تک کسی کھیل اور بیہودہ کام میں حصہ نہیں لیا. فضول اور بیکار باتوں کی طرف مائل نہ ہوئے. ہمیشہ سکوت اور خاموشی کو اپنا طریقہ بنایا. اور اس حدیث مبارک مَنْ صَمَتَ نَجٰی (جو چپ رہا اس نے نجات پائی) کو اپنا مقتدا بنایا. آپ بے ضرورت کبھی کلام نہیں فرماتے ہیں اور کسی سے میل جول نہیں رکھتے، گویا ہمیشہ غمگین اور برابر فکر میں مشغول رہتے ہیں اور وہ ایک اچھا نمونہ ہیں اللہ ان کو سلامت رکھے اور بقا عطا فرمائے آپ بھی حافظ قرآن پاک ہیں. ہمیشہ تلاوت میں مشغول رہتے ہیں. بہت ہی صالح، متقی اور پرہیزگار ہیں. اور آپ کا نفس پاک ہے اور آپ کا نفس توجّہ کے وقت مریدوں اور مخلصوں کے حق میں بہت زیادہ پُر اثر ہوتا ہے کیونکہ آپ کا نفس پاکیزہ ہے اس سے زیادہ بیان کرنا جراءت سے خالی نہ ہوگا. جو کچھ دوسرے حسین رکھتے ہیں وہ میرے محبوب میں موجود ہیں. فی الحال آپ بھی خوقند میں ارشاد و اصلاح کر رہے ہیں. آپ کے بھی کئی فرزند ہیں جن میں بعض کے نام یہ ہیں. حضرت میاں فضل رزاق اور حضرت میاں فضل قدیر جن کو فضل قدوس بھی کہتے ہیں. اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں سلامت رکھیں.

۴- حضرت میاں اولیا اعلیٰ اللہ تعالیٰ شانہٗ

آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ ہیں. آپ کا اسم گرامی حضرت میاں فضل حق ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے. آپ کے والد بزرگوار نے زبان الہام ترجمان سے ان کو میاں اولیا کا خطاب دیا تھا اور اس نام سے موسوم کر دیا تھا. اور آپ حقیقت میں ویسے ہی ہیں، جیسا کہ آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا تھا. زبان ان کے اوصاف حمیدہ سے گنگ ہے، کیونکہ دریا کو کوزہ میں بند کرنا محال ہے. (بیت)

آنکہ در مدح وئی اندیشہ مقال
ناطقہ حیران بماند عقل لال

(جو شخص اس کی مدح میں گفتگو کرنا چاہے تو ناطقہ حیران اور عقل گنگ ہو جاتی ہے. اگر آپ کی بزرگی کے متعلق بات کروں تو یہ محض غلط اور افترا ہوگا کیونکہ آپ کے اوصاف شریفہ اس سے بلند ہیں کہ میرے جیسے ہرزہ سرا جنون خصلت شخص کی زبان پر آسکیں. بات اسی قدر ہے کہ میں معاف ہوں اور حضرات عالی درجات نے مجھ کو معاف الاولیا اور معاف المُشکل کا خطاب دیا تھا. ورنہ اس قسم کی گستاخیوں کی سزا تو اس حقیر کے لئے بہت ہی وحشت انگیز غضب سے باوجود ہزاروں نقصان و عیب یقینی تھی. (بیت)

از سر کردہ من پیر خرابات گذشت
زین سبب نام معافی بہ نظام الدین است

(پیر خرابات نے میری حرکتوں کو معاف کر دیا. اسی سبب سے معافی کا نام نظام الدین ہے) امیدوار ہوں کہ آپ کمال کرم سے معاف فرمائیں گے. معافی کیا بلکہ لطف فرمائیں گے. میں درگاہ عالی جاہ کا ایک گندہ شخص ہوں اگرچہ گناہ گار اور پریشانی روزگار ہوں لیکن پھر بھی نادان اور پشیمان ہوں. (بیت)

جرمم نتوانست زدن راہ عنایت
سگ را ز درِ خانۂ صاحب نتوان راند

(میرا جرم عنایت کی راہ کو بند نہیں کر سکتا جیسے کہ گھر کے مالک کے اپنے دروازے سے ہنکا نہیں سکتا.

آنجناب ولائت مآب عالم و فاضل، عامل و کامل، عارف باللہ سالک فانی

ازخود اور باقی بحق ہیں۔ اس وقت حضرت علیہ الرحمتہ کے جانشین ہیں۔ کیونکہ حضرت قدس سرہٗ نے اسی عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کے وقت اپنی نسبت خاصہ ان کو عطا فرما کر اپنا جانشین مطلق اور خلیفہ برحق مقرر کیا تھا۔ بزرگوں کا دستور ہے کہ ان کی وفات کے وقت جو شخص موجود ہو ان کی نسبت خاصہ کو وہی شخص اخذ کرے گا۔ چونکہ اولاد کبار میں سے کوئی بھی آپ کی وفات کے وقت بجز ان کے موجود نہ تھے۔ مجبورًا یہ سب پر متصرف ہوئے۔ اور نہنگ کلاں کی طرح اس دریائے بے پایاں میں غواصی کی اس لئے تمام علما و امراء اور فقراء و سلاطین اور صاحبزادگان نے ان کی طرف رجوع کیا۔ (بیت)

زجوئی خورد ہا ےخورد خیزد   نہنگ است آنکہ با دریا ستیزد

(چھوٹی نہروں میں چھوٹی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ نہنگ ہے جو دریا سے جھگڑتا ہے)

جیسا کہ دنیا کے تمام صاحبان انصاف پر ان کی بزرگی و خوبی ابتداء سے آخر تک آفتاب کی طرح ظاہر ہے۔ (بیت)

تا ابد این سلسلہ پیوستہ باد   گردن ایام بوی بستہ باد

(ابد تک یہ سلسلہ قائم رہے زمانے کی گردن اس سے بندھی رہے)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے مختص کر لیتا ہے۔ (بیت)

مہتری برتو زیبد ای مہتر   کس نہ بیند شہی زتو بہتر

(اے سردار سرداری تجھے زیب دیتی ہے کوئی شخص تجھ سے بہتر بادشاہ نہیں دیکھتا ہے)

ہمہ را حاکمی و سلطانی   دیگران جسم و تو بکل جانی

(تو سب کا حاکم اور سلطان ہے دوسرے جسم ہیں اور تو سبھوں کی جان ہے)

مایۂ دولت ابد بانست   پایۂ رفعت خرد بانست

(ابدی دولت کا سرمایہ تیرے پاس ہے۔ عقل کی بلندی کا مرتبہ تیرے ساتھ ہے)

ہرکہ زلطف تو شود سرشار   او نہ بیند ز قہر دیگر بار

(جو تیرے لطف سے سرشار ہو وہ پھر قہر نہیں دیکھ سکتا ہے)

بر جمالی تو صد جلال بجاست   از جلال تو صد جمال بجاست

(تیرے جمال پر سینکڑوں جلال بجا ہیں تیرے جلال سے سینکڑوں جمال قائم ہیں)

باد لطفت بما گنہگاران   تا بہ روز جزاء جو غمخواران

(تیرا لطف ہم گنہگاروں پر غمخواروں کی طرح قیامت تک رہے)

جس قدر برکات و فتوحات کے آثار، عبادات، احکام کی بجا آوری نواہی سے اجتناب، حدود اللہ کی رعایت، فرمان خداوندی کی حفاظت شریعت غراء کی پاسداری، طریقت بیضا کا لحاظ اور کشف حقیقت آپ سے دیکھی گئی ہیں اگر ان کا عشر عشیر بھی کوئی شخص مجمل بیان کرے تو عوام و خواص کی کتابوں اور تمام ایام میں پوری نہ ہو سکے اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہوئے مجبورًا ناچاری سے عنان قلم کو دوسری طرف موڑا اور اس سے زیادہ کچھ لکھنے کو جرات پر محمول کر کے خاموشی اختیار کی۔

سلامت باد ذات بے مثالت   ز ہر آفات تا روز قیامت

(آپ کی بے مثال ذات ہر آفت سے قیامت تک سلامت رہے۔)

توئی شاہنشہ ارباب دولت   نظام الدین بی تمکین غلامت

(آپ ارباب دولت کے بادشاہ ہیں بے چارہ نظام الدین آپ کا غلام ہے)

جناب سیادت مآب کے کئی فرزند ہیں۔ حضرت میاں فضل ہادی، حضرت میاں فضل مہدی، حضرت میاں فضل محمد، حضرت میاں فضل حسین، حضرت میاں فضل عظیم اور حضرت میاں فضل لطیف سلمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

حق سبحانہ سے امید ہے کہ ان کے بڑے صاحبزادہ حضرت میاں فضل ہادی سجادہ نشین والد بزرگوار کی ذات بابرکات کی وجہ سے خلائق روزگار متمتع ہوں۔ (بیت)

باش تا صبح دولتش بدمد   کین ہنوز از نتائج سحر است۔

(انتظار کرتا رہ کہ اس کی دولت کی صبح طلوع ہو کر یہ اشک سحر کے نتائج سے ہے)

۵۔ حضرت میاں ولی سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ ہیں اور حضرت شاہ میاں فضل حق جیو صاحب کے برادر عینی ہیں۔ آپ کا اسم گرامی فضل محمود ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے الہام ربانی کی بنا پر ان کو میاں ولی کا خطاب فرما رکھا تھا۔ یہ بھی متقی صالح پرہیزگار اور بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کو فردیت سے غوثیت کی طرف لے آئے اور اس عظیم کارخانہ کو اس عظیم الشان ہستی کے سپرد کر دے (رباعیت)

می تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول ٭ آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

(جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنایا ہے ممکن ہے کہ میرے آنسو کو حسن قبول عطا کرے)

حضرت شاہ میاں ولی سلمہ کے ایک عینی برادر خورد بھی تھے جن کا نام فضل غفور تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے کچھ ہی دنوں کے بعد انہوں نے وفات پائی۔ اور یہ آپ کے آخری فرزند تھے۔ ان کے بعد کوئی فرزند نہیں پیدا ہوئے یہ آپ کے بڑھاپے کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

آمد و رفت نور دیدۂ من ٭٭ ہم چو خورشید ز آسمان بہ زمین

(میرے نور چشم کی آمد و رفت آسمان سے زمین پر آفتاب کی آمد و رفت کی طرح ہے)

۶۔ حضرت میاں فضل صدیق سلمہ اللہ

یہ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید ہیں۔ ان کے دو برادر عینی ہیں جن میں بڑے میاں فضل حکیم اور چھوٹے میاں فضل وہاب سلمہم اللہ ہیں۔ یہ متبنول مجھائی بخارا میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ قاضی مرزا یعقوب کی صاحبزادی ہیں جو بخارا کے صاحب کمال میں سے تھے اور حضرت قدس سرہ نے ان کو خلیفہ بنایا تھا۔

وہ ایک مرد صالح عالم و فاضل تھے۔ اس فقیر نے ان کو بارہا دیکھا تھا۔ اور مجھ سے شناسائی تھی۔ ان کے گھر بھی گیا تھا وہ حضرت قدس سرہٗ کے دربار میں اکثر آتے جاتے کئی سال ہوئے کہ انہوں نے وفات پائی۔ (رباعیت)

بدرگاہ شما بود نظم شاہان و گدا حاضر ٭ کنوں ہر کس بہر جا او فتادہ بی خبر از خویش

(تمہارے دربار میں شاہ و گدا حاضر تھے ابھی ہر شخص اپنی جگہ پر اپنے آپ سے بے خبر پڑا ہوا ہے)

۷۔ حضرت میاں فضل کریم نور اللہ مرقدہٗ

یہ بھی اپنے والد ماجد کے مرید اور خلیفہ تھے یہ حافظ قرآن، عالم و فاضل، صالح متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہ اویسی اولیا تھے بچپن ہی میں بہشتی اور دوزخی میں فرق کشف سے کرتے تھے جیسا کہ سبھوں پر ظاہر ہے، جذب قوی کے آثار اور ولایت کے اسرار و احوال بچپن ہی سے ان کی پیشانی مبارک سے آشکارا تھے۔ کشف والہام ابتدائی ہی سے وقوع میں آتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام عطاء اللہ خواجہ بن حضرت استاد الاستاذ محمد ہادی خواجہ بارہا فرماتے تھے کہ حضرت قدس سرہٗ کے یہ فرزند اہل بخارا کے شیخ اور استاد ہوتے اگر ان کی عمر وفا کرتی لیکن جوانی ہی میں انتقال فرمایا۔ اللہ حقیقت حال سے زیادہ خبر ہے۔ فقیر نے اس بات کو بعض ثقات سے سنا ہے ان کی والدہ حضرت شیخ حبیب اللہ بخاری قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے اور مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت میاں فضل کریم آخر عمر میں بخارا سے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی زیارت اور ملاقات کے لئے پشاور گئے ہوئے تھے کئی دن وہاں رہے۔

جب وہاں سے اجازت پاکر کمال تک پہنچے ہوگئے اور سیر سلوک پورا کر لیا تو ولایت ختلان پہنچے جسے آج کل کولاب کہتے ہیں اور حضرت امیر کبیر امیر سید علی ہمدانی کے روضہ منورہ کی زیارت کی رسم ادا کی۔ وہاں بیمار ہو گئے۔ شدید سردی کا موسم ہونے کے باوجود اس جگہ سے نکلے ابھی کچھ ہی دور گئے تھے معلوم ہوا کہ اب موت آ رہی ہے اور حضرت امیر کی طرف سے بھی اشارہ ہوا ہے کہ تمہارا فرزند ہمارا ہمسایہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ راستہ سے لوٹ کر پھر ختلان آ گئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ کو ہوئی، ترکوں کے حساب سے سال حمدونہ تھا اور اس دن آفتاب جدی کے برج چہارم میں تھا۔ ان کی قبر حضرت امیر سید علی ہمدانی کے روضہ منورہ کے دروازہ کے سامنے ہے گنبد کے باہر قبلہ کی طرف دیوار سے متصل واقع ہے۔ ان کی عمر بیس سال ہوئی ان کی کوئی اولاد نہ رہی لیکن ان کے دعاگو بہت زیادہ ہیں خصوصاً یہ فقیر کہ جب تک میں زندہ ہوں ان کی وصیت کے مطابق ان کے حق میں دعا کرتا رہونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

واضح ہو کہ ایک بار جب یہ بخارا سے پشاور چار [illegible] پھر بارہ روز رہے حضرت میاں بزرگ سلمہ اللہ تعالےٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ایک رات اس فقیر کے ساتھ حضرت شاہ ولایت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کیلئے گئے وہاں مراقبہ کیا بہت دیر تک مراقبہ میں خاموش رہے پھر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ اے بھائی میرا ہاتھ اور تمہارا دامن ہے۔ تم مجھ کو دعا میں فراموش نہ کروگے میں غریب ہوں۔ میرا کوئی نہیں ہے حضرت قدس سرہٗ اگرچہ میرے والد ہیں بہت ہی بلند ہیں اس بلندی میں مجھے یاد کرینگے یا نہیں معلوم نہیں۔ میرے بھائی بھی بڑے لوگ ہیں مجھ غریب کو یاد نہ کرینگے اور بھول جائیں گے دوسرے دوستوں پر مجھے اعتماد نہیں تم سے امید ہے کیونکہ برسوں سے میرے اور تمہارے درمیان راز و نیاز کی باتیں رہی ہیں اور بہت

زیادہ محبت اور دوستی ہے۔ اس لئے مجھ کو فراموش نہ کرنا کیونکہ میری موت قریب آ گئی ہے اور حضرت خلیفہ رابع کرم اللہ وجہہ نے بھی باذن الٰہی اس بات سے باخبر کیا ہے۔ (بیت)

فراموشم مکن مقصودم آن است   فراموشی نہ شرط دوستان است

(میرا مقصود یہ ہے کہ مجھے بھولنا نہیں کیونکہ فراموشی کرنا دوستوں کا طریقہ نہیں ہے)

یہ کہا کہ اپنا جامہ مبارک بدن سے اُتارا اور اس فقیر کو لنتانی کے طور پر عنایت کیا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو اس ناچیز نے اسی خبر وحشت اثر کو حضرت اقدس سرہٗ کی خدمت میں پشاور لکھ بھیجا حضرت اقدس سرہٗ نے اس ناچیز کے جواب میں اپنے دست مبارک سے لکھ کر بھیجا پیارے فرزند! تمہارا مکتوب مرغوب پہنچا۔ (مصرعہ) ای وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ۔ فرزند نے نور چشمی فضل کریم مرحوم کی وفات کے بارے میں لکھا تھا۔ اے میرے فرزند رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط ہم کو اور تم کو بندگی کرنا چاہیئے۔ اور میرے فرزند کے لئے اس کی وصیت کے مطابق تمہیں دعا کرتے رہنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ (بیت)

شب ہجر آنچہ دیدم ز غمش کہ دیدہ باشد   سر نخل نالۂ من بہ فلک رسیدہ باشد

(ہجر کی رات جو کچھ میں نے اس کا غم دیکھا کس نے دیکھا ہوگا کھجور کے درخت کی طرح میری فریاد کی آواز آسمان تک پہنچ گئی ہوگی۔)

دردمند از کوچۂ یار می آئیم ما   آہ کز دار الشفا بیمار می آئیم ما

(یار کی گلی سے ہم دردمند آتے ہیں افسوس کہ ہم دار الشفا سے بیمار آتے ہیں)

چونکہ زندہ کرنا اور موت دینا حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی صفت ہے ہم کو تم کو صبر کرنا چاہیئے بلکہ شکر کرنا چاہیئے کیونکہ محبوب جو کچھ کرتا ہے وہ حبیب کو محبوب ہوتا ہے وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی (انتہی کلامہٗ)

قدس سرہٗ (بیت)

وصلت چو عمر رفتہ میسر نمی شود — یکبار شد میسر دیگر نمی شود

(تیرا وصل عمر رفتہ کی طرح میسر نہیں ہوتا ہے ایک بار میسر ہوا تو دوسری بار میسر نہیں ہوتا ہے)

اے عزیز اگر حضرت شاہ میاں فضل کریم قدس سرہٗ کے تمام احوال و واقعات بیان کروں تو ایک بڑی مستقل کتاب بن جائے۔ یہاں بقدر ضرورت تھوڑا اجمالاً بیان کیا گیا۔ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ دریا کی خبر دیتا ہے۔ (بیت)

از قلیل و کثیر دانستن — کار ہشیار عاقلان باشد

(قلیل سے کثیر کا معلوم کرنا ہشیار عاقلوں کا کام ہے۔)

پندرھواں باب

حضرت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء کا ذکر

اجمالی طور پر جاننا چاہیئے کہ حضرت قدس سرہٗ کے خلفاء اور مریدان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے کہ کسی کو معلوم نہیں مرید کتنی لاکھ ہوں گے اور خلیفہ کئی سو تھے۔ منجملہ ان کے جو معلوم ہیں تقریباً چار سو خلیفہ مشرق و مغرب میں ہوں گے۔ واللہ اعلم!

ایک دن حضرت امیر المومنین ظل اللہ فی الارضین سید امیر حیدر سلطان غازی بن حضرت امیر معصوم غازی مدظلہ العالی جو حضرت قدس سرہٗ کے اکابر خلفا میں سے ہیں اور اس سال کہ ۱۲۴۰ھ ہے اور ان کی عمر ۴۸ سال کی ہو گئی ہے چھبیس ۲۶ سال سے شہر بخارا سمرقند نصف اور بلخ وغیرہ میں بادشاہی کر رہے ہیں۔ اور عدل و فقراء پروری کی داد دے رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے خلفاء کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ذہن میں یاد آتا ہے تقریباً آٹھ سو ہوں گے چنانچہ ان کی تعداد لکھ کر حضرت [illegible] مدظلہ العالی کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے دوبارہ دریافت کیا کہ ہمارے قلمرو میں آپ کے خلفاء میں کیا تعداد ہے آپ نے تقریباً چار سو کے نام لکھ بھیجے کہ یہ ہمارے خلفاء ہیں۔ دونوں خطوط میں آپ نے اس کاتب الحروف کا نام لکھا تھا۔ کہ یہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہے امیر مذکور نے جواب میں عرض کیا کہ میر نظام الدین تو اہل بلخ میں سے ہے اور اس وقت بلخ ہمارے تصرف میں نہیں ہے اس کو ہماری مملکت کے خلفاء میں سے کیوں شمار کیا ہے آپ نے جواب میں فرمایا

کہ مضارع کو جس کا وجود متحقق ہو ماضی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلخ انشاءاللہ تمہارے تصرف میں آئے گا۔ خلیفہ مذکور تو یا ابھی تمہارے ہی قلمرو میں ہے اس وقت ۱۲۲۲ھ تھا۔ چودہ سال بعد روز یکشنبہ ۱۵ ماہ شوال ۱۲۳۶ھ کو پورا بلخ امیر مذکور کے غلاموں کے تحت آیا اور آپ کی بشارت مخلصوں پر ظاہر ہوئی۔ (بیت)

پس زصد سال ہرچہ می آید برو ‌ ‌ ‌ پیری داند ستایش مو بہ مو
(سو سال بعد جو کچھ پیش آنا ہے پیر اس کے متعلق سارے کا سارا جانتا ہے)
گر بمیرد دیدِ او باقی بود ٧ ٧ زانکہ دیدش دیدِ خلاق بود
(اگرچہ وہ مر جاتا ہے تو اس کی نظر باقی رہتی ہے اس کا دیکھنا خالق کا دیکھنا ہوتا ہے) منجملہ ان خلفاء کے جو اس کاتب الحروف کے ذہن میں معلوم ہیں یہ لوگ ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے۔

حضرت قدس سرہ کے مذکورہ فرزندوں کے بعد اول تو حضرت امیر المومنین سید امیر حیدر سلطان غازی مدظلہ العالی بن حضرت امیر معصوم غازی بن حضرت امیر دانیال ہیں۔ پھر یہ حضرات ہیں۔ حضرت خلیفہ شیخ جیو کہ ان کا نام شیخ محمد مقصود ہے سیالکوٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت خلیفہ مستقیم جن کا نام واملا قوزی ہے۔ حضرت واملا عادل خوقندی اور ان کے بھائی واملا ایاز خوقندی، خلیفہ سید عبدالرحیم خوقندی، حضرت لعل بیگ حضرت میاں احمد معصوم، حضرت میاں نور مہدی، حضرت شاہ میاں قاضی کہ ان کا اسم گرامی محمد ادریس ہے سلمہ اللہ والبقاہ، حضرت میاں حامد رسا حضرت میاں رضا احمد اور ان کے بھائی حضرت میاں وجیہ احمد، میاں وزیر احمد بن حضرت میاں وجیہ احمد، میاں فرخ شاہ مؤہر بن میاں رضاءاللہ حضرت میاں احمد بخش بن حضرت میاں عبدالقدوس، میاں غلام شاہ قادری جنہوں نے ۱۲۳۴ھ میں وفات پائی۔ خلیفہ مرزا سلیم بخاری، عطاءاللہ خواجہ بن محمد یوسف خواجہ

ملقب بہ جبہ نویس واملا عوکیض ادلم ترکمان جنہوں رمضان ۱۲۳۲ھ کے آخری عشرے میں بخارا میں وفات پائی، واملا حق نظر ترکمان، واملا اللہ بردی، واملا نور محمد حضرت واملا اسداللہ (مدرسہ کلاباد کے مدرس) حضرت واملا میرزا گل غلمی اعلم، واملا عبدالرزاق مالولی بلخی جنہوں نے ۱۲۲۷ھ میں سال محدودہ میں وفات پائی ان کی قبر تاش قورغان میں ہے۔ خلیفہ امیر درویش بیگ بن امیر دانیال، مفتی دوست یار حصاری حضرت خلیفہ مولوی عبدالرحیم بلخی مفتی، حضرت خلیفہ عبدالرحیم فضلی بن خان محمد پشاوری ملقب بہ حافظ جیو سلمہ اللہ تعالیٰ اخوند خلیفہ ملا قلندر قیادیانی جو تاش قورغان میں خلیفہ ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ، واملا مرزا عینی مرحوم مفتی بن واملا میرزا گل غلمی مرحوم جنہوں نے ماہ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت خلیفہ مولانا کریم گل سمرقندی، حضرت اخوند ملا نیاز محمد مفتی بخاری، افغانستانی، خلیفہ مولانا آدینہ کرمینی، خلیفہ حاجی محمد ظریف حصاری ثم رومی، بلا خان محمد بخاری، حاجی نعمت اللہ بخاری، محمد امین خواجہ باغ کلانی، محمد طاہر مخدوم بن حضرت خلیفہ حاجی یوسف مرحوم، خلیفہ ملا محمد پشاوری ساکن کانگڑہ موسیٰ خواجہ خوقندی، حضرت خلیفہ مولانا ایوب خجندی مرحوم خلیفہ میر عابد واملا اخوند جان تاشکندی، خلیفہ خیر محمد پشاوری، خلیفہ حاجی عبدالصمد جنہوں نے ۱۲۳۴ھ میں بلخ میں وفات پائی، حضرت واملا عبدالاحد ہردی، حضرت واملا عبدالحق ہروی حضرت واملا عبداللہ ہردی، یہ حافظ قرآن ہیں۔ اخوند ملا عثمان ہروی ملا شکور ہردی کہ جو بہت زیادہ معمر تھے۔ ملا حسین علی پوری سلمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ حافظ خدا بخش کہ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہیں، خلیفہ ملا مرید شبان جو علم لدنی کے عالم ہیں۔ مخدوم ملا عبدالقادر افغان کہ اس وقت قیادیان میں خلیفہ ہیں خلیفہ محمود کہ اس وقت حصار میں خلیفہ ہیں عزیز خواجہ حصاری، خلیفہ محمد شریف سید آبادی مرحوم، حاجی قمرالدین خواجہ سید آبادی مرحوم جنہوں نے بروز پنجشنبہ ماہ شوال ۱۲۳۵ھ کو سرہند میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے واملا

حاجی محمد داغستانی رومی، حاجی ملا عویض ترکمان، ملا محمد صالح عطاء بخاری و ملا نفیس بخاری، خلیفہ فاضل بیگ بخاری، ملا غلام قادر بن خلیفہ لعل بیگ مرحوم حضرت اخوند ملا سعد اللہ مرحوم قندہاری ثم کابلی کہ ۱۶ر صفر ۱۲۴۰ھ کی شب میں فرش میں وفات پائی ان کی قبر دہیں ہے حضرت یوموم شیخ عزیزان قدس سرہٗ کے مزار کے جوار میں ہے خلیفہ اہل مراد میاں کابلی، عبد الصمد خواجہ بخاری مرحوم میر کلاں خواجہ ختلانی و ملا باقی محمد درواذی، منصور خواجہ بخاری، و ملا رحیم با باجو کابلی میں خلیفہ تھے قاضی مرزا یعقوب میاں کابلی، و ملا دولت، سبحان قل خواجہ مرحوم خواجہ جان خواجہ دہ بیدی مرحوم، صوفی خواجہ صدیقی مرحوم وغیرہم علیہم الرحمتہ والغفران۔

سولہواں باب

آپکے بعض خلفاء کا حال

اب بعض خلفاء کا مفصل حال بیان کیا جاتا ہے تاکہ دوستوں کی دعا اور فاتحہ کی زیادتی کا سبب ہو کیونکہ یہاں یہی مقصود ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ (بیت)

دعائی دوستان در حق ایشان ‏ ‏ بود بہتر ز ملک ہر دو عالم

(ان کے حق میں دوستوں کی دعا دونوں عالم سے بہتر ہے)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس ایسے دور عزیزاں گذرے ہیں جن کے صرف نام کاغذ پر رہ گئے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان کی قبروں پر جائے تو عبرت کے سوا اور کوئی خبر نہ پائے ان کے حال تحریر کرنا نصف ملاقات ہے کیونکہ بزرگوں کا مقولہ مشہور ہے کہ خط نصف ملاقات ہے (بیت)

بجز بیان تو بر من دگر عیاں نبود ‏ ‏ ز خاک مردہ صدائے کسی نمی شنود

(تیرے بیان کے سوا مجھ پر کچھ بھی ظاہر نہیں مردہ کی خاک سے کوئی صدا نہیں سنی جاتی)

مصرعہ: بلا بودے اگر ایں ہم نبودے ‏ (مصیبت ہوتی اگر یہ بھی نہ ہوتا)

حضرت شیخ جیو علیہ الرحمتہ

ان کا نام شیخ محمد مقصود ہے سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے ان کو شیخ جیو کا خطاب دے رکھا تھا۔ وہ عمر میں حضرت سے

بڑے تھے۔ یہ آپ کے سب سے افضل اکمل سابق ترین خلفا میں سے ہیں زاہد و عابد متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہ اصل میں ملک کے بزرگوں کی اولاد میں سے تھے۔ سب کو چھوڑ کر بہت سے عزیزوں کی صحبت میں رہے لیکن پھر حضرت قدس سرہٗ کی صحبت باسعادت نصیب ہوئی۔ اور وفات تک آپ ہی کی خدمت میں رہے۔ کہتے ہیں کہ وہ علم حکمت طب اور دعوت اسمائے اللہ میں بے نظیر تھے۔ اکثر ان لوگوں کو جو حضرت قدس سرہٗ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے یہ ان کو جواب دیتے تھے اور تنبیہ کرتے تھے کبھی کبھی حضرت قدس سرہٗ کی زبان الہام ترجمان سے سنا جاتا تھا فرماتے تھے۔ کہ میری قدر شیخ جیو جانتے تھے، اور فرماتے تھے میرے وجود کا مقصد ان کا ظہور تھا۔ وہ ایسے شاہباز تھے کہ دنیا میں اس جیسا پیدا نہ ہوگا۔ حضرت قدس سرہٗ کا یہی مبارک کلام ان کی بزرگی کے لئے کافی ہے۔ شیخ جیو علیہ الرحمۃ کی وفات ۱۹ شعبان ۱۲۶۱ھ کو ہوئی۔ ان کی قبر حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کے محاذات میں بخارا شہر کے باہر ہے۔

۲۔ حضرت خلیفہ مستقیم رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسم مبارک ملا قوزی بن ملا خواجہ قلی ہے پہلے حضرت قدوۃ المحققین سید موسیٰ خان خواجہ دہبیدی قدس سرہٗ کے مریدوں اور خلفا میں سے تھے آخر میں حضرت قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور آپ کے مقبولوں میں سے ہو گئے آپ نے ان کو شریعت و طریقت میں استقامت کی وجہ سے خلیفہ مستقیم کا خطاب دیا تھا۔ بخارا اور پورے ماوراء النہر کے لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہیں یہ اویسی بھی ہیں۔ اور حضرت امام ابوبکر حقانی شاشی کی روحانیت سے تربیت پائی ہے دوسرے بزرگوں نے بھی ان کی تربیت کی ہے کہتے ہیں کہ یہ حقیقت صلوٰۃ تک پہنچے ہوئے تھے۔ قطب ابدال کا مرتبہ رکھتے تھے۔

حضرت ملا داملا عادل علیہ الرحمۃ فرماتے تھے۔ کہ یہ قطب ابدال تھے۔ اور میں اس کی علامتوں کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ابدال ہر جمعہ کی شب ان کی زیارت کو آتے تھے کسی نے ان سے پوچھا کہ پہلے کے بزرگوں نے اگر آب رواں جیسے کہتے کہ واپس تو واپس چلا جاتا تھا۔ فرمایا کہ اب بھی کوئی بزرگ اگر کہے کہ اے پانی تو واپس جا تو واپس چلا جائے گا۔ محض یہ سنتے ہی پانی واپس لوٹنے لگا جو لوگ موجود تھے ان کو خیال ہوا کہ شاید کسی نے بند باندھا ہے جب خبر کیا تو دیکھا کہ تمام بند اپنی جگہ پر ہیں لیکن پانی اس کے باوجود پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اس وقت آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے پانی میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا۔ پیچھے چلا جا۔ بلکہ میں نے تو مثال کے طور پر بیان کیا تھا۔ اس بات کے سنتے ہی پھر پانی اپنی جگہ پر آ گیا کہتے ہیں کہ ایک روز لوگ نہر کھود رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا دو روز میں بھی نہ کھد سکے گی۔ اب دوسری نماز کا وقت ہے یہ نہر کس طرح کھد سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو کھودنا چاہیئے۔ شاید کہ پورا ہو جائے۔ اس وقت آپ عصا کے سہارے کھڑے ہو گئے اور لوگ نہر کھودتے رہے۔ بہت دیر گذری تو وہ نہر کھد گئی اس وقت سر اٹھایا اور سوار نہ ہو گئے۔ سب کو معلوم ہوا کہ آپ نے آفتاب کو اس وقت ٹھہرائے رکھا جب تک کہ نہر کھد نہ گئی اب بھی آپ کی اس کرامت کو ماشی کا ل آل بخارا کے لوگ بیان کرتے ہیں اور کوئی شخص اس کا منکر نہیں ہے۔

حضرت داملا نیاز محمد عاشق بن بابا نظر محمد بلخی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک دن کسی نے حضرت داملا قدس سرہٗ سے پوچھا کیا اس وقت کوئی قطب ایسا ہے جو حضرت نقشبند قدس سرہٗ کے قدم بقدم چلا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ جیسے تو ڈھونڈتا ہے شاید وہ اسی گھر میں ہو۔ اس فقیر اور سائل اور ان کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی ذات شریف کی طرف اشارہ کیا تھا واللہ اعلم!

نیز واملا نیاز عاشق نور اللہ قبرہٗ فرماتے تھے کہ ایک وقت یہ فقیر مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک مجھ پر استغراق کا غلبہ ہوا اتنا کہ اس سے زیادہ متصور نہیں تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت واملا میرے پیچھے نفل نماز پڑھ رہے ہیں اور اب تک نماز میں مشغول تھے۔ معلوم ہوا کہ مجھ کو فائدہ ان کی نماز سے ہوا ہے اور اس مراقبہ کی لذت اب تک کام و دہن سے نہیں گئی ہے حالانکہ اس پر برسوں گزر گئے ہیں ۔

(بیت)

یاد وقتی کہ وقت من خوش بود   دولتم سوئی من عنان کش بود

(وہ وقت یاد ہے جبکہ میرا وقت اچھا تھا میری دولت میری طرف عنان کھینچ رہی تھی)

حضرت واملا عادل علیہ الرحمتہ فرماتے تھے کہ حضرت امیر معصوم غازی بن امیر دانیال مرحوم نے ایک دن حضرت واملا قدس سرہٗ سے کہا کہ ہماری روٹی حلال اور پاک ہے کچھ اس میں کھا لیجئے انہوں نے خواب میں فرمایا کہ بارہ سال پہلے تمہاری روٹی سے لقمہ کھایا تھا۔ اب تک اس کی کدورت میری طبیعت سے نہیں گئی ہے پھر چاہیئے ہو کر بلا کو میرے حوالہ کرو۔ اس لقمہ کو تمہارے سوا کوئی ہضم نہیں کر سکتا۔

نیز فرماتے تھے کہ ایک زمانہ میں حضرت امیر مرحوم نے چاہا کہ مجھ کو بخارا کی جامع مسجد میں خطیب مقرر کر دیں ہیں۔ اس کو ناپسند کرتا تھا۔ لیکن کوئی تدبیر بھی نہیں کر سکتا تھا مجبوراً حضرت واملا قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت امیر خواہ مخواہ مجھ کو جامع مسجد کا خطیب بنانا چاہتے ہیں۔ اس کی تدبیر فرمائیں کہ مطمئن رہو انشاء اللہ یہ بات امیر کے دل سے محو کرا دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا۔

نیز فرماتے تھے کہ عُمدَۃُ الْاُمَرَاءِ الْعِظَام سلطان مراد بیگ بن امیر دانیال مرحوم جو حضرت امیر مرحوم کے علاتی بھائی اور امیر درویش بیگ کے برادر عینی تھے۔

ایک دن حضرت واملا قدس سرہٗ کی زیارت کو آئے تھے اور چاہتے تھے کہ زیارت کے بعد جلد لوٹ جائیں۔ حضرت واملا نے فرمایا آج رات یہاں رہنے میں کیا حرج ہے فقیر آپ کو آپ کی طہارت دیکھا امیرزادہ مذکورہ نے عرض کیا کہ میرے بزرگوار آپ میرا نام زبان مبارک سے لیتے ہیں۔ یہی سخاوت ہمارے دونوں جہاں میں کافی ہے مختصر یہ کہ بہت عاجزی کے ساتھ اس محترم مقام سے روانہ ہو گئے رحمۃ اللہ علیہما نیز فرماتے تھے کہ ایک سال حضرت بادشاہ درّانی تیمور شاہ صاحب قران اَنَارَ اللّٰہُ بُرْہَانَہٗ نے بلوک آقچہ بلخ پر نزول اجلال فرمایا حضرت امیر نے واملا قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ ایک قومی دشمن ہمارا بخارا ارادے سے آیا ہے دعا فرمائیں کہ یہ دفع ہو جائیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ بخارا ہمارے بزرگوں کا چہار باغیچہ ہے انشاءاللہ کسی کو اس پر غلبہ نہ ہوگا جاؤ اطمینان رکھو کہ اسکا نقصان تم کو نہ پہنچے گا۔ بلکہ صلح و آشتی ہوگی۔ کیا کیا جائے کہ بادشاہ مذکور مسلمان ہے اور کفار سے ہمیشہ جنگ کرتا ہے اور کفار ہند کو گرفتار کیا ہے۔ ورنہ اسکا ایک آدمی بھی زندہ واپس اپنے ملک کو نہیں جا سکتا تھا۔ آخر ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہتے ہیں کہ واملا قدس سرہٗ اپنی وفات کے وقت حضرت قدس سرہٗ اور شیخ جیو قدس سرہٗ کو بہت یاد کرتے تھے اور روتے تھے اللہ جانتا ہے کہ اسکا سبب کیا تھا۔ اگر آپ کے احوال و واقعات پورے لکھے جائیں تو کتاب ضخیم ہو جاتے پھر بھی مقصود پورا نہ ہو کیونکہ آپ کے احوال بہت زیادہ ہیں جن کے لئے علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے جہاں رجحان مقصود ہے تفصیل نہیں لہذا اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا۔

حضرت واملا قونی کی وفات ۱۲۰۹ھ میں ہوئی آپ کی قبر مبارک بخارا میں قلعہ کے باہر میں حضرت خواجہ اسحٰق کلابادی بخاری کے قبر کے قریب ہے۔ اور مشہور ہے اور معروف زیارت گاہ ہے۔

حضرت واملا عادل نوّر اللہ مرقدہٗ

یہ بھی حضرت قدس سرہٗ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ چھ سال کی عمر میں ان کے والد ملا محمد ظہیر مرحوم نے ان کو حافظ خدایار خان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے گئے جو حضرت سید موسیٰ خان خواجہ دہ بیدی قدس سرہٗ کے مرید تھے ان کو مرید کیا۔ دینی علوم اور سلوک کی تعلیم دی۔ اور ان کو اپنا فرزند کہا اور حق تربیت ادا کیا۔ خلیفہ خدایار رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت واملا فوزی کو بلایا اور فرمایا کہ اس فقیر نے واملا عادل کو تمہارے سپرد کیا اور فرمایا کہ تم برادری کو قائم رکھنا اور عادل کی تربیت کرنا اسکی تربیت میں کوتاہی نہ کرنا کہ یہ ہمارا اور تمہارا فرزند ہے۔ انہوں نے اس بات کو جان و دل سے منظور کیا اور برسوں ان کی اصلاح حال کوشش کی ان کو ایک قدم بھی دور نہیں جانے دیتے تھے حتیٰ کہ انکی وفات کے بعد بھی اگر یہ کبھی ضرورت کی بنا پر جاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ناراض ہو کر فرما رہے ہیں کہ میری مسجد سے دور نہ جاؤ اسی لئے دوسری جگہ نہیں جا سکتے تھے۔

حضرت واملا عادل کو کشف اور دائمی اشراف قلبی حاصل تھا ایک دن یہ کاتب الحروف واملا نیاز محمد عاشق مرحوم اور اپنے بھتیجے قاضی میرزا احمد انصاری سلمہٗ کے ساتھ شہر بخارا سے ماتس کاروان گیا جہاں ان کی سکونت تھی تا کہ انکی زیارت کریں راستہ میں میرزا احمد نے از راہ مذاق کہا کہ اگر واملا عادل ولی ہوں تو میرے لئے آش شیر کدو موجود کریں۔ میں نے کہا مجھکو شفتالو چاہیئے واملا نیاز محمد مرحوم چونکہ ان کے مرید اور جلیل القدر دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ آخر میں کہا کہ مجھکو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے حوض سے پانی دیں یا نہ دیں انہیں اختیار ہے جب ہم لوگوں کی ان سے ملاقات ہوئی اور کچھ دیر گذری تو کھانا لانے کا حکم دیا۔ کھانا آیا تو دیکھا کہ شفتالو شیر کدو اور پانی کا پیالہ تھا۔ ہر شخص نے کچھ کھایا اور سب سیر ہو گئے انہوں

نے مسکرا کر قاضی میرزا احمد سے فرمایا کہ تم کو شیر کدو کھانے کا شوق ہے خوب کھاؤ اس فقیر سے کہا تم کو شفتالو کا شوق ہے خوب کھاؤ۔ شفتالو چن چن کر چھلکا اتار کر اس فقیر کو دیتے جاتے اور فرماتے کہ ملا نیاز کو اس میں سے نہ دینا کیونکہ اس کے لئے میرے حوض کا پانی کافی ہے۔ اس فقیر کے دل میں خیال گذرا کہ یہ عجیب صاحب کشف ہے فوراً اس فقیر کے چہرے کو دیکھا اور فرمایا کہ اے میرے مخدوم اس وقت ہم مفلس ہو گئے کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں پہلے بخارا سے کوئی شخص میری زیارت کیلئے آتا تھا ابھی شہر سے باہر بھی نہ ہوتا کہ اسکے حالات مجھکو معلوم ہو جاتے تھے۔ پھر دل میں خیال کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ زَارَ حَيًّا وَلَمْ يُذِقْهُ شَيْئًا فَكَأَنَّمَا زَارَ مَيْتًا جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور اسکو کچھ نہ چکھایا تو گویا اس نے مردے کی زیارت کی، اہل اللہ نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جو شخص کسی زندہ دل کی زیارت کرے اور وہ اپنی نسبت سے اسکو کچھ نہ چکھائے تو گویا مردہ کی زیارت کی ہے۔ کیا بات ہے کہ ہم ان کی زیارت کو آئے اور حال یہ ہے کہ اپنی نسبت سے مجھکو نہیں چکھاتے ہیں۔ فوراً ہی انہوں نے فرمایا کہ جو شخص دوستان خدا کی زیارت کے لئے آتا ہے یہ حضرات اسکو ایک قسم کی چاشنی چکھاتے ہیں جو حدیث شریف کے موافق ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اسکو جان بھی لیں۔ بلکہ اس کا نہ جاننا ہی بہتر ہے۔ تا کہ غرور نہ پیدا ہو۔ ہم تم دونوں بھائی ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے احوال سے یقیناً باخبر ہوں گے۔ ایک دن خیال گذرا کہ حضرت واملا عادل فقیر سے ہمیشہ وعدہ کرتے رہتے ہیں کہ کل ہماری تمہاری دوستی ظاہر ہو گی معلوم نہیں کل کیا ہو گا۔ آپ نے فوراً مسکراتے ہوئے اس فقیر سے فرمایا کہ اے مخدوم ہم سے ہمت نہیں ہے آج کی دوستی محض کل کے فائدے کے لئے انشاء اللہ ہم تمہارے فردا سے غافل نہ ہوں گے اطمینان رکھو۔ آپ کی عادت تھی کہ مجلس میں کوئی بات کرتے تھے تو دوست حیران ہو جاتے تھے کہ یہ تو اس بات کا موقع نہ تھا آپ نے کیوں ایسا فرمایا۔

بات دراصل یہ تھی کہ اہل مجلس میں سے کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوتا آپ اس سے واقف ہو کر فوراً اسکا جواب دیتے وہ شخص سمجھ جاتا اور دوسرے چونکہ اس سے واقف نہ ہوتے اس لئے نہ سمجھ پائے۔ مجلس میں آپ کی باتیں اسی طرح کی ہوتیں۔

ایک دن ننگے سر مجمع میں مدرسہ میرکان بخارا کے حوض میں لوٹے سے وضو کر رہے تھے اور مستعمل پانی اس حوض میں ڈال رہے تھے۔ اس سے پہلے کبھی آپ کا یہ طریقہ نہ تھا۔ صوفی خواجہ صدیقی نے جو آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ اس کام کو دیکھا اور ناگواری کے ساتھ زبان درازی کرتے ہوئے کہا کہ واملا عادل رہبری کرتے ہیں۔ تنہائی میں وضو کرنا چاہیئے تھا اور مستعمل پانی کو حوض میں نہیں ڈالنا چاہیئے تھا اس فقیر نے کچھ نہ کہا جب میں آپ کے قریب پہنچا تو فرمایا کہ تم اپنا کپڑا ... دو تاکہ اس پر تحیۃ الوضو پڑھ لوں۔ نماز سے فراغت کے بعد اس فقیر سے آہستہ سے کہا کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ جو قطب ارشاد تھے اور قطب الابدال بھی تھے ایک دن انکو الہام ہوا کہ سمرقند میں وبا پھیلے گی اس لئے اپنے وضو کا پانی ایک بڑے حوض میں ڈال دو جہاں سے لوگ زیادہ پانی لے جاتے ہیں جو شخص اس حوض سے پانی پئے گا وہ محفوظ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس نے اس سے پانی پیا وہ محفوظ رہا ورنہ ہلاک ہوا حضرت واملا قدس سرہ بھی قطب ابدال تھے اور ان سے اس طرح کے بہت سے کام وقوع پذیر ہوتے چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ کمینہ بھی ان سلاطین کے دربار سے گذرا ہے جو مستعمل پانی کو حوض میں ڈالا تو حکمت سے خالی نہ ہوگا لیکن یہ صوفی خواجہ اس بات کو نہیں جانتا اس لئے کہ اکثر درویش لوگ اس زمانہ میں خود بین ہیں اگر مجھ سے غلطی دیکھی تھی تو معذور ... جو شخص آپ سے دعا کی درخواست کرتا تو یہ دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا ... (یا اللہ قرآن کی ہدایت کے ذریعے ہمیں ہدایت دے) اس کے علاوہ ... اور دعا کرتے انہیں اکثر اوقات دیگر کی

کی عادت تھی اہل سلوک کی تربیت کم کرتے تھے۔

ایک دن فرمایا کہ یہ فقیر بارہ سال تک حضرت قدس سرہ کے دربار میں خدمت کرتا رہا اور کئی سال باورچی خانہ کا انتظام میرے ہاتھ میں تھا لیکن میں نے وہاں سے نمک نہیں چکھا اور اپنی طرف سے کھاتا رہا۔ اور اب بھی اپنا ہی کھاتا ہوں وہاں سے نہیں کھاتا ہوں۔

اگر آپ کے حالات پورے بیان کروں تو اسکے لئے ایک مستقل کتاب چاہیئے یہاں اختصار مطلوب ہے آپ کی اصل ولایت خوقند سے تھی بخارا دینی علوم کے لئے آئے یہاں شادی ہوئی اب بھی بخارا میں آپکے فرزند ہیں حضرت واملا ایاز علیہ الرحمتہ جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے انہوں نے بخارا میں نشوونما پائی پائی تھی اور حضرت قدس سرہ کے قدیم دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے مدرسہ میں برسوں مدرس رہے حضرت میر مرحوم نے ان کو کچھ دنوں تک رئیس بخارا بنا دیا تھا۔ آپ حق گوئی اور دینداری۔ پرہیزگاری اور حدود اللہ کی رعایت میں اہل بخارا میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ اس فقیر سے دونوں بھائی پوری محبت رکھتے تھے۔ حضرت واملا عادل قدس سرہ کی وفات ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں ۱۲۲۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر بخارا میں حضرت اخوند ملا توزی علیہما الرحمتہ کی قبر کے پہلو میں ہے ان کی قبر کی بھی زیارت کرتے ہیں اور حضرت واملا ایاز علیہ الرحمتہ کی وفات ماہ محرم ۱۲۳۱ھ میں اور ترکوں کے حساب کے مطابق سال گوسفند میں ہوئی۔ ان کی قبر بھی حضرت واملا توزی علیہم الرحمتہ کی قبر کے پہلو میں ہے۔

(بیت)

مسافران اقالیم ملک لم یزلی ۔۔ چو آمدند درین کہنہ چار دیواری

(لازوال ملک کے مسافر جب اس کہنہ چار دیواری میں آئے)

گذاشتند متاع جہان و بگذشتند ۔۔ تو نیز چون دگران بگذری و بگذاری

(تو ان لوگوں نے متاع جہاں کے اسباب کو چھوڑ کر ۔۔ گذر گئے تو بھی دوسروں کی طرح چھوڑ کر گذر جائیگا)

براہ فقر قدم نہ کزین رہِ تاریک   امید ہست کہ آب بقا بہ کف آری

(فقر کی راہ پر قدم رکھ کم اس تاریک راہ سے امید ہے کہ تو آب حیات حاصل کرے)

مباش غرق بیک لحظہ ز شخند فلک   فراز شیب فزوں تر بود ز ہمواری

(آسمان کی مذاق ہنسی پر ایک لحظہ بھی مغرور نہ ہو   کیونکہ ہمواری سے اونچ نیچ بہت زیادہ ہوتی ہے)

ستارہ را چہ بود پیشہ کینہ اندوزی   سپہر را چہ بود شیوہ مردم آزاری

(ستارہ کیوں کینہ رکھے اور آسمان کیوں مردم آزاری کا طریقہ اختیار کرے)

بغیر دوست جز نام دشمنان بہ زباں   بہ نیم قطرۂ دوران مجوز کس یاری

(زبان سے دوست کے نام کے بغیر دشمنوں کے نام نہ لے   اور زمانے کے نیم قطرہ پر کسی سے امداد نہ مانگ)

مذاق لذت آزادگاں بروح شناس   زبار منت دونان مکش سبک باری

(ان آزادوں کے مذاق کی لذت پہچان لو   دونوں کے احسان کے بوجھ سے اپنے آپ کو ہلکا کر)

بقالبقائی خدائی است و ملک ملک خدائی   بجز رضائے خدا نیست دفع بیماری

(بقا خدا کی بقا ہے اور ملک خدا کا ملک ہے اللہ کی رضا کے سوا کوئی بیماری کا علاج نہیں)

۴۔ خلیفہ لعل بیگ رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی حضرت قدس سرہٗ اکابر خلفا میں سے تھے ان کو آپ نے خلیفہ جیو کا خطاب دے رکھا تھا یہ حافظ قرآن عالم پرہیزگار صالح اور معمّر جہاندیدہ اور تجربہ کار تھے برسوں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہے۔ اور آپ کے ہم صحبت اور صاحب سر تھے ان کو اپنے فرزندوں سے مقدّم رکھتے اور عزّت کرتے کوئی خلیفہ ایسا نہ تھا جو ان سے اونچا ہو کر بیٹھتا اور آپ کی اجازت کے بغیر پیری کرتا۔ ان کا تعلق ملک پنجاب کے قصبہ درویشش سے تھا۔ خلیفہ خیر محمد مرحوم جن کی قبر پشاور میں ہے۔ اور ان کی وفات سنہ ۱۲۲۴ھ میں ہوئی ہے یہ بھی قصبہ درویشش سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے خلیفہ جیو کو آخر سمرقند میں خلیفہ مقرر کیا تھا انہوں نے وہاں بہت زیادہ نشو و نما پائی تھی اور دوستوں کی تربیت کرتے تھے اس فقیر نے ان کو کئی بار دیکھا تھا وہ مجھے دوست رکھتے تھے اور اپنا فرزند کہتے تھے خلیفہ لعل بیگ مرحوم کی وفات سمرقند میں سنہ ۱۲۱۷ھ یا سنہ ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔ اور ان کے فرزند ملّا غلام قادر کی وفات والد کی وفات کے برسوں بعد سنہ ۱۲۳۵ھ میں ہوئی ان کی قبر والد کی قبر کے پہلو میں سمرقند میں ہے وہاں دونوں کی زیارت کی جاتی ہے میں نے خلیفہ جیو کی قبر کی زیارت سمرقند میں کی ہے۔ ان کے روضہ پر فیض ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

۵ حضرت میاں قاضی اعلیٰ اللہ تعالیٰ

آپ کا اسم گرامی شیخ محمد ادریس بن حضرت قدوۃ العابدین شاہ میاں غلام حسین بن حضرت زبدۃ الاولیا حضرت شاہ غلام محمد بن قطب الاقطاب حضرت شاہ

غلام معصوم ثانی ابن حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بن قیوم زمان حضرت صبغت اللہ بن
حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم
ہے۔ یہ حضرت قدس سرہ کے مرید ہوئے تھے اور آپ سے بے حد کمالات حاصل
کئے تھے۔ یہ عالم و فاضل، پارسا و متقی اور معمر اور صالح اور کامل ہیں کسی کو ان کی
بزرگی اور بزرگ زادگی میں کلام نہیں ہے شعر میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور سخاوت
وکرامت، ہمت وانصاف مروت ووفا، صلح وشجاعت وقار اور حیا و تمکین وغیرہ
میں بے نظیر ہیں گویا آپ کا وجود شریف حضرت مجدد الف ثانی رح کی اولاد امجاد کے
خاتم ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کی ذات شریف کو اس شرافت وسعادت اور
سیادت و دینداری اور استقامت کو جو انہیں حاصل ہے ہمیشہ اس پہ قائم
رکھے۔

(بیت)

یارب پناہ اہل جہانش تو کردہ — اندر پناہ خویش بدار این پناہ را

(اے پروردگار تو نے اہل جہان کو اسکی پناہ بنایا ہے اپنی پناہ میں اس پناہ کو رکھو)

ای باد صبا سلام مشتاقان — باید کہ رسانی بردر سکانش

(اے باد صبا تو وہاں کے رہنے والوں کے دروازے پر مشتاقوں کا سلام
پہنچا دے)

۶۔ حضرت میاں احمد معصوم قدس سرہ

میاں احمد معصوم بن حضرت عزیز القدر بن حضرت میاں محمد عیسیٰ بن حضرت
شیخ سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف
ثانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔ میاں احمد معصوم رحمۃ اللہ حضرت قدس سرہ کے مرید اور
خلیفہ تھے آپ نے ان کو ولایت اقچہ بلخ میں خلیفہ مقرر کیا تھا اور یہ حضرت قدس سرہ کے

دربار ہی تھے۔ حضرت شاہ میاں فضل قادر کی عینی بہن کو ان کی زوجیت میں دیا تھا
یہ نیک پردہ نشین خاتون حضرت قدس سرہ کی تمام اولاد سے بڑی ہیں اور پشاور میں
ابتک بقید حیات ہیں۔ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی حیات ہیں ان کے بڑے صاحبزادے
کا نام حضرت میاں سیف احمد ہے حضرت قدس سرہ نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور چھوٹے
صاحبزادے کا نام میاں فضل عزیز ہے یہ حافظ قرآن ہیں۔ دیندار صالح اور متقی ہیں
دوسرے فرزند بھی ہیں جو ان دونوں بھائیوں سے عمر میں بڑے ہیں اور ان کی والدہ کوئی
اور ہیں ان کا نام میاں عبدالعزیز ہے کہ بقید حیات ہیں۔ میاں احمد معصوم کی وفات ماہ
ذی القعدہ ۱۲۱۵ھ میں ہوئی ۶۳ سال کی عمر پائی۔ ان کی قبر ولایت پشاور میں ہے (بیت)

آنکہ از خاک پاک بیرون شد — باز در خاک پاک منزل کرد

(جو خاک پاک سے باہر نکلا اس نے پھر خاک پاک میں قیام کیا)

رحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ

(یہاں ص ۲۰۷ ۱۷۲ پر حضرت میر محمد شاہ ...... کے حالات لکھدینے چاہیئے۔

۷۔ حضرت میر محمد شاہ قدس سرہ

حضرت میر محمد شاہ بن حضرت میر عبدالرحمٰن بن حضرت شاہ غلام محمد بن
حضرت حاجی غلام معصوم ولی بن امام العارفین شیخ محمد اسمٰعیل ابن قیوم زمان
حضرت محمد صبغۃ اللہ بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی مجدد الف
ثانی رضی اللہ عنہم میر محمد شاہ مرید وخلیفہ اور حضرت قدس سرہ کے بھانجے تھے
بہت ہی صاحب کمال وارشاد تھے کشف اور خرق عادت رکھتے تھے حافظ
قرآن اور عالم تھے آنکھوں سے معذور تھے لیکن اسکے باوجود فراست و دیانت
کے مالک تھے حضرت قدس سرہ کی بشارتیں ان کے حق میں بہت تھیں اور بہت

زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ یہ جس شخص کو کوئی بشارت دیتے وہ غلط نہ ہوتا تھا۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ نے مخدوم زادہ میاں فضل حق کو ان کی عیادت کے لئے مامور فرمایا تھا۔ مخدوم زادہ کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ کھڑے ہوگئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ کو حضرت کی خوشبو آتی ہے ان کا ایک گھر پشاور میں اور ایک گھر قندہار میں تھا۔ اکثر پشاور سے قندہار اور قندہار سے پشاور تشریف لے جاتے تھے ان کے رفقائے سفر بیان کرتے ہیں کہ جب راہ میں کوئی درخت آتا تو کسی کے بتائے بغیر خود ہی اپنا سر جھکا لیتے اور اسکے نیچے سے گذر جاتے۔

غرض یہ کہ خرق عادات اور مکاشفات جو ان سے سرزد ہوتے ہی ان کو بیان کرنے کیلئے علیحدہ ایک کتاب کی ضرورت ہے ان کی وفات ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور پشاور میں اپنے دادا دنشاہ غلام محمدؒ کی قبر کے متصل آسودہ خاک ہیں رحمۃ اللہ علیہ

---

۸ حضرت میاں وجیہ احمد نور اللہ مرقدہٗ

یہ حضرت شیخ میاں غلام احمد بن حضرت میاں محمد روشن ضمیر بن حضرت شیخ فقیر اللہ بن حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم کے صاحبزادے ہیں حضرت میاں وجیہ احمد بھی حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے اس فقیر نے ان کو بھی دیکھا تھا مجھ کو اپنا فرزند کہکر پکارتے بہت ہی بزرگ اور بابرکت تھے۔ شریعت وطریقت پر ثابت قدمی میں بے مثل تھے بہت سے حقائق و معارف ان سے ظہور میں آئے تھے حضرت حاجی الحرمین الشریفین میاں وزیر احمد جو آپ کے ولد ارشد ہیں بقید حیات ہیں عالم ومتقی اور ایک بڑے شاعر ہیں ان کی غزل کا ایک دیوان بھی ہے تخلص وزیر ہے۔ حضرت میاں وجیہ احمد کی وفات پشاور

میں ۸ رشعبان ۱۲۲۱ھ میں ہوئی۔ (بیت)

زسال فوت او جستم من از عقل خرد گفتا بمن "با خواب راحت"

"با خواب راحت" ان کی تاریخ وفات ہے ان کی قبر حضرت قدس سرہ کی والدہ کے مقبرہ کے اندرونی حصہ میں پشاور میں ہے۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ

---

۹ حضرت میاں حامد رسا علیہ الرحمۃ

یہ حضرت میاں غلام ابراہیم بن حضرت محمد حق رسا بن حضرت خواجہ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعۃ عبید اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم علیہم الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپکی خالہ کے بیٹے تھے یہ مرد صادق، سادہ لوح صحیح الاعتقاد، کثرت سے عبادت گذار تھے ان کے چچا میاں غلام قاسم تھے جو ان کے والد بزرگوار کے عمر میں چھوٹے تھے اور ان سے ایک بیٹا باقی تھا۔ جس کا نام صدیق احمد تھا اور ان کو حضرت قدس سرہٗ نے داماد بنایا تھا۔ اور انکی عمر چھوٹی تھی۔ کوئی بیٹا ان سے نہ رہا ایک بیٹی ان سے باقی ہے جو میاں ولی سلمہ اللہ تعالےٰ کے نکاح میں ہے۔ حضرت میاں حامد رسا نور اللہ مرقدہ نے اپنے زمانہ کے بعض عزیزوں کی صحبت بھی پائی تھی اور حضرت خواجہ میر درد قدس سرہٗ جو کتاب مستطاب کے مصنف ہیں اور ان کی کئی تصانیف ہیں۔ اہل سعادت کے ان قبلہ سے برکت کی دعا حاصل کیا تھا اس حقیر کو اپنا فرزند کہکر پکارتے تھے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ اور چشتیہ کی تعلیم کی اجازت بھی دی تھی۔ اور خیر ورضامندی کی دعا کی تھی۔ امید ہے کہ ان کی دعا قیامت کے دن مجھ مفلس بدکار کے حق میں مفید اور کارگر ہوگی حضرت میاں حامد رسا قدس سرہ کی وفات ۱۲۲۴ھ کے بعد ہوئی ہے اور ان کی قبر پشاور میں

حضرت میاں سراج الاسلام علیہ الرحمۃ کے مقبرہ کے اندرونی حصہ میں ہے

۱۰۔ حضرت میاں نور مهدی قدس سرہٗ

یہ حضرت میاں رضا بن حضرت میاں محمدؒ بن حضرت محمد صدیق بن حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمدؒ معصوم علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں یہ بھی حضرت قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آنجناب ولایت مآب کے بھانجے تھے۔ یہ عالم و دانا و پختہ کار و تجربہ کار تھے اکثر اوقات حضرت قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ ہر قسم کی حکایتیں خصوصاً گذشتہ بزرگوں کی حکایات نقل کرتے تھے۔ تو یہ آپ کی باتوں کو غور سے سنتے تھے۔ طاعت و عبادت اور شرع پر ثابت قدمی اور سلوک طریقت میں پہلوان تھے۔ بزرگ اور بزرگ زادہ تھے خوبی اور پسندیدگی میں بلند درجات کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی اس فقیر کو فرزند کہا تھا۔ اور طریقہ نقشبندیہ و قادریہ اور چشتیہ میں اجازت عطا فرمائی۔ حضرت میاں فضل محمدؒ سلمہ اللہ آپ کے فرزندوں میں حد درجہ ممتاز ہیں ان کے دوسرے فرزند کا نام نیاز محمدؒ تھا جنکو حضرت قدس سرہ نے داماد بنایا تھا انہوں نے بخارا میں وفات پائی۔

حضرت میاں نور مهدی علیہ الرحمۃ کی وفات پشاور میں ۱۲۲۴ھ سنہ کے بعد ہوئی ان کی قبر بھی پشاور میں حضرت قدس سرہ کی والدہ کے مقبرے کے اندرونی حصہ میں ہے حضرت میاں ظہور مهدی قدس سرہٗ میاں نور مهدی کے بھائی تھے۔ آپ عالم اور حافظ کلام اللہ تھے آپ کی وفات جوانی کی عمر میں کابل میں ہوئی۔ یہ بھی حضرت قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

۱۱۔ حضرت میاں احمد بخش سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ حضرت میاں عبدالقدوس بن حضرت میاں عبدالقادر بن حضرت قبلہ عالم میاں محمد زبیر بن حضرت شیخ محمد ابوالعلا بن حضرت خواجہ نقشبند ملقب بہ حجۃ اللہ بن عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اللہ تعالیٰ اور ان سب کے فرزند ہیں۔ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ اور مرید ہیں۔ میاں احمد بخش سلمہ اللہ ایک مرد کریم ہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے اور حضرت قدس سرہ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ آنجناب کے بھانجے ہیں اس وقت بہت ہی معمر ہیں یہ ۱۲۳۰ھ میں حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے بلخ آئے تھے فقیر نے ان کی زیارت کی تھی۔ اور اس فقیر پر ہر قسم کی مہربانیوں اور دعائیں کیں۔ یہ فرماتے تھے کہ ہمارے جد بزرگوار حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے خلفا کے درمیان خواجہ محمد ناصر علیہ الرحمۃ سے زیادہ کوئی بزرگ نہ تھا اور یہ ہمارے جد بزرگوار کے صاحب سر تھے اسکے بعد حضرت میاں محمد آفاق سلمہ اللہ تعالیٰ سے اور میں میاں محمد آفاق سلمہ اللہ سے بھی طریقہ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ وغیرہ سے مجاز و مرخص ہوا۔

۱۲۔ حضرت میاں رضا احمد نور اللہ مرقدہ

یہ حضرت شیخ میاں غلام احمد بن حضرت شیخ میاں محمد روشن ضمیر بن شیخ رفیع اللہ بن شاہ محمد یحییٰ بن امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ابراہیم کے صاحبزادے ہیں اور حضرت قدس سرہ کے خلیفہ اور مرید تھے حضرت میاں احمد وجیہ

علیہ الرّحمۃ کے بھائی تھے۔ آپ زاہد و عابد، متواضع حلیم سلوک میں پختہ کار تھے حضرت قدس سرہ نے آپ کو آخر میں آقچہ بلخ میں خلیفہ بنایا تھا آپ اس فقیر پر بہت مہربان تھے اور فرزند کہتے تھے۔ کئی بار اس فقیر کے گھر آئے تھے ان کی وفات آقچہ میں جمادی الثانی سنہ ۱۲۲۰ھ ہوئی ان کی قبر آقچہ میں حضرت خواجہ کفش گران کی قبر مبارک کے پہلو میں زیارت گاہ ہے اور یہاں برکت حاصل کی جاتی ہے حضرت حاجی میاں وزیر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ان کے بھتیجے ہیں۔ ان کی وفات کی تاریخ سنہ ۱۲۰۲ھ محمد رضا ولی بود رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

میاں فرخ شاہ نامی ان کے ایک صاحبزادے تھے جو قابل دانا، اور جوان صالح اور طالب علم تھے ان کی وفات سنہ ۱۲۲۶ھ میں پشاور میں ہوئی اور ان کی قبر یہیں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

---

۴۳ خلیفہ مرزا سلیم نوّر اللہ مرقدہٗ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ پرانے پختہ کار اور تجربہ کار دوستوں میں سے تھے۔ قدر شناس، دانا اور معمّر تھے، حضرت قدس سرہ نے ان کو بھی خلیفہ جیو کا خطاب دیا تھا یہ اہل بخارا میں سے تھے زہد و پرہیزگاری، قناعت و دیانت، خلوص عقیدت اور صدق نیت میں بے نظیر تھے۔ حضرت قدس سرہ کے دربار میں بوریا کی طرح پڑے ہوتے وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ان کے حال خیر مآل کی شرح تھی فنا کے معنی ان میں صادق تھے اور بقا کا راز ان میں مطابق آیات ربانی میں سے ایک آیت اور عنایات صمدانی کی علامات میں سے ایک علامت تھی۔ مختصر یہ کہ کمال مجسّم اور ایک بڑی علامت تھے انہوں نے اس حقیر کو بھی اپنا فرزند کہا تھا وہ اپنے راز نہیں چھپاتے تھے ان کے تمام حالات بیان کرنے کیلئے ایک علیحدہ کتاب چاہیئے ہمیشہ اس بدکار کے حق

میں دعائے خیر کرتے تھے اور شفقت کا ہاتھ اس ناکارہ کے سر پر پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ کی عنایات سے امید ہے کہ کل حشر کے دن اسکا نفع مجھ پر ظاہر فرمائے گا اور مجھ کو صاحب باطن درویشوں کے زمرہ سے ناامید نہ کرے گا۔ ان کی وفات سنہ ۱۲۲۳ھ میں بخارا میں ہوئی اور ان کی قبر یہیں ہے۔

---

۴۴ خلیفہ عبدالرّحیم خوقندی علیہ الرّحمۃ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے اجلّہ خلفا میں سے تھے آپ نے ان کو تمام خلفائے سے ممتاز بنایا کر رکھا تھا مظہر کل، جان عالم اور روح قدس کا خطاب دیا تھا۔ انہوں نے اپنی دو بیٹیوں کو حضرت قدس سرہ کے دو صاحبزادوں یعنی حضرت میاں بزرگ سلمہ اللہ اور حضرت میاں فضل کریم علیہ الرّحمۃ کی زوجیت میں دیدیا تھا۔ حضرت قدس سرہ نے انکو دست مبارک سے ایک مکتوب لکھا تھا کہ اے فرزند اس سے زیادہ تمہارا اخلاص کیا ہوگا کہ تم نے اس فقیر کے دو بیٹوں کو داماد بنا لیا ہے یہ عالم و فاضل، متقی، صالح، متشرع اور صاحب کرامات و آیات تھے ان کا وجود اس قحط الرّجال کے دور میں اور ملک اور زمانہ میں بہت غنیمت تھا۔ ان کی وفات سنہ ۱۲۳۲ھ میں ہوئی جس سال حضرت قدس سرہ کی وفات ہوئی ان کی قبر غلینات میں ہے جو خوقند کا ایک علاقہ ہے لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ مستجاب الدّعا تھے جب سنا کہ حضرت قدس سرہ عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کی فوراً دعا کی اور کہا کہ خدایا اب مجھے زندگی نہیں چاہیئے کیونکہ میری روح بدن سے نکل گئی ان کی دعا قبول ہوئی اور قریبی عرصہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ صوفی خواجہ صدیقی برد اللہ مضجعہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے خلفا میں سے تھے ان کے مکتوبات و مراسلے لکھدیتے تھے مشائخ کرام کے اسماء کے شجرہ کی کتابت ان کے سپرد تھی۔ برسوں حضرت قدس سرہ کے درگاہ عالم پناہ میں بخارا میں پڑے رہے اور آپ کے لنگر سے کھانا کھاتے رہے۔ ان کی عمر تقریباً سو سال ہوئی۔ ان کے وفات محرم ۱۲۲۸ھ میں ہوئی اور انکی قبر بخارا میں ہے۔

۱۶۔ داملا نفس بخاری علیہ الرحمۃ

یہ حضرت قدس سرہ کے مریدوں اور خلفا میں سے تھے عالم باعمل فاضل کامل متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کا کچھ حال پہلے بیان ہو چکا ہے ان کی وفات اوائل ماہ جمادی الثانی ۱۲۳۱ھ میں بخارا میں ہوئی اور وہیں ان کی قبر بھی ہے۔

۱۷۔ خلیفہ فاضل بیگ نور اللہ مرقدہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مریدوں اور خلفا میں سے تھے ابتداء میں سپہگری کرتے تھے لیکن آخر میں انہیں توفیق حاصل ہوئی تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر خلیفہ صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے جو حضرت سید موسیٰ خان خواجہ دہ بیدی قدس سرہ کے خلفائے کبار سے تھے ان سے اجازت حاصل کی۔ پھر حضرت اخوند ملا توزی علیہ الرحمۃ کی اجازت سے حضرت قدس سرہ کے مرید ہوئے اور آپ کے نامور خلفا میں سے ہوئے حضرت عالی درجات ان کو محبوب رکھتے تھے اور حضرت امیر المومنین میر حیدر سلطان غازی

مد ظلہ العالی ان سے بہت ہی محبت و عقیدت رکھتے تھے آخر میں بصارت زائل ہو گئی تھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے کسی مصلحت کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ نور نظر زائل ہو جائے۔ ایک دن یہ فقیر ان کی صحبت میں حاضر تھا وہ اس فقیر کی طرف متوجہ تھے حکایات بیان کر رہے تھے۔ کہ اچانک مراقبہ میں چلے گئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر اس فقیر سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے میرے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا اور یہ بیت پڑھا (بیت)

ہمچو نابینا بہر سوئی دست // یا تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست

(نابینا کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لے جا کملی کے نیچے تیرے ساتھ جو کچھ ہے وہ ہے)

اس فقیر کو فرزند کہا تھا اور ہمیشہ دعائے خیر کرتے تھے بشارتیں سناتے اور تسلیاں بہت زیادہ دیتے تھے

لطف شان بمن کمینہ بی غایت بود // شاید بکار در آں روز جزا کار آید

(مجھ کمینہ کی طرف ان کی بے انتہا مہربانی تھی شاید کہ یہ روز جزا میں کام آئے)

ان کی وفات بخارا میں ۱۲۲۳ھ کے بعد بخارا میں ہوئی اور وہیں انکی قبر ہے۔ رحمۃ اللہ سبحانہ

ملا محمد صالح عطار سلمہ اللہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مریدوں اور خلفا میں سے ہیں جو بقید حیات ہیں صالح اسم با مسمّیٰ ہیں۔ صرافان بخارا میں انکی عطاری کی دوکان تھی جس وقت یہ فقیر صرافان میں داخل ہوتا تو ان کی نسبت اس فقیر پر بے اختیار غالب آ جاتی۔ علم قرات میں بہت ماہر ہیں اور سلوک میں پختہ کار ہیں تو وہ خلیفہ قیوم کے مرید اور خلیفہ تھے جو سید موسیٰ خان خواجہ دہ بیدی قدس سرہ کے خلفا میں سے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت قدس سرہ کے مرید ہوئے آنجناب ان پر بہت زیادہ توجہ فرماتے اور مہربانی کرتے۔ اور ان کو طریقہ نقشبندیہ میں مجاز و مرخص کیا تھا۔

اور یہ عطاء اللہ خواجہ مرحوم بن عباد اللہ خواجہ بن نعمت اللہ خواجہ بن رحمت اللہ

خواجہ بلیحی حسینی علیہم الرحمۃ ملا محمد صالح کے مرید اور خلیفہ تھے سننے میں آیا ہے کہ ملا محمد صالح ایک مدت سے فالج کے مرض مبتلا ہیں۔

خوابم ببستد از دیدہ ازیں فکر جگر سوز　　کآغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

(اس جگر سوز فکر کی وجہ سے آنکھ سے نیند چلی گئی کہ کس کی آغوش تیری خوابگاہ ہوئی)

(صلح اللہ تعالیٰ احوالہ فی الدارین (آمین یارب العالمین)

۱۹۔ اخوند ملا نیاز محمد مفتی بخاری علیہ الرحمۃ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مریدوں اور خلفا میں سے تھے بخارا کے قصبہ فغان زئی سے تعلق رکھتے تھے بہت ہی پرہیزگار زاہد اور مرتاض تھے دیندار علماء اور نامور فضلا میں سے تھے ان کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں بارہ کتابیں علم دین میں تصنیف کی ہیں مثلاً کتاب عجائب الملہمات، خزائن العبادات، درر التنزیل، علم لغت میں۔ اور سیرۃ الاتقیا علم صوفیہ میں وغیرہ یہ زبدۃ الفضلا و ملا ایاز اور عمدۃ الاکبرا و ملا عیسیٰ علیہ الرحمۃ کے شریک درس رہے ہیں ہر علم و فن میں دریائے مواج تھے ان کی وفات سنہ ۱۲۳۰ھ کے بعد ہوئی ان کی قبر قصبہ فغان زئی بخارا میں ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ)

۲۰۔ خلیفہ عبدالرحیم فضلی پشاوری سلمہ اللہ

ملقب بہ حافظ جیو صاحب بن ملا خان محمد پشاوری مرحوم یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مقبولوں اور مریدوں میں سے ہیں حضرت قدس سرہ اپنے مکتوب میں انکو فرزندی لکھتے تھے۔ اور حضرت میاں شاہ فضل قادر سلمہ اللہ کے استاد ہیں۔ عالم فاضل، فقیہ و محدث و مفسر ہیں علم عربی میں قوی ہیں۔ زہد و تقویٰ اور استقامت میں بے نظیر ہیں رسائل کثیرہ کے مصنف ہیں ہر فن میں گفتگو کی ہے اور اکثر اوقات زہد و انقطاع سکوت اور تنہائی میں گزارتے ہیں حضرت قدس سرہ نے ان کو سنہ ۱۲۲۰ھ میں قصبہ بلخ میں خلیفہ مقرر کیا تھا اور آپ کا اٹھارہ سال سے وہاں خلیفہ ہیں اور دوستوں کو شرائع و احکام طریقت کی تعلیم دیتے

ہیں اس فقیر کے استادوں میں سے ہیں کئی بار ولایت مزار فیض آثار میں اس فقیر کے گھر تشریف لائے ہیں۔

۲۱۔ ملا میرزا گل خلمی نور اللہ مرقدہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مقبول خلفاء میں سے تھے اور آپ نے ان کو مظہر کل صفات کا خطاب دیا تھا مولانا علم و فضل و کمال، حال و قال، توفیق و استقامت، کرامت و فراست، حیا و مروت اور سخاوت میں اپنے ہمعصروں سے بازی لے گئے تھے ان کی کئی معتبر تصانیف ہیں ان کی غزل کا ایک دیوان بھی ہے تخلص طیب رکھتا تھا بات بہت بلند کرتے تھے۔ (بیت)

طیب از دنیا و عقبیٰ رضائی او بس است　　رو مشاہد باش جانان را ورائے این و آن

(طیب دنیا و آخرت میں اسکی رضا کافی ہے۔ این و آن کے پیچھے محبوب کا مشاہدہ کر)

۲۲۔ ملا حسین پروجی سلمہ اللہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے خلفاء اور مریدوں میں سے ہیں۔ انہوں کا بیان ہے کہ میں پہلے ہندوستان میں کئی سال تک سپہگری کرتا رہا اور فرنگی کا ملازم تھا لیکن آخر کار ایک قومی جذبہ اور جنون مفرط مجھ پر غالب آگیا۔ اور مجھ کو اپنے آپ میں نہیں رہنے دیا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی راہ لی آخر ایک شخص نے مجھ سے کہا اے حسین علی اگر تو نے بے سر زندگی کی۔

تو بے سر ہی رہیں گے۔ یہ کہکر غائب ہو گیا اسکی اس بات سے میرے دل میں آگ لگ گئی اور اپنے کاروبار سے دل سرد ہو گیا۔ میں چل پڑا اور حضرت قدس سرہ کی صحبت شریف میں پہنچا اور دل و جان سے مرید ہو گیا ایک مدت تک میں طہارت کا پانی آپکو دیتا اور خدمت کرتا رہا اکثر راتوں کو میں اپنی انگلی کو چیر کر نمک ڈال دیتا تاکہ نیند نہ آنے پائے جب آپ کا وقت آخر آیا تو مجھ سے راضی ہو کر رخصت ہوئے میں آپکو غسل دینے

وقت غسّال کے ساتھ پانی دینے میں مدد کر رہا تھا۔ غسل کے وقت قریب تھا کہ آپکا ستر
کھل جائے اس وقت میں نے دیکھا کہ اسی کپڑے کو جو آپ کے ستر پر رکھا تھا اپنے
دست مبارک سے پکڑ کر اپنے ستر پر رکھ لیا اور آخر تک آپ کا ہاتھ ستر کی حفاظت کیلئے
وہیں رہا تاکہ ستر نہ کھلنے پائے اور میں نے دیکھا کہ آپ نے چشم مبارک پورا کھول کر مجھکو دیکھا
میں نے عرض کیا کہ میں بندہ حسین علی ہوں مجھ پر گریہ طاری ہو گیا تو آپ مسکرائے
اور آنکھ بند کر لی۔ آپ کے سینہ پر جو پانی جمع ہو گیا تھا اس فقیر نے اسکو پی لیا باوجود
یکہ وہ علم ظاہری نہیں رکھتے تھے لیکن اس طائفہ کے علوم سے باخبر ہو گئے تھے
شاید یہ اسی پانی پینے کی برکت سے تھی۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ اسی غسل کے اثنا میں آپ عقد انامل کر رہے تھے آپ کی
زبان پر ذکر جاری اور دونوں ہونٹ متحرک تھے جس طرح زندگی کے ایام میں متحرک
رہتے تھے اس خبر صادق کے مصداق کہ کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (جیسی زندگی
گذارو گے ویسے ہی مرو گے) آپ سے یہ عمل صادر ہوا جب قبر میں آپ کو رکھا تو
قبل اسکے کہ آپکا چہرہ قبلے کی طرف کیا جائے آپ کا چہرہ خود بخود قبلہ کی طرف ہو گیا
اور اس قسم کی چیزیں وقوع میں آئیں ہم چودہ آدمی تھے جو ان اسرار کا مشاہدہ کر رہے تھے
ایک اور شخص سننے میں آیا کہ اس دوران دست مبارک بھی دعا کے لئے اٹھایا
تھا۔ واللہ اعلم۔

یہ (ملا حسین) کچھ دنوں تک پشاور میں حضرت قدس سرہ کے مزار فیض آثار
پر مجاور رہے اور حضرت میاں اولیاء سلمہ اللہ کی خدمت کرتے رہے۔

۲۳۔ حاجی محمد داغستانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی حضرت قدس سرہ کے خلفا اور مریدوں میں سے تھے قرآن عربوں کے لہجہ
میں اور فصاحت لسانی کے ساتھ ادا کرتے تھے کہ جب حضرت قدس سرہ کی بزرگی کی شہرت
داغستانی (جو مملکت روم کی اراضی ہے) سے سن کر حرمین شریفین اور بلاد یمن میں

آیا تو مکہ معظمہ میں فضیلت پناہ قاضی عبدالحفیظ، شیخ عبدالرسول، شیخ محمد صالح
اور شیخ علی یمنی نے مجھ کو متعین کیا کہ جب حضرت قدس سرہ کی صحبت سے
مشرف ہو تو ہم مہجوروں کا عرض اشتیاق اس ذات عالی شان تک پہنچا دینا۔ اور
عرض کرنا کہ ہم لوگوں کو اپنے مریدوں میں سے جانیں۔ شیخ عبدالرحمن بن سلیمان
الیمن نے بھی سفارش کی جب حضرت قدس سرہ بخارا سے پشاور آخری بار آئے
اسکے بعد پھر بخارا نہیں گئے میں پشاور میں آپ کی خدمت میں تھا اور ایک مدت تک آپ
کی خدمت میں رہا۔ ان عزیزوں کا عرض بھی آپ کی خدمت میں پہنچا دیا تھا اجازت
ارشاد کے بعد ایک مکتوب خود اپنے دست مبارک سے تبرکاً اس جماعت کو لکھا اور
میرے ہاتھ میں دیا کہ لے جائیں اور ان کو پہنچا دو۔ حاجی محمد مذکور پشاور سے بخارا آئے
اسی دوران اس فقیر کی حویلی میں بھی آتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت قدس سرہ
کے مثل میں نے روم اور بلاد عرب میں کسی جگہ نہ دیکھا اور نہ سنا جب یہ بخارا گئے
تو کچھ مدت تک حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے مزار پر رہے حضرت امیر المومنین
میر حیدر سلطان غازی مدظلہ بھی ان پر نظر التفات کرتے اور محبت سے پیش آتے
وہاں سے ازدرخان کے راستے روم گئے پھر معلوم نہ ہو سکا کہ آیا وہ بقید حیات ہیں
یا نہیں۔ اللہ ہی کو معلوم ہے ان دونوں مکتوب کا مضمون بعینہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مکتوبِ اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْجَنَّۃَ دَارًا لِّلْمُتَّقِیْنَ وَجَعَلَ النَّارَ مَثْوًی
لِّلْکَافِرِیْنَ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
اَجْمَعِیْنَ آمِیْنَ ثُمَّ اِنَّ مِنَ الرَّاجِیْ نِہَایَۃَ التَّقَرُّبِ بِالْمَوْلٰی اِلٰی اَھْلِ مَکَّۃَ

المبارکةِ والی مشائخه والی علمائه خصوصًا الی کبرآءِه منهم القاضی عبدالحفیظ وشیخ عبدالرسول وشیخ محمّد صالح وشیخ علی بنبی غفرالله لهم سلام کثیر ودعاءُ غفیر منّی آمین یا معین وبعدُ فمرادُنا اله علی ان تکونوا من الذین لاخوفٌ علیهم ولاهم یحزنون ایّها الاخوان اوصیکم بتقوی الله ومقصودی شریعة الرسول المقبول صلّی الله علیه وسلم اتتکم من الله توبوا الی الله توبةً نصوحًا واشتغلوا بذکر الله ولاتکونوا من الغافلین فالغفلة من من الشیطان فادعوه بذکر الرحمٰن۔ فانّ استخبرتم عن هذا الفقیر فیذطی فی قلبه نار الاشتیاق لزیارة بیت الله الکریم ولایوافق ارادة الله سبحانه وتعالٰی فالمرجوّ من کرمِ الاحیم ان لاتنسونا من دعاءِ الخیر ونحن کذٰلک فالاجتهاد منّا والقبول من الله سبحانه وتعالٰی ثمّ اعلام لکم فان حامل السلام اخی الصالح حاجی محمّد داغستانی کان من تلامیذینا واکتسب منازل السلوک ترتیبًا وتدریجًا واجزت له اجازة التعلیم والترشید فمن اراد السلوک والارشاد فلیکفیه بعنایة الله تعالٰی وبعده هو خلیفتی علیکم اللّٰهمّ انصر من نصر الدین واخذل من خذل الدین فانصرنا علی القوم الکافرین آمین یا ربّ العالمین۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے جنت کو متقین کیلئے گھر بنایا اور آگ کو کافروں کیلئے ٹھکانا بنایا۔ پھر صلوٰۃ اسلام اس کے رسول محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے تمام آل واصحاب پر آمین۔ پھر یہ کہ مکّہ مبارکہ کے باشندوں اور وہاں کے علماء مشائخ خصوصًا وہاں کے اکابرین جن میں قاضی عبدالحفیظ۔ شیخ عبدالرسول، شیخ محمّد صالح شیخ علی بنبی غفراللہ لہم شامل ہیں ان کے لئے تقرّب خداوندی کا امیدوار ہوں۔ ان سبھوں کو میری طرف سے بہت بہت سلام ودعا آمین اے مدد کرنے والے بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ ہمارا بلند مقصود یہ ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن پر نہ تو خوف ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ برادران من! میں تم کو تقویٰ کی وصیّت کرتا ہوں۔ یعنی

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہے اللہ کی خدمت میں توبہ کرو سچی توبہ، اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔ غافلوں میں سے نہ ہو کیونکہ غفلت شیطان کی طرف سے ہے اس لئے اسکو رحمان کے ذکر کے ذریعے دفع کرو۔ تم نے اس فقیر کے بارے میں دریافت احوال کیا ہے اس کے قلب میں بیت اللہ کی زیارت کا شوق بھڑک اٹھا ہے لیکن اسکا ارادہ اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کے ارادے کے موافق نہیں ہوتا ہے اس کریم سے امید ہے کہ تم مجھ کو دعائے خیر میں فراموش نہ کروگے ہم اسی طرح دعا کرتے رہیں گے کوشش اپنی طرف سے ہے اور قبولیت اللہ کی طرف سے ہے پھر تمہیں معلوم ہو کہ سلام لانے والے میرے صالح بھائی حاجی محمد داغستانی میرے شاگردوں میں سے ہیں اور منازل سلوک ترتیب وتدریج کے ساتھ حاصل کئے ہیں میں نے ان کو تعلیم اور ترشید کی اجازت دیدی۔ اس لئے جو شخص سلوک وارشاد کا طالب ہے اللہ کی عنایت سے وہ اسکے لئے کافی ہوں گے یہ تم پر میرے خلیفہ ہیں یا اللہ اسکی مدد کر جس نے دین کی مدد کی۔ اسکو چھوڑ دے جس نے دین کو چھوڑ دیا کافروں کی قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما آمین یا ربّ العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب دوم

الحمد لله الذی جعلنا من امّة محمّد علیه الصلوٰة والسلام وعلی آله واصحابه الی یوم القیام فبعد الحمد والصلوٰة والسلام السلام علیکم وعلی من لدیکم ثمّ ان الاخ الصالح محمّد الداغستانی فبلغ سلامکم وقال رجال کامل اسمه الشیخ عبدالرحمٰن ابن السلیمان الیمانی طلب منکم اجازة الطریقة العلیة النقشبندیة قبلت سؤالکم واجزت لکم اجازة التعلیم الطریقة النقشبندیة وامّا فان هذا الاخ الصالح المذکور اخذ منّی الطریقة واکتسب منازل السلوک ترتیبًا وتدریجًا واجزت

لَهٗ اجازۃ التعلیم والترشید فحینئذٍ مناسب لکم ان تتعلموا من ید لا بنیابۃ
من هذا الفقیر واکتسبوا منازل السلوک ترتیبًا وتفصیلًا ثلٰوث
اربعین بعد اقلت مدۃ ثم اشرعوا بالارشاد وارجو ان الله سبحانه
وتعالٰی ان یؤتیکم تاثیرًا عظیمًا بحرمۃ النبی واٰله الامجاد علیه الصلٰوۃ
والسلام علیکم وعلٰی سائر من اتبع الهدٰی والتزم متابعۃ المصطفٰی
علیه وعلٰی اٰله الصلٰوۃ والسلام اتمها واکملها

(سب تعریف اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے بنایا سلام ہو ان پر ان کے اولاد و اصحاب پر قیامت کے دن تک بعد محمد و صلوٰۃ و سلام کے سلام ہو تم پر اور جو تمہارے پاس ہیں واضح ہو کہ برادر صالح محمد داغستانی نے تمہارا سلام پہنچایا اور کہا کہ ایک مرد کامل جن کا نام شیخ عبد الرحمن بن سلیمان یمانی نے تم سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت طلب کی ہے میں نے تمہارا سوال قبول کیا اور تم کو طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی اجازت دی اس برادر صالح مذکور نے مجھ سے طریقہ اخذ کیا ہے اور منازل سلوک ترتیب و تدریج کے ساتھ حاصل کئے ہیں میں نے اسکو تعلیم و ترشید کی اجازت دیدی ہے اس لئے تمہارے لئے مناسب ہے کہ اس کے ہاتھ سے اس فقیر کی نیابت میں تعلیم سیکھو اور منازل سلوک ترتیب و تدریج کے ساتھ حاصل کرو تین چلے مشغول رہو پھر ارشاد شروع کرو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تاثیر عظیم عطا کریں گے نبی اور آپ کی اولاد امجاد علیہم الصلوٰۃ کی حرمت سے سلام تم پر اور اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اتمہا واکملہا کی متابعت کو لازم پکڑا)

ستر ھواں باب

آپ کے بعض صالح مریدوں کے مختصر حالات

جاننا چاہیئے کہ حضرت قدس سرہ کے صالح مریدوں مخلصوں کی تعداد کسی کو نہیں معلوم کہ کتنی ہزار ہیں جو وہ علماء میں سے ہوں یا عوام میں سے ہوں اور کس ملک میں ہوں۔ منجملہ ان علماء عوام کے جو صالح ہیں اور فقیر کے ذہن میں معلوم ہیں۔ اور ہمارے شناسائی ہے ان کو ہم قید تحریر میں لاتے ہیں تاکہ انصاف پسند ناظرین اور رحمدل دوست اس جماعت کے حق میں دعائے خیر کریں اور فاتحہ پڑھیں اور میں خیر کی طرف رہنمائی کرنیوالا ہو جاؤں، آثار میں مروی ہے کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (خیر کا راستہ بتانیوالا اس کے کرنیوالے کی طرح ہے)۔

چو شادی کنم ارواح رفتگان شاید
کسان رسند بر ارواح نیز شاد کنند

(جب میں جانے والوں کی ارواح کو خوش کرتا ہوں شاید ان میں کوئی ایسے اشخاص ہے جو وہ میری روح کو بھی خوش کرے)

حضرت قدس سرہ کے بخارا کے وہ مرید جو میرے ذہن میں ہیں خواہ وہ خلیفہ ہوں یا نہ ہوں لیکن صالح اور اکابر علماء میں سے تھے وہ یہ ہیں۔

حضرت واملا قربان بدل مرحوم، حضرت استاد واملا اخوند جان مرحوم جنہوں نے ۱۲۲۲ھ میں وفات پائی، حضرت قاضی مرزا شمس الدین بلخی ما فیروز بخچی انہوں نے شنبہ ماہ شوال ۱۲۲۸ھ میں سال مرغ اور موسم میزان میں وفات پائی ان کی قبر واملا قدس سرہ کے مزار کے جوار میں ہے۔ قاضی ہروی مرحوم ترکمان حضرت آیو نصر خواجہ مرحوم، حضرت آخوند واملا فقیر محمد خوقندی سلمہ اللہ تعالیٰ، حضرت واملا عبد الغفور، حضرت واملا مرزا معلم شاہ بلخی، جان تورہ بن افغان خواجہ بن حضرت موسیٰ خان خواجہ دہبیدی قدس سرہ

نہنگ میں ہوئی۔ تیسرے دن موسم حوت تھا کم و بیش ۸۰ سال عمر پائی ان کی قبر ولایت قصبی میں سے جو قرشی کے اعمال میں سے ہے۔ عبدالعزیز خواجہ بن میر عبدالعظیم خواجہ حیدری جنہوں نے دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت ۲۵ رجب المرجب ۱۲۲۴ھ میں اور سال مرغ کے ابتدا میں ۲۶ ویں حوت کے موسم میں شبرغان میں وفات پائی۔ ان کی قبر ولایت مزار فیض آثار میں اپنے مقبرہ میں ہے۔

حضرت نقیب سید پارسا خواجہ میر حیدری بن سید بادشاہ خواجہ میر حیدری مدظلہ کہ اس وقت حاکم بلخ ہیں اور صالح و متقی اور اپنے نام کے مطابق پارسا ہیں سلمہ اللہ حضرت اخوند و ملا قاضی نیاز محمد قندوزی سلمہ اللہ تعالے جو ۱۲۲۱ھ میں قندوز سے بلخ آئے اور حضرت قدس سرہ کے مرید ہوئے شرف الدین خواجہ حسینی مزاری انہوں نے سہ شنبہ کے دن ۲۸ شعبان ۱۲۲۳ھ میں وفات پائی ترکوں کے حساب سے موش کا سال تھا۔ ان کی قبر ولایت مزار میں ہے میر صالح خواجہ بن خواجہ بہادر خواجہ بلخی مزاری جو پیر کے دن ۲۳ شعبان ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ یہ ترکوں کے حساب سے ۲ اسد تو سک تھا۔

۱۲۳۳ھ ان کی قبر مزار فیض آثار قاسم خان کے مقبرہ میں ہے۔ و ملا میر علی قبادیانی جنہوں نے دوشنبہ شب ۹ رجب ۱۲۳۴ھ میں ولایت مزار میں وفات پائی۔ ترکوں کے حساب سے سال خرگوش تنور کا تیرہواں موسم تھا۔ ان کی قبر مزار میں ہے، صوفی خان میر یلح بن رحمت بیگ حاکم آقچہ جو جمعہ کے دن ۱۸ جمادی الاولی ۱۲۳۵ھ میں قتل ہوئے سال خرگوش اور حوت کا ۱۴ اول دن تھا۔ حضرت و ملا خیر اللہ مالوی انہوں نے ۱۲۲۴ھ میں بلخ میں وفات پائی ان کی قبر مال مول میں ہے جو کوہستان بلخ کا ایک دیہات میں سے ہے۔ حضرت و ملا جانی بیگ جو آج کل میمنہ خیوہ میں رہتے ہیں۔ و ملا عوض باقی مرحوم خلمی۔ و ملا میر فیض اللہ مفتی خلمی مرحوم، اخوند میر عادل خلمی و ملا قلندر شاہ خلمی، سیادت پناہ حضرت قاضی میرزا نبات خلمی مزاری کہ آج کل تاش

جواب ہی زندہ ہیں۔ سلطان خان تورہ احراری کی اب خوقند میں بقید حیات ہیں۔ و ملا طغائے مراد قاری بلخی جو حافظ قرآن اور حضرت امیر معصوم غازی انار اللہ برہانہ بن امیر دانیال مرحوم کے پیش امام تھے۔ و ملا ابوالقاسم مرحوم درووازی، و ملا مرزا اخوند مرحوم و ملا میر حسن تاشقندی، و ملا سہراب درووازی۔ ملا رحمان قل مجذوب خوقندی اخوند ملا خضر مخدوم، ملا حبیب اللہ بن و ملا محمد امین قلم مرحوم نجاری آخوند شاہ محمد مرحوم جنہوں ۱۲۲۲ھ میں وفات پائی۔ اور ان کی قبر بخارا میں ہے حاجی شریف میرک خواجہ، ملا عبدالمؤمن، حاجی گل دیوان بیگی، حضرت و ملا قاضی میر عبداللہ جنہوں نے ۱۲۳۹ھ میں بخارا میں وفات پائی۔ حضرت و ملا عیسیٰ جنہوں نے ماہ محرم ۱۲۳۹ھ میں ترکوں کے حساب سے سال گوسفند میں وفات پائی حضرت و ملا میرک خواجہ مرحوم انہوں نے ۱۲۳۸ھ میں وفات پائی۔ و ملا احمد جان خجندی رحمۃ اللہ علیہ و ملا فرہاد بلخی انہوں نے بھی ۱۲۳۸ھ میں بخارا میں وفات پائی۔ قلندر خان خواجہ جویباری یعقوب خواجہ جویباری جو حضرت امیر جنت مکانی کے بھانجے تھے محمد یوسف خواجہ نقیب مرحوم جن کے نکاح میں حضرت امیر حیدر سلطان غازی کی حقیقی بہن تھیں۔

مرزا عالم بخاری، و ملا محمد شریف آغا نامی، و آ ملا بیگ نزدی مرحوم جو حضرت اخوند ملا سیف اللہ کے داماد تھے ان کی وفات ۱۲۲۲ھ میں ہوئی و ملا مرزا عبید مرحوم، برہان خواجہ نسفی، حضرت مخدوم قاضی عبدالحی بن اعلم سمرقندی سلمہ اللہ کہ اس وقت سمرقند میں بہت بزرگ اور غنیمت ہیں اور کئی سال سے فالج کے مرض میں مبتلا ہیں۔ و ملا ربیع اعلم۔ ملا قربان باقی قاری ملا نیاز محمد دیوان ملا میر قربان تاشکندی، ملا نور اللہ قاری۔ ملا بابا، ملا توقس قاری عبداللہ خواجہ بلخی، ملا خواجہ بلخی، حاجی خان میرزائی مرحوم اچکلی، میر سید بادشاہ خواجہ میر حیدری جو آقچہ کے حاکم تھے ان کی وفات بروز شنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ میں آقچہ میں ترکوں کے حساب سے سال

قرر غان خلم میں قاضی ہیں سلمہ اللہ تعالےٰ ۔ شریف خواجہ بن موسیٰ خواجہ مزاری
انہوں نے ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی ۔ صوفی عارف بن ملا شریف شنبہ کے دن
۲ر ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ میں ولایت مزار فیض آثار میں وفات پائی ۔ سیادت
پناہ حضرت و املا قاضی میرزا احمد مجذوب مزاری جو اس کاتب الحروف کے
بھانجے اور اس وقت ولایت مزار قاضی ہیں سلمہ اللہ اور ان کے بھتیجے
فضیلت آثار قاری میرزا اسد اللہ جو حافظ قرآن ہیں حافظ لطف اللہ سیالکوٹی
مرحوم حافظ دوست محمد مرحوم سیالکوٹی ثم کابلی بن حافظ لطف اللہ سیالکوٹی
ملقب بہ حافظ جیو صاحب کہ ۱۲۲۷ھ میں کابل میں وفات پائی رحمۃ اللہ ۔
اخوند ملا عاشور محمد شور بلاقی مرحوم جنہوں نے شنبہ کے دن ۵ر رمضان ۱۲۳۸ھ
میں وفات پائی اور ان کی قبر قریہ تنورک میں حضرت اخوند ملا دولت قدس سرہٗ
کے مزار کے جوار میں ہے آخوند ملا عاشور محمد فلمی جو کہ اس وقت ولایت مزار
میں اپنی مسجد کے امام ہیں اور میرے برادر رشد ہیں دیانت آثار حاجی عبدالحمید
مزاری بن اخوند ملا خلیج مزاری سلمہ اللہ تعالےٰ اخوند ملا عزیز مرحوم حلمی ،
و آملا میرزا عالم خواجہ انہوں نے یکشنبہ ۲ر جمادی الاول ۱۲۲۹ھ سال مرغ
میں بارہویں شور میں وفات پائی ۔ ان کی قبر بلخ کے ایک قریہ کمچی بلتیہ نامی
میں ہے ۔ قائم خواجہ بن سید خواجہ بن موسیٰ خواجہ مزاری انہوں نے
دوشنبہ کی صبح ۷ر رجب ۱۲۲۸ھ سال مرغ تیرہویں سرطان میں وفات
پائی ان کی قبر ولایت مزار میں مقبرہ قاسم خان میں ہے ۔ صوفی قربان باقی قرہ
عجلکی انہوں نے جمعہ کے دن ۱۵ر جمادی الاول ۱۲۳۸ھ میں وفات پائی
اخوند ملا یوزما لے قرہ عجلکی ، اخوند ملا میرزا شاہ بدخشی مرحوم انہوں نے
چہارشنبہ کی صبح ۱۵ر رمضان اور پندرہویں سرطان ۱۲۳۴ھ سال خرگوش
میں ولایت مزار میں وفات پائی ان کی قبر مقبرہ قاسم خان میں ہے یہ ایک
متشرع دیندار ، خدا ترس ، صاحب استقامت اور کشف تھے اور مدینہ

طلبہ کے اسرار اُن پر ظاہر ہو گئے تھے رحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ ۔
نور چشمی میرزا یونس خان بن میرزا یوسف خان بن میرے والد شریف
میرزا عزیز خان متولی ۔ انہوں نے دوشنبہ کے دن ۱۷ر شوال ۱۲۳۱ھ انیسویں
سنبلہ سال موش میں شیر آباد میں وفات پائی وہاں سے ولایت مزار فیض آثار
میں لاکر حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار کے جوار میں دفن
کیا انکی عمر ۳۰ سال کی تھی محمود خواجہ سلمہ اللہ بن بہادر خواجہ مرحوم دیانت آثار
قاضی ملا نیاز محمد شادیانی ان کے صاحبزادے ملا عبدالرحیم جو اس وقت دونوں
بقید حیات ہیں ۔ اخوی صوفی ملا ارتسوق جو حضرت قدس سرہٗ کے قدیم دوستوں میں
سے ہیں اور اس فقیر کے ساتھ ۱۲۱۴ھ میں حضرت قدس سرہ کے خدمت میں
حاضر ہوئے تھے حضرت شاہ میاں و فضل اللہ جیو سلمہ اللہ کہ ان کا نام محمد صادق
رکھا ہے اور ابھی بقید حیات ہیں ۔ دیانت اور تقویٰ میں ہمعصروں سے ممتاز
ہیں سلمہ اللہ بس اسی قدر کافی ہے تا کہ پڑھنے اور سننے والے کو ملال نہ
ہو

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(میں نے تھوڑا سا غم دل تم سے کہا ہے ڈرتا ہوں کہ تم دل آزردہ ہو جاؤ گے
ورنہ بات تو بہت ہے)

باب اٹھارواں ۱۸

اسکاتب حروف کا مختصر حال

معلوم ہو کہ اس فقیر حقیر عفی اللہ عنہ کی پیدائش دوشنبہ کے دن غروب آفتاب سے پہلے غرۂ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۱۹۵ھ سال بقر موسم اسد میں ہوئی اس سال کہ سنہ ۱۲۴۹ھ ہے اس احقر کی عمر ۵۴ سال ہے جب سات سال کی عمر ہوئی تو والد بزرگوار نے مجھ کو مکتب میں بھیجا ۹ سال کی عمر ہوئی سواد خوان ہوا اسکے بعد علوم کی تحصیل شروع کی۔ صرف و نحو، منطق و کلام اصول و فروع تفسیر و حدیث، فقہ۔ معقولات و منقولات فرائض اور تجوید وغیرہ بقدر نصیب حاصل کیا۔

پہلے سیادت پناہ حضرت استاد ملا زی و ملا امان خواجہ بن میر بادشاہ خواجہ خطیب روضہ ان کے بعد ملا امام بردی عرب مرحوم ما پھر ملا میر صالح خواجہ بن ملا نصیر خواجہ حسینی سے پڑھا۔ جب فضل و کمال کی طلب ہوئی تو حضرت مولوی عاشور بیگ بلخی علیہ الرحمۃ حضرت مولانا عبدالرحیم غلمی بن ملا محمد رحیم سلمہ تعالے، حضرت اخوند ملا احمد جان خجندی سے پڑھا یہ حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ ایوب خجندی کے شریک درس تھے۔ ان کے بعد حضرت استاذی مولانا اعظم قاضی میر سمیع مزاری علیہ الرحمۃ سے علوم کی تحصیل کی ان سے میں نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ یہ صاحب علم حال و قال تھے ان کے بعد حضرت حاجی میر سیف الدین سلطان پوری قدس سرہ سے دینی علوم حاصل کئے قصیدہ بردہ اور مشکوٰۃ شریف ان کے نزدیک پوری پڑھیں اور تعلیم کی اجازت حاصل کی یہ اجازت دوشنبہ کے دن ۱۷ ربیع الاول

سنہ ۱۲۳۲ھ میں ملی۔

مخفی نہ رہے کہ عنفوان شباب سے اس ۵۴ سال کی عمر تک اس قدر درویشوں فقیروں، قلندروں، مردان غیب اور اہل شہادت نے اس احقر پر بفضل ایزدی مہربانیاں اور عنایات کی ہیں کہ انکا بیان طویل ہے اور ان کے ذکر کی اجازت بھی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ مجھ مفلس اور نا قابل پر اللہ تعالے اور اسکے دوستوں کی اس قدر عنایات رہی ہیں کہ زبان تحریر اسکے بیان سے عاجز ہے جس وقت میری عمر سترہ ۱۷ سال تھی اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار فیض آثار پر حضرت قدس سرہ کو پہنچایا وہاں آپ نے مجھ کو دیکھا اور اپنے لئے قبول کر لیا اور فرمایا۔ کہ تجھ کو چاہیئے کہ تین باتوں کا شکریہ ادا کرے اوّل یہ کہ اللہ تعالے نے تجھ کو تیرے وقت پر پہنچایا دوسرے یہ کہ مجھ کو تیرے حال پر رحم آیا۔ تیسرے یہ کہ کسی ناقص شیخ کے ہاتھ میں نہ پڑا کہ وہ تیرے بیضہ دل کو گندا کر دیتا۔ یہ فقیر حضرت قدس سرہ کی خدمت میں سنہ ۱۲۱۳ھ میں داخل ہوا تھا۔ آپ کی ہدایت کے مطابق میں سلوک کے کام میں مشغول رہا اور ایک سال سات ماہ آپ کی صحبت میں برابر حاضر رہا گوش و ہوش آپ کے گفتار و کردار پر رکھا تھا آپ اس قدر التفات و عنایات اس احقر پر فرماتے تھے کہ ایسا کسی اور پر کم کیا ہوگا یہاں تک کہ آپ کے بعض فرزند اور اکثر خلفاء اور آپ کے دوست مجھ پر رشک کرتے تھے ایک دن اس قسم کی عنایات دیکھ کر حضرت قدوۃ السالکین شاہ میاں فضل اللہ جیو سلمہم اللہ تعالے فرمانے لگے کہ اللہ تعالے کی اپنے بندوں پر اس قدر عنایات ہیں۔ کسی بھی ان سے واقف نہیں ہے اور اس کی قبولیت کسی غرض اور علت کی بنا پر نہیں ہے جس کو قبول کیا بلا علت قبول کیا۔ دوست لکھتے نہیں ہیں کہ نظام الدین بلخی کیا خاصیت اور خوبی رکھتا ہے کہ ہمارے حضرت قدس سرہ اس پر اس قدر التفات فرماتے ہیں اس قدر کسی آشنا و بیگانہ مرید و فرزند وغیرہ پر اسکا عشر عشیر بھی التفات نہیں

فرماتے ہیں۔ اس اور ہزاروں اشخاص اس درگاہ عالی جاہ میں اسکی طرح یا اس سے بہتر موجود ہیں لیکن آپ ان لوگوں پر التفات نہیں فرماتے حالانکہ وہ تو ایک لاابالی بے پرواہ اور بے باک آدمی ہے کسی التفات کے لائق نہیں نہ کسی شفقت کے موافق طبع اور نہ کسی کاروبار کے مطابق ہے ایک دن یہ حقیر بے باکانہ بیباکوں کے ایک گروہ کے ساتھ اس عالی مرتبت خانقاہ کے دروازے پر سیدھے کھڑے ہو کہ حضرت قدس سرہ کو سلام کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور ازراہ التفات مسکرائے اور احقر کے بارے میں یہ بیت پڑھا

(بیت) تو بصد ناز ز ہر کوچہ بروں می آئی — من بیک چشم کدامین سر راہست نگرم

(تو سیکڑوں ناز کے ساتھ ہر گلی سے نکلتا ہے میں ایک آنکھ سے کون کونسا راستہ دیکھوں)

اس وقت آپ نے اس احقر العباد کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دعائے خیر فرمائی۔ تمام حاضرین کو اس سے بہت زیادہ تعجب ہوا جزاہم اللہ سبحانہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اجازت نامہ اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر طریقہ علیہ نقشبندیہ میں مجھ کو خلیفہ بنایا اور فرمایا کہ میں نے تم کو مطلق اجازت دی کہ جس شخص کو جہاں چاہو مرید بناؤ تمہارا مقبول ہمارا مقبول ہے۔ تمہارا مردود ہمارا مردود ہے اس اجازت نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"داخل طریق اس حضرت عالی شاہان قدس سرہ تعالی اسرارہم کمالات دستگاہ صادق الاعتقاد مقبول حضرات میرزا نظام الدین ابن متولی مزار فیض آثار حضرت مرتضی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم چوں مشار الیہ سلوک طریقہ علیہ را بانجام رسانید و استقامت بر ماموارت و بر محبت شیخ دارد لہذا حسبۃً للہ اورا اجازت تعلیم طریقہ بعد از استخارہ و اقبال قلب دادہ شد حضرت حق سبحانہ جل شانہ طالبان را در صحبت شان بمقصود رساناد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام"

اس اجازت نامہ کی کتابت کی تاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۱ھ موسم بہار ہے اور اس وقت اس احقر کی عمر ۲۶ سال تھی۔ اسکے بعد میں بخارا سے بلخ آیا اور تین ماہ کے بعد پھر بخارا گیا اور چھ ماہ آپ کے پاس رہا۔ اس بار ازراہ عنایت اپنے تین کلاہ مبارک احقر کو دیئے اور طریقہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ میں بھی مجاز و مرخص کیا۔ طریقہ قادریہ میں جو اجازت نامہ دیا تھا اسکے الفاظ یہ ہیں۔

"بعد از استخارہ و اقبال قلب اجازت تعلیم طریقہ قادریہ قدس سرہ اللہ تعالی اسرارہم بفرزند سعادت مند صاحب کمالات صوری و معنوی میرزا نظام الدین بن میرزا عزیز خان متولی مزار فیض آثار حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلمہ اللہ تعالی والبقاہ و اوصلہ الی نہایۃ ما تمناہ دادہ شد حضرت حق سبحانہ جل شانہ طالبان را در صحبت ایشان بمرتبہ کمال رساناد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام"۔

طریقہ عالیہ چشتیہ کا اجازت نامہ اس طرح تحریر تھا۔

"بعد از استخارہ و اقبال قلب اجازت تعلیم طریقہ عالیہ چشتیہ، قدس سرہ اللہ تعالی اسرارہم بفرزند سعادت مند صاحب کمالات صوری و معنوی میرزا نظام الدین ابن متولی مزار فیض آثار حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلمہ اللہ تعالی وابقاہ و اوصلہ الی غایۃ ما یتمناہ دادہ شد حضرت حق سبحانہ جل شانہ بصدقہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وعلی آلہ وسلم طالبان را در صحبت ایشان بمقصد رساناد آمین یا رب العالمین"

ان دو اجازت ناموں کی کتابت کی تاریخ سنہ ۱۳۲۲ھ ہے جب میں نے آپ کے پاس سے وطن رخصت ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا دوات قلم لاؤ تاکہ وصیت نامہ اور اجازت کلی تم کو لکھ کر دیدوں۔ دوات قلم لیکر حاضر ہوا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا جن کے الفاظ یہ ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما

كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ والصلوٰة
وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَآلِهٖ وَآلِ كُلِّهِمْ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ
بعد از حمد و صلوٰۃ ثانیاً آنکہ این فقیر بتقصیر کمترین خلق اللہ و از اکابر طریقہ
عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العالیہ و از اکابر طریقہ عالیہ قادریہ قدس اللہ تعالے
ارواحہم ایضاً و از اکابر طریقہ عالیہ چشتیہ قدس اللہ تعالے اسرارہم نیز مجاز و مرخص
شدہ بود درین ولا کمالات دستگاہ صادق اعتقاد مقبول حضرات فرزندی سعادت
مندی صاحب کمالات صوری و معنوی میرزا نظام الدین و معاف و مختار را ایضاً
اجازت دادیم و مرخص کردیم عامۃ و کافۃ کہ ہر جا ہر کس را کہ خواہند مرید گیرند و طریقہ
را باو تعلیم نمایند و از ایشان مریدان معتقد پسند کردہ سینہ بہ سینہ اخذ نمایند و ہر کس
کہ از فرمان فرزندی بیرون پای نہند و ایشان را ایذا و آزار رسانند گویا کہ این فقیر
را ایذا و آزار رسانیدہ است چہ مقبول ایشان مقبول فقیر و پیران فقیر است و مردود
ایشان مردود فقیر و مشائخ فقیر است و اگر از ایشان بعضی خوئی ہائے جنون و دیوانگی
کہ در بعضی اوقات و ازمان بوقوع می آمدہ باشد مغفور است کہ ایشان معاف
اند و اگر بے پروائی در ہر باب می نمودہ باشد مختار اند کہ فقیر ایشان را معاف و مختار
و دیوانہ حضرت خطاب دادہ است با جملہ محبت ایشان منجر بہ محبت و اخلاص فقیر
است و بغض ایشان منجر بہ بغض و انکار فقیر است۔ زنہار ہر کہ اگر در طریقہ فقیر داخل
باشد از رعایت حرمت و آداب ایشان خود را عاری ندارد کہ محروم از کمالات
طوق خواہد ماند زیرا کہ میرزای مذکور نور چشمی و فرزندی این فقیران می باشد بلکہ فرزند
این خاندان کل الی ما شاء اللہ سبحانہ۔

بس کنم خود زیرکان را این بس است بانگ دو کردم اگر در دہ کس است
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیق است والسلام علی من اتبع الہدی یوم الاثنین شہر
ربیع الاول سنہ ہزار و دو صد و بیست و دو تحریر نمودہ شد یہ تمام اجازت نامے
آپ کی اور آپ کے فرزند کلاں قدس سرہ و سلمہم اللہ تعالے کی مہر سے مزین ہیں

کہ کسی کو شک و شبہ نہیں۔ اور اس وقت فقیر کے ہاتھ میں موجود ہے آنجناب
ولایت مآب بہت زیادہ محبت کی بنا پر فقیر کو ان القاب سے نوازا میرزا معاف
از کل، معاف الاولیا، معاف الحضرات، معاف فی الدنیا والآخرۃ، میرزا مختار،
میرزا بے باک، دیوانہ ما، دیوانہ حضرت میرزا جیمک (جس ہندی میں ہنسی کو کہتے
ہیں اور مُک چہرے کو کہتے ہیں) فقیر چونکہ ہمیشہ مسکرا کر حضرت قدس سرہ سے
ملاقات کرتا تھا اس سبب سے میرزا جیمک نام رکھا یعنی میرزا خنداں رو (
ہنس مکھ) یہ آپ کے بے حد التفات کے آثار تھے۔ اگر ان تمام عنایات اور مہربانیوں
کو جو مجھ پر تھیں قید تحریر میں لاؤں تو علیحدہ کتاب بن جائے اور طویل ہو جائے
بلکہ بے عقل لوگ میری بات پر یقین نہ کریں اور حسد و عناد کی بنا پر جو کہ آدمی
کی فطرت مرکوز ہے انکار کر دیں اور طعن و تشنیع کی زبان مجھ پر دراز کریں۔ یہ
لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا یہی لوگ مفلس ہیں۔

درین مشہد کہ انوار تجلی است سخن دارم ولی ناگفتن اولیٰ است

(اس مجلس میں جو انوار تجلی ہے میرے پاس بات کہنے کی ہے لیکن نہ کہنا بہتر اور دیوان
غزل کے مقطع میں میں نے کہا ہے۔

از سر کردہ من پیر خرابات گذشت زین سبب نام معافی نظام الدین است

(پیر خرابات نے میرے کئے ہوئے کو معاف کر دیا اس سبب نام معافی کا نام نظام الدین ہے
اس احقر گنہگار کی چند تصنیفات درج ہیں۔

(۱) دیوان غزل، (۲) مصباح الظلمۃ، (۳) علاج الامداد، (۴) منتخب الاشارات،
(۵) مفید المحتاج، (۶) ریاض المعرفت، (۷) ریاض الخیرات، (۸) سر الاسرار، (۹) موازین القسط
نبراس الدراج، (۱۱) اخبار الشعرا، (۱۲) احوال الامراء، (۱۳) فلاحۃ الکتاب، (۱۴) نکات الاسرار،
(۱۵) مصالح المفاسد، (۱۶) چہار چمن، (۱۷) شہزادہ چمن، تحفۃ المرشد (زیر نظر نسخہ)، احسن التوا
ریخ فی ذکر العلماء والفقراء والمشائخ یہ دونوں نسخے یعنی تحفۃ المرشد و احسن
التواریخ ۱۲۴۰ھ میں پایہ تکمیل پہنچے ہیں۔ (بیت)

بسکہ درسال مرغ گشت تمام   گشت تاریخ اختتامش مرغ
۱۲۴۰

نفظ "مرغ" ان دونوں کتابوں کا تاریخ اتمام ہے حساب جمن کے لحاظ سے اور ترکی حساب سے بھی اس سال سالِ مرغ ہے۔ اس لئے مرغ تاریخ اتمام کتاب ہے

شکر خدا کہ از مدد پیر نیک نام   این نسخہ شریفہ پذیرفت اختتام

(یہ انیس ۱۹ کتابیں پیروں کی مدد اور عنایت خداوندی سے اس احقر العباد کی طبعزاد ہیں۔ تاکہ اس دنیائے ناپائیدار میں کچھ دن پائیدار رہے۔ انشاء اللہ)

غرض نقشیست کز ما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے

(مقصود ایک نقش ہے جو ہماری طرف سے یاد رہے کیونکہ وجود کو باقی نہیں دیکھتا ہوں۔)

بود صاحبدلی روزے برحمت   کند درحق این مسکین دعائے

(شاید کوئی صاحب دل کسی دن مہربانی کرکے اس مسکین کے حق میں دعا کرے)

ان کاموں سے مقصود محض گذرے ہوئے لوگوں کے احوال کا جاننا اور ماضی کے دنوں سے عبرت حاصل کرنا اور ان کے حق میں دعا کرنا ہے۔ کیونکہ مردہ غریق کے حکم میں ہے وہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ کوئی شخص اسکا ہاتھ پکڑ کر دعا کے ذریعے ڈوبنے سے بچالے۔ ورنہ تالیف و کتابت کے اس کام سے کیا مقصود ہو سکتا ہے دیگر اس نسخہ کے ناظرین سے عرض ہے کہ کرم و بزرگی کی بنا پر ضروری ہے کہ اگر اس نسخہ میں کوئی ایسی بات یا ایسی عبارت یا ایسا اشارہ نظر آئے جو ان کے دل کو پسند نہ آئے یا کتاب کی ترتیب ناپسندیدہ ہو یا فقرے درست نہ ہو یا ایسے مضامین ہو جو اس میں شامل نہ ہو تو اس حقیر بندے کی کم فطرتی اور بے عقلی پر محمول کرکے مذاق نہ اڑائیں کیونکہ آدمی زادہ اگرچہ دانش بلند اور فطرت ارجمند رکھتا ہو لیکن تقاضائے بشریت کی بنا پر سہو و نقصان اور خطا سے خالی نہ ہوگا کمزوریوں اور لغزش سے پاک نہ ہوگا۔ اس لئے لطف و کرم کی بنا پر بزرگان خطا پوش عیب پوشی کرینگے اور خوش خو عزیزوں کے ضمن میں جرم بخش دینگے (بیت)

غلام ہمت آن عارفان باکرم   کہ یک صواب ببینند و صد خطا بخشند

(میں ان باکرم عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں کہ ایک نیکی دیکھ کر سینکڑوں گناہ بخش دیتے ہیں بلکہ ان دوستوں سے امید یہ ہے کہ ہر خیر کو مناسب مصرف میں صرف کریں اور مناسب محل پر محمول کریں کیونکہ اس راقم الحروف کا مقصود اس گفتگو سے بجز ترجمانی کے اور کچھ نہیں ہے اور چاہیئے کہ حدیث عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْن تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے) کے مطابق اس کے ذکر اور اسکے سننے سے فضل و رحمت خداوندی، اور فیض نامتناہی کے نزول کا امیدوار ہوں کہ اس طائفہ علیہ کی باتیں ایسی ہیں کہ نیل مصر محبوبین کے لئے تو پانی ہے اور محجوبین کے لئے بلا ہے۔ ع

چوں شود ذکر خیر اہل اللہ   تو زبان را از بد نگہ داری

(جب اہل اللہ کا ذکر خیر ہو تو زبان کو برائی سے محفوظ رکھ)

ورنہ رسوا شوی بہر دو جہان   آن زمان روبسوئے نار آری

(ورنہ تو دونوں جہان میں رسوا ہوگا اس وقت آگ کی طرف رخ کرے گا)

ارباب دانش اور اصحاب بینش سے نہ تو پوشیدہ ہے اور نہ پوشیدہ رہے گا کہ موثر ترین حالات بلکہ فاضل ترین عبادات اہل کمال کی گفتگو اور مقربان درگاہ عالیجاہ کی مجالست و ہمنشینی ہے کیونکہ ان کے استقامت احوال کو دیکھ کر سالک کو ہمت حاصل ہوتی ہے کہ عبادت و ریاضت کی مشقتیں جو سلوک طریقت کے لوازم میں سے ہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ بلکہ ان کے جمال کو دیکھ کر ایسا نور اس کے دل میں ٹھہرتا ہے کہ شک و شبہ کی ظلمت اور غفلت و پردہ کی تاریکی جو دوری اور حجاب کا سبب ہے زائل ہو جاتی ہے۔ کاملوں کی صحبت اور عارفوں کے جمال عرفان کے مشاہدہ سے محرومی کے بعد ان کے اخبار و آثار کا سننا اور تلاش کرنا ہمت افزائی اور تاریکی دور کرنے میں وہی اثر رکھتا ہے جو ان کی ہمنشینی اور صحبت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے

کہ وقت اور چہرے کا جمال کدورت بشری کے غبار سے اور صورت عنصری کے حجاب سے پاک اور مصفا ہے اور حسن عقیدت کی صفائی لغزشوں کی اطلاع سے پاک ہوتی ہے۔ اس لئے قرناً بعد قرنٍ تمام اخلاف نے اسلاف کے اخبار حفاظت کی اور مجالس و محافل میں ان کو بیان کیا اور بیان کریں گے اور دفاتر اور کتابوں میں جمع کر کے مزید زیور جمال سے آراستہ کیا ہے اور کرتے رہیں گے اس میں بیشمار منافع دیکھے ہیں اور دیکھیں گے۔

اس بنا پر کہ راقم الحروف نے صرف ان رجال کا ذکر کیا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور جو اس کے آشنا یا اس کے دار و دیار کے باشندے ہیں انصاف پسند ناظرین سے امید ہے کہ کوئی خیال دل میں نہ لائیں گے اور ہرزہ گوئی اور بدخوئی نہ کرینگے اس سے زبان کے لئے بہت ہی خطرات ہیں۔ اس لئے کہ متاخرین اور معاصرین اقرار اور انکار دونوں کے اسباب موجود ہیں اس لئے نزاع واختلاف اور قدح و انکار کی کشاکش میں مبتلا ہیں لیکن چونکہ گذر گئے ہیں اس لئے ارباب غرض و ہوا کے حسد و عناد کا تعلق ان سے منقطع ہوگیا ہے چنانچہ لوگوں کی زبان سے رہائی پاکر اجماع واتفاق کے دائرہ میں آسودہ ہیں۔ ہاں فضل و مزیت متقدمین کیلئے ہے لیکن اتنا جاننا چاہیئے کہ یہ متقدمین بھی اپنے وقت میں متاخر تھے اور اس زمانہ کے لوگ ان کے کمالات سے غافل تھے اور ان کے حق میں نامناسب باتیں کہتے تھے اور غیبت و عیب جوئی کرتے تھے اور یہ متاخرین بھی اپنے زمانہ کے بعد متقدمین میں ہو جائیں گے اور دائرہ اجماع واتفاق میں آسودہ ہوں گے اہل غرض اور ارباب ہوا کے طعن و تشنیع سے رہا ہو جائیں گے اس لئے تقدم و تاخر پر نظر نہ کرنا چاہیئے اور انصاف اور حسن ظن سے کام لینا چاہیئے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اُمّتِی کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ (میری امت بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اسکا پہلا حصّہ بہتر ہے یا پچھلا حصّہ)

اہل اللہ نے کتابوں میں لکھا ہے کہ اس گروہ میں بعض تو ظاہر اور بعض قیامت تک شہروں آبادیوں اور پہاڑوں اور صحراؤں میں پوشیدہ رہیں گے۔ اور ان کے وجود کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان کے قدم کے بزرگی کے باعث زمین گھاس سے سرسبز ہوتی ہے۔ پھر یہ سب شور کیا ہے اور یہ سارا فتنہ اور بدگوئی و بدخوئی کب تک؟ ہاں بات اتنی ہے کہ یہ گروہ بھی عوام کی طرح عیب میں گرفتار ہے اور عادت کے رسم و گناہ میں مبتلا ہے اگرچہ یہ لوگ مضر نہیں ہیں۔ اس لئے عوام جو چوپایوں کی طرح ہیں ان کے ظاہری حالات دیکھکر ان کے باطن سے محروم ہیں۔ ان کے عیب و نقصان کو دیکھ کر ان کے ہنر اور کمال سے غافل ہیں۔ بزرگوں رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ کمال مطلق کا اس طرح اعتقاد کہ اس میں کسی طرح کا نقص نہیں انکار و تنقیص کو مستلزم ہے۔ اس لئے کسی کے متعلق کمال کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ آدمی کسی وقت نقص بشریت سے خالی نہیں ہوتا ہے

ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد   ہرگز ز صفات خود نگردد

(جس قدر نفس مطمئنہ ہو جائے لیکن اپنے صفات سے کبھی نہیں پھرتا ہے)

عصمت اور بے عیبی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصّہ ہے اور یہ ولایت کے لئے شرط نہیں ہے اور خطا و معصیت اصرار و انہماک کے بغیر قرب و درجہ ولایت کے منافی نہیں ہے۔ (بیت)

برگشتہ آدمی ز فیض ازل   نشود ہیچ گاہ انساں محروم

تو مسلمانی و گنہ گاری   غم مخور ہستی اُمّت مرحوم

(آدمی گناہ پر فیض ازل سے کبھی محروم نہیں ہوتا ہے تو مسلمان ہے اور گنہگار ہے غم مت کھا کہ اُمّت مرحوم ہے)

کسی نے سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا کہ آیا عارف باللہ باوجود آن مراتب اور کمال کے زنا کرتا ہے یا نہیں؟ حضرت جنیدؒ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچا

پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا یعنی اگر ازل اور تقدیر الٰہی میں اس کے متعلق یہی لکھا ہو کہ یہ جانسوز گناہ اس سے صادر ہوگا اور یہ غضب کو بھڑکانے والا جرم اس سے سرزد ہوگا۔ بلکہ یہ کہ مُصر ہوگا اور عمر بھر گرفتار رہے گا تو کیا چارہ ہے۔ آخر یا تو توبہ وعنایت کے ذریعے اس سے رجوع کرے گا یا بے توبہ محض عفور کرم خداوندی سے دنیا اور آخرت میں گناہ سے رہائی پائے گا۔ یا بقدر گناہ آگ یا بغیر آگ کے دنیا یا آخرت میں عذاب دیا جائے گا ذَالِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لیکن اسکا انجام کار نجات ہے اور اسکا مآل مغفرت ہے رحمت خداوندی سے محرومی اہل کفر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ بندہ کی ہلاکت خطا اور گناہ میں نہیں ہے بلکہ وعناد اور کبر وا ور سرکشی میں ہے کیونکہ یہ کفر کا پیش خیمہ ہے (بیت)

معصیت از راہ شہوت رحمت است   آں ز راہِ کبر کفر و آفت است

(شہوت کی بنا پر گناہ رحمت ہے اور کبر کی بنا پر کفر اور آفت ہے)

سعی کن تا دل شود از کبر پاک   آدمی را ایں بود راہِ ہلاک

(کوشش کر تا کہ دل کبر سے پاک ہو آدمی کیلئے یہ ہلاکت کا راستہ ہے)

ورنہ شہوت آدمی راز ینتی است   علّت او باعثِ بے علّتی است

(ورنہ شہوت آدمی کیلئے زینت ہے اس کی علت بے علتی کا سبب ہے)

ہست ایں نقصان باو عین کمال   تا نسازد ہم سری ذُوالجلال

(یہ نقصان اس کیلئے عین کمال ہے تاکہ ذوالجلال کی ہمسری نہ کرے)

اس لئے کوئی بے عیب دوست نہ پاؤ گے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ مَنْ طَلَبَ أَخًا بِلَا عَيْبٍ فَقَدْ صَارَ بِلَا أَخٍ جس نے کسی بلا عیب بھائی کی تلاش کی تو وہ بغیر بھائی کے ہو گیا۔

اُمید ہے کہ توبہ اور طریقت کی برکت سے اس بیماری اور بدبختی سے نجات پائیں گے اور زہد و صلاح کی شرافت کے ذریعے اس صبح وشام کی زحمت سے فلاح پائیں گے اور ایمان وایقان کی برکت سے کل آخرت میں مغفور ہوں گے اور ان کا بدن سنج

سے دور ہوگا۔ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

ندارم ہیچ گونہ توشہ راہ   بجز لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(میں کسی قسم کا کوئی توشہ نہیں رکھتا بجز اس کے کہ "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو")

تمام شد ایں نسخہ تحفۃ المرشد در روز چہار شنبہ ببیست و دویم ماہ شوال در سال ہزار و دو صد و چہلم از ہجرت مقدس در بیستم جوزا و سال مرغ بحساب ترکان در ولایت مزار فیض آثار حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم بعنایۃ اللہ العلی العظیم وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

سنہ ۱۲۴۰ھ

تمّت الکتاب

ہٰذا مِن مُصَنَّفَاتِ قُدْوَةِ الْمُحَقِّقِينَ زُبْدَةِ الْمُوَحِّدِينَ شَيْخِنَا وَإِمَامِنَا سَيِّدِ أَمِيرِ نِظَامِ الْمِلَّةِ وَالدِّينِ الْأَنْصَارِيِّ الْبَلْخِيِّ الْمَزَارِيِّ تمّت بید ضعیف نحیف احقر عباد اللہ الصمد فقیر دوست محمد سندھی پہاڑ پوری عفر اللہ لہ

بتاریخ دوم ماہ جمادی الاوّل سنہ ۱۲۹۶ھ

حضرت جیو صاحب کے ان خلفاء کا مختصر حال جنکا نام تحفۃ المرشد میں بیان نہیں ہوا ہے بلکہ اس وقت کے بعض دوسرے عزیزوں نے ذکر کیا ہے یہاں بیان کیا جاتا ہے

۱۔ سیادت پناہ میر غلام معصوم مشہور بمیر جیو یہ حضرت قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ ہیں حضرت شیخ عبداللہ بخاری کے نواسہ ہیں جو حضرت قدس سرہٗ کے طریقہ قادریہ وچشتیہ میں پیر و مرشد ہیں اور حضرت قدس سرہٗ کے داماد ہیں حضرت قدس سرہٗ ان کی پیرزادگی کی وجہ سے ان پر بہت مہربانی اور شفقت

فرماتے تھے عنفوانِ شباب کے باوجود یہ ہمیشہ صائم النہار اور قائم اللیل تھے دوگانہ کلاں پڑھتے تھے۔ علم ظاہری سے بھی مشغل تھا تقویٰ اور پرہیزگاری میں کمال تھا اپنے وطن سیف آباد سے آتے تو پھر نہ گئے بہت زمانہ ہوا کہ حج کے ارادے سے گھر سے نکل کر روانہ ہوئے تھے ان کا قدس سرہ کے نواسہ ہیں میاں فضل قدوس نام ہے اللہ ان کی عمر دراز کرے اور برکت عطا فرمائے (آمین)

۲۔ حافظ محمد سیالکوٹیؒ: حضرت قدس سرہ کے پرانے اصحاب اور خلفاء میں سے ہیں ابتداء میں سفر میں ساتھ رہتے حافظ کلام اللہ تھے صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے پیر دستگیر کے رفیق و شفیق اور صاحب اسرار اور ہمراز رہے ہیں۔ جب حضرت قدس سرہٗ پشاور میں تشریف رکھتے تو حافظ جیو سیالکوٹی کے دوسرے دوستوں کے ساتھ ہر سال ہدایا پیش کرتے تھے ان کا اکثر ہدیہ قرآن پاک ہوتا کیونکہ حافظ اور کاتب چند مدت تک فیض و نسبت حاصل کر کے چلے جاتے تھے حضرت قدس سرہ کی ابتدائی عمر میں جو احوال و مقامات اور خرق عادات ظاہر ہوئے ان میں سے بہت سی چیزیں حافظ جیو کو معلوم تھیں لیکن چونکہ ان مقامات کے جمع کرنے سے پہلے ہی یہ انتقال کر گئے اس لئے وہ سب پوشیدہ رہے حافظ جیو کی قبر سیالکوٹ میں ہے اور ان کے کئی فرزند بھی ہیں اللہ ان پر رحم فرمائے

۳۔ حافظ احمد خوشنویس سیالکوٹیؒ: حضرت قدس سرہ کے پرانے مریدوں اور مجازوں میں سے ہیں حافظ قرآن ہیں بہت ہی خوشخط ہیں انکے کی خوشخطی قدیم اہل ایران ولاہور کے مقابلہ کی ہے۔ قرآن مجید خوش خط کتابت کر کے ہدیہ کرتے تھے رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ نجم الدین مظفر آبادی: یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ مرد

پیر اور صاحب تدبیر ہیں ارشاد و طریقت مخلصین کو سکھاتے ہیں اپنے وطن سے جو کشمیر کے راستہ میں ہے پشاور حضرت قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے آتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے اور چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کو اجازت مطلقہ حاصل ہو گئی اور اب وہ اپنے کاموں میں مشغول ہیں بڑھاپے کی وجہ سے آمد و رفت نہیں کرتے ہیں مخدوم زادگان کو خطوط لکھتے ہیں بقید حیات ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمائے

۵۔ میاں مرید ساکن ہزارہ: حضرت قدس سرہٗ کے مرید ہیں ایک ان پڑھ آدمی تھے جب حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے دو ڈھائی مہینہ میں ان کا کام پورا ہو گیا اور ان کو علم لدنی حاصل ہوا۔ ایک کتاب علم تصوف میں تصنیف کی ان کے وطن کے لوگ ان کو دیکھتے تھے تو تعجب سے کہتے تھے کہ یہ جوان کل تک ہماری گائیں چراتا تھا آج کس قدر اس پر خدا کا فضل ہوا ہے ان کو بہت زیادہ حضور حاصل تھا ہمیشہ استغراق میں رہتے اور نوافل وغیرہ میں مشغول رہتے ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہتے تھے ہر وقت استغراق کی کیفیت رہتی تھی لوگ انہیں فرض نمازوں کی ادائیگی کیلئے ہوش میں لاتے تھے۔ صحیح کشف ہوتا تھا اپنے وطن میں بقید حیات ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ،

۶۔ خلیفہ محمد رضا نوحالی میاں خیل: حضرت قدس سرہٗ کے مجاز خلفاء میں سے ہیں بہت جذب والے ہیں رات دن مستغرق رہتے ہیں اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے نوافل میں کم مشغول ہوتے ہیں فرض نماز کے وقت انکے مریدان کو بے شعوری سے شعوری میں لاتے ہیں ان کے مرید اور خلفاء بے شمار ہیں انکے ارشاد کی شہرت دنیا میں پہنچی ہے ہر طرف سے لوگ اخذ طریقہ کے لئے ان کے پاس آتے ہیں اور ایک ہی صحبت میں اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ دوسری جگہوں میں برسوں میں ہوتے ہیں مختصر یہ کہ یہ صاحب جذب ہیں لوگ بیان کرتے ہیں۔

اور خود بھی فرماتے تھے کہ کبھی کبھی اس قدر قومی جذب طاری ہو جاتا ہے کہ
اگر اس وقت میں حلقہ میں مراقبہ سے سر اٹھاؤں تو اگر سینکڑوں آدمی ہوں سب
اللہ اللہ کہکر زمین پر بے ہوش گر پڑیں اور بہت سے بدکار اس وقت توجہ کر لیں
بہت سے کفار ایمان لے آئیں اگر آسمان پر پرندوں کی طرف نظر ڈالیں تو پرندے
زمین پر گر پڑیں اور ذات بابرکات کا نام لیں پھر خود بخود اڑ کر چلے جائیں۔ ان کے
اس قسم کے احوال بہت ہیں جو ایک علیحدہ کتاب کے مستحق ہیں اُن کے اکثر خلفاء علماء
ہیں اور خود اَن پڑھ ہیں۔ اس سے ان کے کمال کا پتہ چلتا ہے ابھی بقید حیات ہیں
خلائق کے ارشاد و ہدایت میں مشغول ہیں جو کوچی کے لوگوں میں سے ہیں گرمی میں
غزنی آتے ہیں اور سردی میں ڈیرہ اسماعیل خان کے نواحی اور دامان میں سکونت
رکھتے ہیں (اس رسالہ کی تالیف کے وقت بقید حیات تھے لیکن ۱۲۷۳ھ میں ۱۴ جمادی
الثانی کو وفات پائی ان کی قبر ڈیرہ اسمٰعیل خان سے نصف میل دور بطرف مغرب
خود ان کی اپنی خانقاہ کے صحن میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے)

۷- ملا شیر خان اتمان خیل:- حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ ہیں بہت جذب
کے وقت جس کی طرف نظر کرتے ہیں وہ مست اور بیخود ہو جاتا ہے اور
اپنے کو آگ میں ڈال دیتا ہے لیکن آگ انکو . . کوئی نقصان نہیں پہنچاتی ہے ان
کی قبر اتمان خیل میں ہے رحمۃ اللہ تعالے

۸- اخوند ملا سعد اللہ ساکن بنوں:- یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مریدوں
اور خلفاء میں سے ہیں پرانے دوستوں میں سے ہیں بہت ہی متقی علوم دینی کے عالم
عامل اور سالک ہیں اور معمر ہیں۔ علم ظاہر و باطن کا درس دیتے ہیں اور ارشاد
کرتے ہیں۔ لوگ ان کے بہت سے اور بیشمار خوارق نقل کرتے ہیں اگر ان
سبھوں کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہو گی
سال دو سال بعد حضرت قدس سرہ کی خدمت میں آتے تھے پھر مخدوم زادگان
کی خدمت میں بھی ہدیہ لیکر آتے اور سیراب و کامیاب لوٹتے تھے۔ اب حق

تعالی سے جا ملے ان کے ایک فرزند اخوندزادہ فضل حق ہیں جو طالب علم ہیں اور
نماز روزہ میں استقامت رکھتے ہیں اللہ تعالے انہیں توفیق بخشے (آمین)

۹- ملا شاہ نواز ساکن بنوں:- حضرت قدس سرہ کے مرید و مجاز ہیں مستقیم
الاحوال ہیں۔ رات دن مراقبہ میں رہتے ہیں لوگ خیال کرتے ہیں کہ گویا ان کی
گردن پیدائشی طور پر جھکی ہوئی ہے ارشاد کرتے ہیں طالب علم بھی رکھتے
ہیں اپنے وطن میں انکا قیام ہے رحمۃ اللہ علیہ

۱۰- میاں گل محمد سیالکوٹی:- یہ بھی مرید و مجاز اور حضرت قدس سرہ کے
قدیمی دوستوں میں سے ہیں بارہا سیالکوٹ سے آتے تھے اور برسوں رہتے تھے
قدس سرہٗ -

11- میاں خدا بخش مشہور بہ فقیر جی:- یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مجاز
و مرخص ہیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے انہوں نے بہت
زیادہ ریاضات و مجاہدات کئے تھے رات شب بیداری اور دن روزے کی
حالت میں گذارتے تھے حافظ قرآن ہیں روزانہ ختم قرآن کرتے ہیں افطار سات
دانہ سے کھجور یا اسی قدر دودھ سے کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے ہیں۔
جب حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے تو تھوڑی ہی مدت میں اپنا کام مکمل
کر لیا اور اجازت مل گئی۔ یہ عامل بھی ہیں جنوں کی تسخیر کرتے ہیں نیز قرآن
مجید کی سورتیں، اسماء اللہ، اور چہل اسماء سیفی وغیرہ کو صحیح کیا ہے اپنے دوستوں
اور مخلصوں کو اسکی اجازت بھی دیتے ہیں ان پر عمل کرنے کے بعد ایسی ایسی
باتیں بیان کرتے ہیں جن کو سنکر سخت حیرت ہوتی ہے لیکن حیرت کا کیا مقام
ہے ذالک فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیں)
ان کے پورے احوال بیان کرنے کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے اپنے
وطن میں بقید حیات ہیں اور عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مسلمانوں
کو بقدر نصیب فائدہ پہنچا رہے ہیں اللہ انہیں آفتوں سے محفوظ رکھیں -

۱۲۔ خلیفہ غلام محی الدین یوسف زئی:۔ حضرت قدس سرہ کے پرانے خلفا میں سے تھے سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے بخارا کے سفر میں بھی ساتھ تھے معمر ہو گئے تھے اور بہت ہی استقامت رکھتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو حضرت قدس سرہ کی والدہ نے اپنا فرزند کہا تھا ایک تقریب میں حضرت قدس سرہ کے خدمت کے لئے کشمیر گئے ہوئے تھے۔ وہیں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ۔

۱۳۔ قاضی غلام حسین وزیر آبادی:۔ یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ ہیں ان کے والد بھی آپ کے مرید تھے پرانے دوستوں اور مخلصوں میں سے ہیں نسباً فاروقی ہیں۔ باپ بیٹے بارہا حضرت کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے پشاور آتے تھے اور آپ ان کے حال پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے اس قدر اخلاص محبت اور آداب کسی مرید پر کم ہی فرماتے تھے۔ حضرت قدس سرہ نے ان کو مضافات خوارزم میں بھیجا وہاں اگرچہ بہت سے امراء فقراء ان کے ہاتھ پر طریقہ علیہ میں داخل ہوئے چونکہ ان کی زبان ہندی تھی اور فارسی کم جانتے تھے اور خوارزم کے لوگ صرف ترکی زبان کہتے تھے اس لئے موافقت نہ ہو سکی چنانچہ وہاں سے لوٹ آئے اب اپنے وطن میں بقید حیات ہیں اور اپنے کام میں مشغول ہیں دو تین بار حضرت قدس سرہ کے مزار فیض آثار کی زیارت کے لئے فرزندوں کے ساتھ آئے اور آتے رہتے ہیں۔

۱۴۔ میاں غفران اللہ:۔ یہ بھی حضرت قدس سرہ کے مرید و مجاز ہیں بہت ہی با آداب حضرت قدس سرہ کے سامنے نہ بیٹھتے تھے۔ جب تک کہ آپ یاروں اور دوستوں پر توجہ فرماتے اس نے حکم کھانے کا کام اپنے ذمے لیا تھا کسی کو یہ کام نہ کرنے دیتے یہاں تک کہ اگر آپ دوپہر تک اس کام میں معروف ہوتے تو یہ کھڑے رہتے تھے ان کے فرزند کا

نام محمد خلیل ہے حاجی اور عالم ہیں۔ اکثر زندگی سیاحت میں بسر کرتے ہیں حرمین روم، شام کی سیر کرتے ہیں۔ اور ترکستان میں یارکند اور اخمو وغیرہ میں اکثر آمدورفت رہتی ہے میاں غفران اللہ کی وفات اُس علاقہ میں ہوئی ہے رحمۃ اللہ۔ نیز چند مشہور خلفاء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

دا ملا جان محمد۔ دا ملا نظر محمد حصاری۔ مفتی دوست یار حصاری۔ دا ملا عبداللہ ہروی ملا اکبر ہروی، غلام معصوم سیالکوٹی خلیفہ نادر ترکستانی۔ عوض خواجہ مدرس شاطبی بخاری، حضرت قاضی عالم خواجہ فرزند عبدالعزیز خواجہ از اولاد حضرت خواجہ بزرگ، قاضی و حاکم مزار شریف) یوسف خواجہ نقشبندی از اولاد حضرت خواجہ بزرگ، خلیفہ عبداللہ چولاق خواجہ عمر کابلی احراری۔ خلیفہ ظریف بخاری۔ خادم عبدالدائم۔ میاں محمد دین۔ ملا ابدال ہوتکی۔ میاں حاجی احمد (استاد صاحبزادگان) میاں محمد سیالکوٹی۔ میر ظہور اللہ سیالکوٹی علامہ محمد حسن پشاوری حافظ محمد اعظم پشاوری۔ فیض اللہ علی زئی۔ حاجی دہ افغانی، نجیب اللہ خان حاکم ہزارہ۔ خیم گل اخونزادہ بیکلی۔ حافظ محمد سعید پتوار (جو حضرت قدس سرہ کے مناقب میں رسالہ تالیف کیا ہے) میاں محمد اسد۔ میاں منیر سیالکوٹی۔ ملا عوض اخوندزادہ یوسفزائی، ملا نیاز محمد اخوندزادہ باجوڑی۔ ملا احمد سواتی۔ ملا مؤمن اخوندزادہ تیراہی۔ ملا انور یوسفزئی۔ میاں محمد عمر استاد۔ مخدوم ملا بزرگ براچہ سواتی منصور علی سواتی۔ میر ظہور اللہ سیالکوٹی۔ حاجی محمد قابل و محمد سعید یوسفزائی۔ ملا انور یوسفزئی۔ محمد غوث نوحانی۔ ملا جان محمد نوحانی۔ ملا رسول نوحانی۔ دولت خان نوحانی۔ میر شیر خان عثمان خیلی۔ حافظ عبدالکریم پشاوری مفتی نور محمد پشاوری، میر غلام شاہ پشاوری (فرزند خواجہ محمد صدیق پشاوری) غلام معصوم سیالکوٹی، ملا عیسیٰ بنوی۔ ملا فلاز خوصتی۔ ملا امیر شاہ خوصتی۔ ملا حبیب پشاوری مدد خان بارکزئی۔ ملا محمد امین بارکزئی قندہاری۔ عقیل خان بارکزئی۔ انبیاء آلکوزئی حیات خان علی زئی، محمد سعید خان بارکزئی۔ ملا محمود پشاوری۔ شیخ نور وزیری۔ ملا اعظم

اخونزادہ ۔ ملا احمد ۔ ملا محمد عطار شیر باؤ ۔ ملا زین الدین شیر باؤ ۔ سرفراز خان ہزارہ ۔ محمد زمان خان پوپلزئی ۔ شیر محمد خان پوپلزئی ۔ ملا دولت و ملا لطف اللہ پشاوری ۔ اعظم خان پوپلزئی ۔ اشرف خان ، پائندہ خان ۔ ظفر اللہ خان ۔

مریدوں سا چاہئے کہ حضرت جیو صاحب شاہ فضل احمد قدس سرہ کا ارشاد کا دائرہ اتنا وسیع تھا ۔ کس کی مجال ہے کہ آپ کے مریدوں اور خلفا کو شمار کر سکے کیونکہ پہلے از بلدہ طیبہ سرہند ، جموں سیالکوٹ ، تنج ہزارہ ، پشاور ، یوسف زئی صوات ، باجوڑ تیراہ ، خیبر ، ننگرہار اور کابل میں آپ کے ارشاد کا سلسلہ رہا تو مریدوں کی تعداد کئی ہزار اور خلفاء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی پھر جب آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ترکستان کو سرفراز فرمایا تو آپ کے ارشاد کا غلغلہ اور فیض ربانی کی آواز قدوسیوں تک پہنچ گئی ، کوئی شہر اور گاؤں باقی نہ رہا جہاں آپ کے ارشاد کا اثر نہ پہنچا ہو ۔ مثلاً بخارا ، سمرقند ، میاں کال خوقند ، خوارزم ، شہر سبز ، حصار ، ہانچہ ، بلخ ، قلم ۔

آپ کے خلفاء روم و شام ، مصر اور حرمین الشریفین پہنچے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ پانچ بار بخارا تشریف لائے ۔ ہر بار جب بھی تشریف لاتے تو لوگوں میں کوئی بھی نہ تھا جو آپ کے طریقہ میں داخل نہ ہوتا ۔ ہاتھ کی ضرورت نہ تھی بلکہ آپ اپنی چادر پھینک دیتے جس کو سو سو دو سو آدمی پکڑ کر اس طریقہ میں داخل ہوتے تھے جب یہ لوگ اٹھ آتے تو ان کے بعد دوسرے لوگ بیٹھتے تھے ۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ گیارہ ہزار آدمی روزانہ داخل طریقہ ہوتے تھے اور تین ہزار آدمیوں پر روزانہ توجہ دیتے تھے اور کئی ہزار آدمی آپ کے حلقہ میں بیٹھتے تھے جن میں بادشاہ ، امراء ، علماء ، صلحاء ، فقراء وغیرہ ہوتے تھے چلہ خانہ میں مخدوم زادگان میں سے کوئی یا آپ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ یاروں کو توجہ دیتے تھے قدس اللہ تعالے اسرارہم و اعفر لنا ببرکاتہم ۔ (آمین)

قصیدہ

از فیض اللہ فضل علی زئی ۔

عالمے حیران فضل احمد است ۔۔۔ انس و جان خواہان فضل احمد است
غرق وحدت جان فضل احمد است ۔۔۔ فضل حق شایان فضل احمد است

لی مع اللہ شان فضل احمد است

اے دل محروم من بردار گام ۔۔۔ تا بریزی جرعۂ زان مے بجام
چشم باطن بر کشا بنگر مدام ۔۔۔ تشنگان شربت کاس الکرام

منتظر بر خوان فضل احمد است

رشحہ رشحہ مخلصان را بے حجاب ۔۔۔ بر لب باطن قلوب از آن جناب
بر زمینہا دیدہ باشی کز سحاب ۔۔۔ ہم چو باران کہ بارد بے حساب

این قدر فیضان فضل احمد است

ہر گہے کز بہر سیرے کن فکان ۔۔۔ رخش ہمت را در آرد زیر ران
چون بوقت عزم بردارد عنان ۔۔۔ از زمین تا عرصۂ ہفت آسمان

کمترین جودان فضل احمد است

شاہباز اوج رہ پیمائے عرش ۔۔۔ عرش بادا طائر صحرائے عرش
بر قراز قاف قرب عنقائے عرش ۔۔۔ با طیور قدس بر بالائے عرش

دائماً طیران فضل احمد است

من کہ بکشادم بفضل او دہن ۔۔۔ کردن وصفش نباشد حد من
دوست گفتار از زبان من سخن ۔۔۔ فضل در وصفش اگر شد نغمہ زن

بلبل بستان فضل احمد است

(بحوالہ گلہائے چمن مؤلفہ ابو الاولاد)